سیرتِ حضرت بلال

دنیائے اسلام کا پہلا مؤذن

علامہ قاری محمد وسیم اکرم القادری



نام کتاب	دُنیائے اسلام کا پہلا مؤذن
ازقلم	علامہ قاری محمد وسیم اکرم القادری
اہتمام	سیّد عمران زیدی
ٹائٹل ڈیزائن	محمد عامر
کمپوزنگ	عاصم شہزاد
ناشر	مکتبہ سراج منیر B-40 اُردو بازار، لاہور
	فون: 7234137-7312159
مطبع	اکرم پریس، بلال گنج لاہور
ہدیہ	-/150 روپے

فہرست

24887

دُنیائے اسلام کا پہلا مؤذن

تصدیق نامہ

(از مجلس حقانیہ، تفتیش کتب ورسائل، P.V.T)

الحمد للہ! عالمی مجلسِ حقانیہ تفتیش کتب و رسائل (P.V.T) کے چیئرمین، عالمی تنظیم (اہلسنت) S.H.B کے صدر (2)، جامعہ حنفیہ قادریہ اکرمُ العلوم (للبنات)، جامعۃ المحبوبیہ (للطلباء والبنات) کے پرنسپل اور انجمن فروغانِ علم وادب، پاکستان کے محتسب اعلیٰ، علامہ مولانا قاری محمد وسیم اکرمُ القادری حفظہ اللہ تعالیٰ روز بروز اپنی تصانیف میں اضافہ فرماتے جارہے ہیں۔ پہلی تصانیف کی طرح "دنیائے اسلام کا پہلا مؤذن" بھی ان کی علمی کاوش اور صحابی رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دلی وابستگی کا نتیجہ ہے۔

مجلس حقانیہ تصدیق کرتی ہے کہ "یہ کتاب عام وخواص حضرات کے لیے بہت زیادہ فائدہ مند ہے، اور اسکی طباعت تشنگانِ علم اور مقررین کے لیے سود مند ہے۔ مجلس حقانیہ تفتیش کتب و رسائل نے حتی المقدور اس کتاب کو عباراتِ کفریہ سے پاک پایا ہے۔ البتہ کتابت و کمپوزنگ میں غلطی کی ذمہ دار نہیں۔"

اللہ تعالیٰ مصنف سلمہ اللہ تعالیٰ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہِ عزت میں قبول ومنظور فرمائے اور عالمی مجلس حقانیہ تفتیش کتب ورسائل (P.V.T) کو مزید ترقیوں سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین ﷺ

(مصدقین)	(پروف ریڈنگ)
علامہ بشیر احمد نقشبندی	محمد سکندر ذوالقرنین
حافظ محمد غلام مصطفیٰ قادری	محمد یونس ماہیئر
ڈاکٹر محمد کلیم رانا	محمد نسیم احمد رانا
محمد شبیر حسین رانا	محترم محمد نعیم اللہ خاں قادری
محمد تنویر حسین رانا	مولانا محمد بشیر احمد نقشبندی
میاں محمد معاذ	حافظ محمد غلام مصطفیٰ قادری
محمد عامر شہزاد	حافظ محمد طارق شمسی نوازی
محمد اشفاق احمد	حافظ محمد سلمان

انتساب

مالکِ جنت، آمنہ کے لال، پیکرِ حسن و جمال، منبع شرف و کمال، ہادیٔ کل، دانائے سبل، ختم الرسل، شفیع المذنبین، رحمۃ للعٰلمین، سیدُ الاولین و الآخرین، خیرُ الورٰی، شمس الضحیٰ، بدرُ الدجیٰ، والی بطحا، صاحبُ المعراج، مالکِ کائنات، صاحبُ الاسراء، خاتم الانبیاء، حبیب پروردگار، احمدِ مختار، سیدالانبیاء، احمد مجتبیٰ

محمد مصطفیٰ ﷺ

کے وفادار جانثار

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

کے نام

طالبِ دُعا!

محمد وسیم اکرمُ القادری

چشمۂ دِل

آج کل مسلمانوں کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابیِ رسول ﷺ کی سیرت سے آگاہ کر کے ان میں ایمانی جوش پیدا کرنا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ کیونکہ آج کا مسلمان دین کو چھوڑ کر دنیا میں اُلجھ گیا ہے، اسے دین کی طرف جاتا کوئی راستہ نظر ہی نہیں آتا۔ ہر طرف دنیا ہی دنیا کو دیکھنا چاہتا ہے، اسے صرف مال و دولت کی حرص و طمع ہے، دین کی کوئی پرواہ نہیں۔ (الا ماشاء اللہ) اسی لیے اس میں قوت و ہمت کا درجہ کم ہوتا جا رہا ہے، یقین گھٹتا جا رہا ہے، دُنیا چاہیے اور کچھ نہیں۔ کام کی فکر ہے اسلام کی نہیں۔

کتاب لکھنے کا مقصد صرف اور صرف آج کے مسلمانوں پر یہ بات اجاگر کر دینا ہے کہ ہمارے سلف کیا تھے، انہوں نے دین کے لیے کیا کچھ کیا، کیا کیا مصیبتیں جھیلیں اور دوسری طرف ہم آج سکھ چین کے ساتھ بھی ہیں اور آزاد بھی، مسلمان بھی کہلاتے ہیں اور وفادار بھی۔ کیا اس آزادی کے ہونے کے باوجود بھی ہم دین پر عمل نہیں کر سکتے۔؟

آئیں آج سے ہی دینِ اسلام پر مکمل طور پر عمل پیرا ہوں اور اپنی دنیا و آخرت سنواریں، اللہ ﷻ اور اس کے حبیب ﷺ کو خوش کریں، ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں، ان کی نافرمانی سے بچیں، ان کے عشق میں کھو کر دین و دنیا کی ساری نعمتیں اپنی جھولی میں بھر لیں اور آخرت میں جنت کے مستحق بن جائیں

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں دینِ اسلام پر قائم رکھے، ایمان کی حالت میں موت عطا فرمائے، ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے، آئندہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے فوت شدہ بزرگانِ دین کو بہترین اجر عطا فرمائے، ان کے درجے بلند فرمائے اور ہم کو بھی ان کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین ﷺ

محمد وسیم اکرم القادری

خطبہ

الحمدلله الحميد المجيد الفعال لما يريد ذي الفضل العظيم والطول الكريم ناصر الحق و اهله وقامع الباطل وحزبه والحمدلله الذي انعم فاجزل واعطى فاكثر والحمدلله الذي اصطفى محمدا ﷺ صفوته وساق الى الجنة زمرته و فرض الاسلام ملته و الكعبة قبلته وجعل خير الناس امته ولنزل عليه صلاته ورحمته وبركته فصلى الله على محمد الهادي الى الجنة و مسالكها والمحذر من النار و مخاوفها و بعث النبي فيهم بالانوار التامة والحجج الباهرة والايات القاهرة وصلى الله علىٰ محمد النبي الامي الطاهر الزكي التقي الطيب النقي الابطحي العربي صفي ربه وخازن وحيه واليف محبته و خطيب توحيده وشمس رسله و قمر انبيائه و سراج دينه خير من علا المنبر الحمدلله الذي ابرز من غره عروس الحضرة صبحا مسفرا و اطلع في افلاك الكمال من بروج الجمال شمسا وقمرا منيرا و اختار في القدم سيد الكونين حبيبا ونجيبا و سفيرا و اخذله العهود على سائر مخلوقات الوجود تعظيماله و توقيرا والصلوة والسلام علىٰ من جاء الرسول الى الخلق جميعا و علىٰ اله واصحابه طهورا و علىٰ جميع الانبياء والمرسلين و علىٰ اله و اصحابه من قام على دينه شهودا والذين نصروه لاعلاء كلمة العلياء......اما بعد......

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

میرے نزدیک مسلمانوں کی پستی کی وجہ محض اپنے مذہب، بانی مذہب اور جملہ اکابرینِ اسلام کی تاریخ کو فراموش کر دینا ہے۔

کیونکہ جو قوم اپنی تاریخ اور اس کے بنانے والی مایہ ناز ہستیوں کو فراموش کر دیتی ہے اس کے جذبات اور امنگیں، حوصلے اور ولولے پست ہو جاتے ہیں جو فی الحقیقت ملل واقوام کی زندگی و تحرک اور نشوونما کا باعث ہیں۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ؎

نام نیک رفتگان ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

مفہوم: نیک لوگوں کے نام اور کارناموں کو ضائع نہ کر کیونکہ نیک لوگوں کے نام کی وجہ سے تو تمہارا نام باقی ہے۔

ملّتِ اسلامیہ کی عظیم ہستیاں جنہوں نے ہم تک دینِ اسلام پہنچایا، وہ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

یہی عظیم لوگ قرآن کے اولین مخاطب اور وہ واجبُ الاحترام ہستیاں ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے بلاواسطہ شرف تربیت حاصل ہوا۔

اشاعتِ اسلام کے داعی و مبلغ ہونے کی اولیت وافضلیت اسی گروہ کے حصہ میں آئی۔

نیز اللہ تعالیٰ ﷻ، دینِ اسلام اور رسولِ اکرم ﷺ پر سچی، پکی فدائیت، راہ حق میں مخلصانہ سرفروشی اور امتحانِ الٰہی میں کامیابی کے تاج انہیں کے سر کی زیب و زینت بنے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت وہ جماعت ہے جس نے اللہ ﷻ کے کلام اور اس کے پیغمبر ﷺ کی تصدیق فرمائی۔ قرآن و احادیث جیسی عظیم امانتوں کو اپنے مقدس سینوں میں محفوظ رکھا اور آنے والی نسلوں کی راہنمائی کے لیے ان کو منْ وعنْ منتقل فرمایا۔

یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی صحبت اور تربیت نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کے حکم کے مطابق "صِبْغَةَ اللّٰهِ" میں رنگ جانے کا اعزاز ملا۔ انہوں نے جمالِ رسول ﷺ کو اس درجہ محفوظ کر لیا تھا کہ یہ ہر قسم کی آلائش سے پاک ہو گئے تھے۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے ایسی محبت کی جیسا کہ اس کا تقاضا تھا اور اس محبت کا ہونا کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے حد درجہ ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دماغ ارشاداتِ نبوی ﷺ سے بھی منور و معطر تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مقدس گروہ صحبتِ نبوی ﷺ اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی درس گاہ علم و حکمت کا فیض یافتہ، پروردہ اور اس میں کامیاب ہونے والا تھا۔

یہ اس درسگاہ میں پڑھے تھے جہاں قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور روحانی

تربیت بھی سکھائی جاتی تھی اور وہاں کے مسند نشین رسولوں کے سالار، احمد مختار، محبوبِ پروردگار، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم تھے۔

یہ وہ لوگ تھے جو اللہ کی رضا کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کی اطاعت کے لیے ہر وقت کٹنے مرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ یہ میدانِ جہاد میں شمشیر بکف ہوتے اور ان کے پاؤں اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر اشاعتِ اسلام میں گرد آلود ہوتے۔

یہ گروہِ صحابہ ہمہ وقت رسول اللہ ﷺ سے کلامِ الٰہی سننے اور آپ ﷺ کے ارشادات پر گوش برآواز رہتا۔ اور ان کے دل معلمِ کتاب واخلاق کے فرمودات کو اپنے دماغ کی لوح پر محفوظ کرنے کے لیے تیار رہتے۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کی زندگی اور موت صرف اسلام کے لیے تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شمعِ رسالت کے پروانے اور آسمانِ نبوت کے درخشندہ وتابندہ ستارے ہیں۔ جنہوں نے جہالت اور ضلالت کے اندھیروں کو مٹا کر دُنیا میں علم و تہذیب کی روشنی پھیلائی اور توحید کا پرچم بلند کیا۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے بعد یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ، معزز، محترم اور محبوب ترین بندے ہیں۔

یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کا مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ ﷻ اور اسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کے نزدیک بہت بلند وبالا ہے۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ﷻ نے قرآن مجید کی آیات اور رسول اللہ ﷺ نے احادیثِ مقدسہ میں صاف صاف بیان فرما دیا کہ ”کسی کو بھی ان کے خلاف زبان درازی کی اجازت نہیں“ اور گستاخ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے سخت سے سخت اور کڑی سے کڑی سزا کا حکم ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا!

”جو کوئی آدمی صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی شان میں گستاخی کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔“

ایک جگہ ارشاد فرمایا!

"جو آدمی میرے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجو۔"

ایک اور جگہ فرمایا!

"جس نے میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ عزوجل کو ایذا دی۔"

ایک بار فرمایا!

"میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو گالی مت دو! کیونکہ تم عمل اور ثواب کے اعتبار سے ان کے مقام کو پہنچ ہی نہیں سکتے۔"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا!

"میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور ان کا بغض کفر کی نشانی ہے۔"

اب شان صحابہ رضی اللہ عنہم کو دو طرح بیان کیا جاتا ہے:

1: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآن کریم

2: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احادیث نبویہ ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرآنِ کریم

جماعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ جماعت ہے جس کے متعلق قرآن بھی گواہی دیتا ہے کہ وہ سچے تھے، صادق تھے، ایمان والے تھے۔ "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" اور "اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ" تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا!

"اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی"

(القرآن المجید، پارہ 26، سورۃ نمبر 49 (الحجرات)، آیت نمبر 3)

"(یہ) وہ (لوگ) ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا۔"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کے متعلق قرآن بیان کرتا ہے:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ○" (القرآن المجید، پارہ 11، سورۃ نمبر 9 (التوبہ)، آیت نمبر 100)

"اور سب میں اگلے، پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے○"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کے ساتھ مالکُ الملک نے حکومتِ ارضِ مقدس کا وعدہ فرمایا اور پھر ابدالآباد کے لیے اوراقِ تاریخ کو ان کی صداقت پر شاہدِ موثق بنا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے۔

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا"

(القرآن الجید، پارہ18، سورۃ نمبر24 (النور)، آیت نمبر55)

"اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور ان کے لیے جادے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں۔"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کی منقبت کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ"

(القرآن الجید، پارہ2، سورۃ نمبر2 (البقرۃ) آیت نمبر143)

"اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا (بنایا) سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا مشیر ٹھہرا کر ان کی فضیلت وعظمت میں مزید اضافہ فرمایا اور درج ذیل آیت کریمہ کو نازل فرمایا!

"فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ"

(القرآن الجید، پارہ4، سورۃ نمبر3 (آل عمران)، آیت نمبر159)

"تو (اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ﷺ) تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔"

(کنزالایمان، اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہیں کی بزرگی وشرف میں چار چاند لگا کر نور افروز عالم بنادیا گیا۔ اس پر یہ آیت شاہد ہے:

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"

(القرآن المجید، پارہ4، سورۃ نمبر3 (آل عمران)، آیت نمبر110)

"تم بہتر ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اخلاقِ حسنہ کے متعلق کلام ذیل نازل فرما کران کے جلالِ سطوت اور کمالِ فضیلت کو اس طرح روشن اور ظاہر فرمادیا:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا" (القرآن المجید، پارہ26، سورۃ نمبر48 (الفتح)، آیت نمبر29)

"محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ یہ ان کی صفت تورات

میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔ جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کام والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا o" (کنز الایمان، اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اسی جماعت کے متعلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا پیارا رشاد گرامی ہے:

"وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"

(القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت نمبر 10)

"ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔"

(کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کی عظمت و شان اور رفعت و مکان کے صدقے میں مومن مردوں اور عورتوں کو بشارت عظیمہ کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o"

(القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت 12)

"جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے۔ ان سے فرمایا جارہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں، تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے o"

(کنز الایمان، اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کے متعلق ایک اور جگہ فرمایا:

"وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ"

(القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت نمبر 19)

"وہ لوگ جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے یہی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، ان کے لیے اجر اور نور ہوگا۔"

(کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

یہی وہ جماعت ہے جن کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے:

"لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًاۙ" (القرآن المجید، پارہ 26، سورۃ نمبر 48 (الفتح)، آیت نمبر 18)

"بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اُتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔"

(کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کے متعلق فرمایا گیا:

"لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" (القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 57 (الحدید)، آیت نمبر 10)

"تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔"

(کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

"وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَo"

(القرآن المجید، پارہ28، سورۃ نمبر59 (الحشر)، آیت نمبر9)

"اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں o"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کے متعلق قرآن فرماتا ہے:

"ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا"

(القرآن المجید، پارہ22، سورۃ نمبر35 (الفاطر) آیت نمبر32)

"پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو۔"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

انہی کی شان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

"لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَo"

(القرآن المجید، پارہ10، سورۃ نمبر9 (التوبہ) آیت نمبر88)

"لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں، جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے o"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احادیث نبویہ ﷺ

(1) اس جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ"

"میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ستاروں کی طرح ہیں کہ تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروں گے ہدایت پاجاؤ گے۔"

(مشکوٰۃ شریف، عربی صفحہ 554)

(2) انہی کی منقبت کو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کے ارشاد عالی نے اس طرح آشکار فرمایا ہے:

"خَیْرُ اُمَّتِی الْقَرْنُ الَّذِیْ بُعِثْتُ فِیْهِمْ"

"میری امت کے عظیم لوگ وہ ہیں جن میں مجھے بھیجا گیا ہے۔"

(الصحیح المسلم، کتاب فضائل صحابہ، فصل الصحابۃ الذین یلونہم ثم الذین یلونہم، جلد 2 صفحہ 209، حدیث نمبر 4601)(الصحیح البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی حدیث نمبر 3278)(السنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل من رأی النبی وصحبہ، حدیث نمبر 3794)

(3) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا!

"خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ"

"سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں۔"

(الصحیح المسلم، کتاب فضائل صحابہ فصل الصحابۃ الذین یلونہم ثم الذین یلونہم، جلد 2 صفحہ 209، حدیث نمبر 4601)(الصحیح البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی حدیث نمبر 3278)(السنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل من رأی النبی وصحبہ، حدیث نمبر 3794)

(4) ایک اور حدیث میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی شانِ رفعت مکان کو اتنا بلند فرما دیا کہ اُن کے ادب، تعظیم اور احترام کو علامتِ ایمانی اور ذوقِ ایمانی قرار دیا، فرمایا!

"مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذٰلِكُمُ الْمُؤْمِنُ"

"تم میں سے وہی مومن ہیں جن کو صحابہ کے کام اچھے لگیں اور انکو برا کہنا برا معلوم ہو۔" (مشکوۃ، باب فضائل صحابہ)

(5) صحیح مسلم شریف میں ہے:

"عَنْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْاَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّاَحَدِهِمْ وَنَصِيْفَهٗ"

حضرت سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! "میرے صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو برا مت کہو۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مُد (ناپنے کا ایک پیمانہ) بلکہ نصفِ مُد کے ثواب کے برابر بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔"

(الصحیح البخاری، کتاب المناقب، حدیث نمبر 3397) (الصحیح المسلم، کتاب فضائل اصحاب، حدیث نمبر 4611) (سنن السنن الترمذی، کتاب المناقب، فصل فی من سب اصحاب النبی، حدیث نمبر 3796) (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، حدیث نمبر 4039) (مسند احمد، کتاب باقی المسند المکثرین، حدیث نمبر 11092, 11180, 10657) (مشکوۃ شریف، کتاب الفتن، باب مناقب الصحابہ، صفحہ نمبر 553)

(6) ایک اور جگہ صحابہ ﷺ کو دیکھنے والے کو جہنم سے آزادی کی نوید سنائی جا رہی ہے:

"عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْرَاٰی رَاٰنِیْ"

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا! "اس شخص کو (دوزخ کی) آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہو یا پھر اس شخص (صحابی) کو دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا۔"

(السنن الترمذی، کتاب المناقب، فصل ما جاء فی فضل من رای النبی وصحبہ، حدیث نمبر 3793)(مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب مناقب الصحابہ، صفحہ نمبر 554)

(7) "عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ يَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّابُعِثَ قَائِدًا وَّنُوْرًا لَّهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"

"حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا! میرا کوئی صحابی کسی علاقے میں انتقال کر جائے تو وہ روز قیامت اس علاقہ والوں کے لیے باعث نور اور راہنما ہوگا۔"

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب مناقب الصحابہ، صفحہ نمبر 554)(سنن الاسنن الترمذی کتاب المناقب فصل فیمن سب اصحاب النبی حدیث نمبر 3800)

(8) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ تمہارے ساری عمر کے نیک اعمال انکی ایک لمحہ بھر کی نیکی کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔" (الریاض النضرۃ، جلد 1، مترجم صفحہ 44)

(9) "عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ"

''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ جان لو کہ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے تو وہ میری محبت کی وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض رکھنے کے سبب ان سے دشمنی کرتا ہے اور جس شخص نے ان کو اذیت پہنچائی تو بیشک اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس شخص نے مجھے اذیت پہنچائی تو اس نے اللہ ﷻ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے اللہ ﷻ کو اذیت پہنچائی تو وہ دن دور نہیں جب اللہ ﷻ اسکو اپنے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔''

(المسند امام احمد، کتاب مسند المدنیین، حدیث نمبر 16201) (السنن الترمذی، کتاب المناقب، فصل فیمن سب اصحاب النبی، حدیث نمبر 3797) (مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب مناقب الصحابۃ، صفحہ نمبر 554)

(10) ایک اور جگہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا!

''اِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَؤُھُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ''

''بیشک میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے گستاخ ہیں۔''

(11) ''عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ"

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو برا کہتے ہوں تو تم کہو اللہ کی لعنت ہو تمہاری اس بری حرکت پر۔"

(السنن الترمذی، کتاب المناقب، فصل فیمن سب اصحاب النبی، حدیث نمبر 3801)(مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب مناقب الصحابۃ، صفحہ نمبر 554)

○ ○ ○

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

جس آدمی کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا دامن پکڑنے سے پہلے لوگ غلام کہا کرتے تھے، جب اس نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا دامن پکڑا، تھاما اور لوگوں کو بتادیا کہ میں اس ذات کا دامن نہیں چھوڑوں گا تو رحمتِ خدا تعالیٰ کچھ یوں گویا ہوئی!

"اے بلال! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اکل تک تُو ایک غلام تھا، کل تک تو ایک عام آدمی تھا، کل تک تو کالے رنگ کی وجہ سے دھتکارا جاتا تھا، لیکن آج جب تو میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو گیا ہے تو، تُو عام آدمی نہیں رہا، تو غلام نہیں رہا بلکہ تو ساری مخلوقات کا محبوب بن گیا ہے۔ لوگ تیرے چہرے کی طرف نہیں بلکہ تیرے عشق و محبت کی طرف دیکھ دیکھ کر تجھ پر قربان ہوں گے۔ جا! بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آج میں تیرا وصف، تیرے یقین کا حسن، تیرے ایمان کی خوش مزاجی اس کلام میں بیان فرما دیتا ہوں جس کلام کو تبدیل نہیں ہونا، جس کلام کی حفاظت کی ذمہ داری ہم نے لی ہے۔ ہم آج تیرا ذکر قرآن مجید میں کر دیتے ہیں کہ رہتی دنیا تک لوگ اسے پڑھتے رہیں گے اور تجھے یاد کرتے رہیں گے۔"

(جیسا کہ قرآن مجید کے پارہ نمبر 7، سورۃ نمبر 6 (انعام)، آیت نمبر 52 میں بیان فرمایا)

آج کی طرح کل بھی جاہل لوگ دولت کو ہی سب کچھ مانتے آئے ہیں۔ عزتوں کا شرف دولت اور ذلت کا معیار غریبی کو ٹھہراتے آئے ہیں۔ ان لوگوں کی عادت یہی رہی ہے کہ مالداروں کو رؤسا اور شرفاء کے القابات دے کر اور غریبوں اور مفلسوں کو حقیر، فقیر اور رذیل جیسے ناموں سے پکار کر ان کی توہین کرتے آئے ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ انہوں نے دولت کے ہونے کو عزت اور نہ ہونے کو ذلت کا نام دے دیا ہے۔

حقیقت پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ہر زمانے میں انبیاء کرام کی دعوتِ حق کو قبول

کرنے والے، اتباع کرنے والے اور اس کے سامنے سرخم کرنے والے اکثر و بیشتر لوگ غریب ہی ہیں اور اس کے برعکس دولت مند دولت کے نشے میں ڈوب کر پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو بھی جھٹلاتے آئے ہیں اور انہوں نے حضور والی کائنات احمد مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی الہ و صحبہ وسلم کا بھی انکار کیا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی تبلیغ کے ابتدائی دور میں آپ پر ایمان لانے والے لوگوں میں غالب طبقہ ان لوگوں کا تھا جو غریب، کمزور، غلام اور نیچ قوم سمجھے جاتے تھے۔ ابھی امیروں اور سرداروں نے اسلام قبول کرنے کی طرف خیال بھی نہیں کیا تھا لیکن اس کے برعکس غریب ایمان کی چاشنی سے واقف ہو چکے تھے، اسکے سچے ہونے کا اقرار کر چکے تھے اور اس پر قائم بھی تھے۔

"ہرقل نے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تھا کہ اے ابوسفیان تو مکہ کا رئیس ہے، تو بتا کیا اس آخر الزمان نبی ﷺ کی پیروی قوم کے کسی بڑے آدمی نے بھی کی ہے یا غریب لوگ ہی ان پر ایمان لائے ہیں۔؟

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسلام قبول کرنے سے پہلے) نے فرمایا!

"ضعفاء، غلام، غریب اور نیچ لوگ ہی زیادہ تر ان پر ایمان لائے ہیں۔"

ہرقل نے کہا!

"رسولوں کی پیروی پہلے ایسے لوگوں نے ہی کی ہے۔"

قریش کے اَئِمَّۃُ الْکُفْرَانُ مُؤْمِنْ ضُعَفَاءُ کا مذاق اڑاتے، ان پر سختی کرتے اور ان سے سخت نفرت کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں قریش کے امیر لوگوں کی ایک جماعت آئی اور وہاں پر حضرت خباب، حضرت صہیب، حضرت عمار اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔

قریش کے دولت مندوں نے اپنی دولت کے گھمنڈ میں کہا!

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم)! کیا تم کو قوم کے یہ لوگ پسند آئے ہیں۔؟ کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ (ﷻ) نے ان پر احسان فرمایا ہے۔؟ ہم ان کے گروہ میں مل کر کیسے تمہاری بات مان سکتے ہیں۔؟ تم انہیں پاس سے ہٹا دو تو پھر ہم تمہاری پیروی کریں گے۔"

جوں ہی انہوں نے یہ بات کہی تو اُدھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر وحی نازل فرمادی۔ جو کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں نازل ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

"وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 7، سورۃ نمبر 6 (انعام)، آیت نمبر 52)

"اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔ تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے○"

(کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو حکم فرمایا!

"یہ جو ہر وقت میری رضا جوئی کی خاطر معروفِ عبادت رہتے ہیں، میرے مقبول و محبوب بندے اور میرے خاص مقربین ہیں، بظاہر تو مفلس اور غریب ہیں لیکن درحقیقت دولتِ ایمان سے مالا مال ہیں۔ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! قریش کے مال وجاہ میں مست اور

مغرور و متکبر، نام نہاد شرفاء کی خاطر ان معزز صحابہ کو دور نہ کریں جن کو سرادارانِ قریش محض غربت کی بنا پر حقیر سمجھتے ہیں۔ در اصل یہی لوگ میرے ہاں جاہ و مرتبہ والے ہیں۔"

یہ وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کی عزت کرتے ہیں، آپ ﷺ کا حق پہچانتے ہیں، آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کرتے، جو آپ ﷺ فرما دیتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس رؤساءِ مکہ اِن کو اُٹھا کر خود بیٹھنا چاہتے ہیں حالانکہ نہ تو وہ نافرمانی سے بچیں گے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی عزت و احترام کریں گے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت بلال اور آپ کے ساتھیوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے مقام و مرتبہ کو ایک خاص انداز سے واضح فرمایا اور رؤساءِ مکہ کو بے عزتی اور لعنت کا طوق پہنایا کہ تم کو اپنی دولت پر گھمنڈ ہے لیکن یہ جن کو تم نبی ﷺ کے پاس سے اُٹھانا چاہتے ہو ان کو اپنے ایمان پر فخر ہے۔

۞ ۞ ۞

حضرت بلال ﷺ صحابی رسول ﷺ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ کمال حاصل ہے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت ہر لحہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ رہے۔ غلامی سے آزادی کے بعد ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی معیت میں گزاری۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن سکھاتے اور دوسرے مسائل میں رہنمائی فرماتے۔ دوسرے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے پاس آ کر پوچھنا پڑتا تھا لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم گاہے بگاہے ان کو وصیتیں اور نصیحتیں فرماتے رہتے تھے۔

اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو شان اور مقام ہے وہ ہماری عقلوں سے بالاتر ہے۔

پیدائش:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش ہجرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے تینتالیس (43) سال قبل ہوئی۔

(دلائل الاسماء، صفحہ 93-94) (عاشق رسول حضرت بلال، صفحہ 14) (سیدنا بلال، صفحہ 54) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 4)

اعلان نبوت کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف تیس (30) سال تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے تقریباً دس سال چھوٹے تھے۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سراۃ میں پیداہ ہوئے۔

(اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 9) (مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 1003) (سیرت سیدنا

حضرت بلال،صفحہ 3)(داعی السماء،صفحہ 93-94)(عاشق رسول حضرت بلال،
صفحہ 14)

نام:

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

(اسد الغابہ،جلد 2،صفحہ 9)(مدارج النبوۃ،جلد 2،صفحہ 1003)(سیرت سیدنا
حضرت بلال،صفحہ 3)(داعی السماء،صفحہ 93-94)(عاشق رسول حضرت
بلال،صفحہ 14)

کنیت:

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت "ابوعبداللہ" یا "ابوعازن" تھی۔

(اسد الغابہ،جلد 2،صفحہ 9)(مدارج النبوۃ،جلد 2،صفحہ 1003) (سیرت
سیدنا حضرت بلال،صفحہ 3)(داعی السماء،صفحہ 93-94)(عاشق رسول حضرت
بلال،صفحہ 14)

ماں باپ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام "رباح" اور والدہ کا نام "حمامہ" تھا۔

(اسد الغابہ،جلد 2،صفحہ 9)(مدارج النبوۃ،جلد 2،صفحہ 1003)(سیرت سیدنا
حضرت بلال،صفحہ 3)(داعی السماء،صفحہ 93-94)(عاشق رسول حضرت
بلال،صفحہ 14)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ دینِ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر تھیں اور حبشیوں میں عالمہ،فاضلہ،عابدہ اور زاہدہ سمجھی جاتی تھیں۔یہاں تک کہ بعض فرنگیوں سے منقول ہے کہ انہوں نے درسِ توحید امِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھا۔(داعی السماء،صفحہ 64)

والدہ اور والد:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

''میں نے ایک بار اپنے ماں باپ کو رنگوں کے بڑے بڑے برتنوں کی بھاپ میں کام کرتے ہوئے چہڑار تکنے والے احاطے میں دیکھا۔ میرے ماں باپ کی بے پناہ قوت کو اس طرح نچوڑا گیا تھا اور وہ اتنی گھٹ گئی تھی کہ جو عمر پوری جوانی کی ہونی چاہیے وہ ان کا بڑھاپا بن گئی۔ میری ماں کھانس رہی تھی اور وہ ہمیشہ کھانستی ہی رہتی تھی یہاں تک کہ کھانستے کھانستے ہی اس کی جان نکل گئی۔''

(بلال، مترجم صفحہ 18 از H.A.L گریگ، انگریز مؤرخ)

خود غلام تھے اور ماں باپ؟:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والدین کے بارے میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''وہ بحیرۂ احمر کے اُس پار سے آئے ہوئے حبشی تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیسے غلام بنے۔ یہ بات انہوں نے کبھی نہیں بتائی۔ فراموشی کے باعث یہ ناقابلِ برداشت ہوگئی تھی، حالانکہ میری ماں نے ایک بار کہا تھا کہ گو میں غلام پیدا ہوا لیکن میرا نطفہ آزادی کی حالت میں ٹھہرا تھا۔ لہٰذا یہ مجھے معلوم تھا کہ میں اپنی زندگی کی سب سے زیادہ پراسرار حالت یعنی صورت حمل میں غلام نہیں تھا۔''

(سیدنا بلال، صفحہ 53، از پروفیسر محمد طفیل)(بلال، از H.A.L گریگ، انگریز مؤرخ)

بھائی، بہن:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بھائی بھی تھا جس کا نام "خالد" تھا اور آپ ﷺ کی ایک "غفرۃ" نامی بہن بھی تھی جو "عمر بن عبداللہ" کے نکاح میں آئیں۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 4)

حبشی:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق اُن قبائل سے تھا جو قدیم زمانہ سے حبشہ اور یمن کے درمیان آباد تھے۔ اسی لیے ان میں کلیۃً نہ حبشی و زنجی اوصاف پائے جاتے اور نہ ہی کلیۃً وہ سامی النسل کی خصوصیات کے حامل تھے۔

(عاشق رسول حضرت بلال، صفحہ 14 از ڈاکٹر سید عامر گیلانی)(سیدنا بلال، صفحہ 52، از پروفیسر محمد طفیل)

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حلیۂ مبارک

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ کچھ اس طرح تھا:

(1) ''رنگ تیز گندمی تھا، آپ نحیف الجسم تھے، پنڈلیوں پر گوشت کم تھا اور قد طویل القامہ تھا۔ (اسد الغابہ، جلد2، صفحہ 13)

(2) ''آپ کا قد نہایت طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گوں بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال خمدار، گھنے اور اکثر سفید تھے۔''

(طبقات ابن سعد، القسم الاول، الجزالثالث، صفحہ 17)(سیدنا بلال، صفحہ 55، از پروفیسر محمد طفیل)

کتاب ''عاشق رسول حضرت بلال'' کے مصنف ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی نے بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر سائیس کی کتاب ''الاجناس القدیم'' کے حوالے سے حبشیوں کے بارے میں لکھا ہے:

''حبشیوں کا چہرہ لمبوترہ اور نتھنے کشادہ ہوتے ہیں۔ان کی ٹھوڑی سکڑی ہوئی مگر پتلی ہوتی ہے۔ان کے دانت بڑے ہوتے ہیں۔انکی عقل داڑھ جلد نکل آتی ہے لیکن دیر بعد ٹوٹتی ہے۔ان کے ہونٹ موٹے اور بھدے ہوتے ہیں۔انکی کھوپڑی پھیلی ہوئی اور بازو لمبے ہوتے ہیں۔انکی پنڈلی کا گوشت موٹا اور بھدا ہوتا ہے۔ان کے پیر کی ہڈی پھیلی ہوئی اور انگوٹھا اکڑا ہوا ہوتا ہے۔فنون کی طرف ان کا میلان بالعموم کم ہوتا ہے۔''

(عاشق رسول حضرت بلال، از ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی)(سیدنا بلال، صفحہ 55، از پروفیسر محمد طفیل)

(3) مصنف موصوف نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک یہ لکھا ہے:

''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ تیز گندمی یعنی سیاہ تھا۔جمہور کی رائے میں آپ ''حبشی مولدین'' میں سے تھے۔نحیف الجسم اور طویل القامت تھے۔آپ کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح چمکتی تھیں۔ رُخساروں پر گوشت کم تھا، سینہ کشادہ تھا، آواز بہت بلند اور بارعب

تھی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر کثرت سے بال تھے لیکن داڑھی مبارک ہلکی تھی۔"

(عاشقِ رسول حضرت بلال،از ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی)(سیدنا بلال،صفحہ 56،از پروفیسر محمد طفیل)

غلاموں میں سب سے پہلے ایمان:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔یعنی آپ "اَوَّلُ الْمُسْلِمِ مِنَ الْعِبَادْ" ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے وقت کل سات (7) مسلمان تھے۔

✿ ✿ ✿

حضرت بلال ﷺ کی عمر کے ماہ و سال

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے اور آپ کے والد اور والدہ بھی غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے، جو بنی جمح سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اپنا تمام کاروبار آپ کے صدق کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں میں دیا ہوا تھا یعنی اس کا تمام کاروبار آپ ہی سنبھالتے تھے، اسی طرح آپ کی زندگی گزر رہی تھی۔

حضرت بلال ﷺ کا تجارت کے لیے جانا:

ایک دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ آگے امیہ پیچھے حضرت بلال ﷺ۔ اچانک امیہ بولا!

"بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اس سال تجارت کا قافلہ تیار ہے، تم بھی تیاری کا پروگرام بناؤ، لیکن گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی دوسروں سے بازی جیت لینا یعنی خوب نفع کمانا۔"

حضرت بلال ﷺ نے فرمایا!

"اطمینان رکھیے اس سال گزشتہ سال سے بھی زیادہ نفع ہوگا۔"

امیہ نے کہا!

"سنا ہے دوسروں کے قافلے کل جا رہے ہیں۔ ؟ تم آج سے اپنا سامان مکمل کر لو کہیں تم ان سے پیچھے نہ رہ جاؤ۔"

حضرت بلال ﷺ نے فرمایا!

"صاحب! فکر کی کوئی بات نہیں آپ میری ہمت سے خوب واقف ہیں۔ دیکھنا ہم ہی سب سے پہلے نکلیں گے۔"

امیہ نے کہا!

"اے بلال (رضی اللہ عنہ)! میرے بیٹے کا انتظار کرنا کیونکہ وہ بہت سست ہے اگر تم قافلے سے رہ گئے تو میں صرف تم سے باز پرس کروں گا۔"

یہ کہہ کر دونوں یعنی امیہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کی طرف چل پڑے اور امیہ سردارانِ قریش کے حلقہ میں بیٹھ گیا کہ وہ ان کی مجلسِ شوریٰ تھی جس میں کل جانے والے قافلے کے بارے میں غور وخوض کیا جا رہا تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔

امیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا!

"میں تیرا انتظار کروں گا تم اتنی دیر میں "ہبل" بت کی بارگاہ میں پہنچ کر کل کے سفر کے بارے میں فال نکالو۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ہبل" بت کی طرف چلے گئے۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا ہجوم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہجوم بت سے ایک فیصلہ کرانا چاہتا ہے۔ وہ فیصلہ ایک بچے کے بارے میں ہے۔ (مؤذن الرسول) (داعی السماء) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 60)

کچھ بچے کے بارے میں:

ایک عورت بچہ ہاتھوں میں لیے کھڑی ہے۔ اس کے مرد کو شبہ ہے کہ یہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے۔ بت کا خادم چند تیر اُلٹے سیدھے گھما رہا ہے لیکن وہ بیچاری عورت غم کے آنسو بہا رہی ہے اور سخت پریشان ہے کہ نا معلوم اس بیچاری کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا۔

تھوڑی دیر کے بعد عورت کے نام تیر نکلا جس پر لکھا ہوا تھا "صریح" عورت اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئی اور بچے کو سینے سے لگا لیا اور اپنے شوہر کی طرف خوشی سے دیکھ کر کہنے لگی کہ "بت نے کیسا بہتر فیصلہ کیا ہے۔" (مؤذن الرسول) (داعی السماء) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 61)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور فال:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ کے حکم کے مطابق بت کے خادم کو کچھ پیسے

دیئے اور سوال کیا کہ "کل ہم سفر پر جا رہے ہیں اس کا کیا بنے گا۔؟" بت کے خادم نے حسب عادت تیر گھمائے۔اس سے نتیجہ نکلا۔

"سفر پر نہ جاؤ!"

اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت غمگین ہوئے۔کاہن آپ کو غمگین دیکھ کر کہنے لگا!

"اور پیسے دو، ممکن ہے بت مہربان ہو جائے۔؟"

آپ نے دوبارہ پیسے دیئے۔کاہن نے تیر گھمایا تو ایک تیر پر لکھا نظر آیا

"مسافر سفر کرو!"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو گئے لیکن اپنے مالک کے اطمینان کے لیے اور پیسے دے کر دوبارہ فال نکلوائی۔پھر سفر کی اجازت کا قرعہ نکلا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن ہو کر امیہ کے پاس آئے اور اسے سارا حال سنایا۔امیہ نے کہا!

"اب تیاری میں لگ جاؤ۔"

(مؤذن الرسول)(داعی السماء)(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 61-62)

قافلہ کی روانگی:

صبح ہوتے ہی قافلہ چل پڑا۔بنی جمح کے قافلے کی سرداری حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی گئی اور قافلہ کی قطاریں تاحدِ نگاہ رواں دواں ہونے لگیں۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سُریلی آواز میں گیت پڑھنے شروع کیے۔آپ کے گیتوں نے قافلہ والوں کو سفر کی تھکان تک محسوس نہ ہونے دی، یہاں تک کہ ملکِ شام میں قافلہ اس وقت پہنچا جب رات کی سیاہی پھیل رہی تھی اور سورج غروب ہونے والا تھا۔(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 62)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلی ملاقات:

قافلوں کو اپنے مقام پر ٹھہرا کر تاجر سردار ایک جگہ پر مشورہ کر رہے تھے کہ "اب کیا کرنا ہے۔؟" ان میں سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔انہوں نے حضرت

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا!

"اَمَا الَّذِیْ صَوْتُکَ یَا بِلَالُ وَمَا اَحْلَاهُ اَنْسَتَعِبُ الطَّرِیْقَ وَقَصِرَ عَلَیْنَا الْمَسَافَاتُ" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 62)

"آپ کی آواز کتنی بلند ہے اور کیسی میٹھی ہے، آپ نے ہمارے راستے کی تھکان بھلا دی بلکہ مسافت کی زیادتی محسوس ہی نہیں ہونے دی۔"

اس کے بعد جتنا عرصہ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکِ شام سفر کیا آپ کی ملاقاتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتی رہیں اور اچھی خاصی دوستی ہو گئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خواب اور تعبیر:

قافلے والے سارا سامان فروخت کر چکے تھے اور جو کچھ خریدنا تھا خرید چکے تھے۔ صبح قافلوں نے واپس مکہ مکرمہ جانا تھا۔ اس رات حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک طرف جاتے ہوئے دیکھا تو آپ بھی ان کے پیچھے چل پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مڑ کر دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرہے ہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہر گئے اور پوچھا!

"کہاں جا رہے ہو۔؟"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

"آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ لیکن آپ اس وقت اندھیری رات میں کہاں جا رہے ہیں۔؟"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا!

"راہب کے ہاں جا رہا ہوں کیونکہ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر پوچھوں گا۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

"یہ تو آپ کا خصوصی معاملہ ہے، مجھے اجازت دیں کہ میں واپس چلا

جاؤں۔؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"نہیں نہیں! بلکہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں اور خواب کی تعبیر سنیں۔"

جب یہ دونوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما راہب کے پاس پہنچے تو راہب نے دونوں کو دیکھ کر پوچھا!

"کیسے آنا ہوا؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخاطب ہو کر فرمایا!

"میں نے خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتادیں۔"

راہب نے کہا!

"خواب سنائیں۔"

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سارا خواب سنایا (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں کیا دیکھا یہ معتبر روایات سے ثابت نہیں ہے)!

راہب نے خواب سن کر کہا!

"آپ کہاں سے آئے ہیں۔؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"مکہ سے۔"

راہب پھر گویا ہوا اور کہنے لگا!

"آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"قریش سے۔"

راہب نے کہا!

"کیا کام کرتے ہیں۔؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"تجارت کرتا ہوں۔"

راہب نے یہ سب باتیں پوچھ کر کہا!

"اِنَّ صَدَقَ اللّٰہُ رُؤْیَاکَ فَاِنَّہٗ یَبْعَثُ نَبِیٌّ مِّنْ قَوْمِکَ تَکُوْنُ وَزِیْرُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ وَخَلِیْفَتُہٗ مِنْ بَعْدِ مَمَاتِہٖ"

(داعی السماء، صفحہ 8)(سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 63)

"بیشک اللہ تعالیٰ ﷻ نے تجھے سچا خواب دکھایا ہے (اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ) بیشک تیری قوم میں ایک نبی مبعوث ہوں گے اور تو اُن کی زندگی میں ان کا وزیر ہوگا اور انکی وفات کے بعد ان کا خلیفہ ہوگا۔"

عشقِ بلال رضی اللہ عنہ کا آغاز:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہب اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تقریر غور اور خاموشی سے سنتے رہے۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راہب سے پوچھا!

"نبی کون ہوتا ہے۔؟"

راہب نے کہا!

"اللہ ﷻ کی طرف سے پیغام لانے والا اللہ تعالیٰ ﷻ کا محبوب بندہ نبی کہلاتا ہے۔"

یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"یہ لات، عزیٰ اور منات وغیرہ ان کا کیا بنے گا۔؟ کیا یہ کچھ نہ کر سکیں گے۔؟"

راہب نے کہا!

"وہ نبی ان سب کو پاش پاش کردے گا، بس ایک خدا کی عبادت کا حکم

دے گا۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ نمبر 63)

اسی وقت سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ پیدا ہو گیا تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دل وجان سے حضورِ اکرم ﷺ کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ والیِ کائنات، احمدِ مختار، حبیبِ کردگار، سرورِ دو جہاں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے ظہور کے انتظار میں تھے۔

قافلوں کی واپسی:

قافلے شام سے مکہ مکرمہ پہنچے، ان کی عادت تھی کہ وہ واپسی پر کعبہ شریف کا طواف کرتے تھے اور پھر گھروں کو جاتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی میں شامل تھے، لیکن دل ان کے ساتھ نہیں تھا۔ طواف تو کر رہے تھے، لیکن بتوں سے سخت نفرت ہو گئی تھی۔ طوافِ کعبہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مالک امیہ کے پاس تجارتی سامان پیش کیا۔ اس سال خوب منافع ہوا، لیکن امیہ نے ذرہ برابر بھی توجہ نہ دی اور نہ ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنے بڑے کارنامے پر شاباش دی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر سخت چوٹ لگی (اور آپ دل ہی دل میں) کہنے لگے!

"کاش! غلامی کا پھندا گلے میں نہ ہوتا! اور نہ ہی یہ ذلت دیکھنی پڑتی، مالک نے تو میری سخت محنت ومشقت کی کوئی قدر ہی نہ کی۔!!"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی فکر میں تھے کہ رات کے وقت ہاتفِ غیبی نے مژدۂ بہار سناتے ہوئے کہا!

"اے خدا ﷻ کے بندے! مبارک ہو! عنقریب تیرے گلے سے غلامی کا یہ پھندا اُترنے والا ہے۔ تجھ پر خلقِ خدا رشک کرے گی۔ تم ایسے سرفراز ہونے والے ہو کہ خلقِ خدا تمہاری قسمت پر قربان ہونے کو تیار ہو گی۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 64-65)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دعوتِ اسلام

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی دن، رات پریشانی اور حزن و ملال سے گزارے۔ قلق و اضطراب اور بے چینی سے نیند آنکھوں سے اڑ گئی تھی۔ ایک رات بستر پر آرام فرما رہے تھے کہ ایک پرکشش آواز کانوں میں گونجی۔ کوئی پکارنے والا پکار رہا تھا:

"یَا بَلَالُ! یَا بَلَالُ! یَا بَلَالُ!"

"اے بلال! اے بلال! اے بلال!"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باہر نکل کر دیکھا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ مصافحہ و معانقہ کے بعد دونوں میں اس طرح گفتگو ہوئی:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تمہارے لیے ایک عظیم خوش خبری لایا ہوں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

"کیسی خوشخبری؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے! مبارک ہو!"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

"ان کا اسم گرامی کیا ہے۔؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"ان کا نام (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

''اُن کے اعلان پر میں سب سے پہلے حاضر ہوا اور عرض کیا!

''آپ کی نبوت پر میرا ایمان ہے، لیکن معجزہ۔؟''

تو انہوں نے فرمایا!

''(میرا معجزہ) وہی جو تو نے خواب میں دیکھا اور تعبیر راہب نے بتائی۔''

اس کے بعد حضرت صدیق اکبر ﷛ گویا ہوئے۔!

''اے بلال (﷛)! تم بھی میرے خواب کی تعبیر خود سنتے رہے تھے لہٰذا میں (صدیق اکبر ﷛) تو اَب اُن (حضورِ نبی کریم ﷺ) کا دل و جان سے شیدا ہو چکا ہوں اور تمہیں بھی دعوتِ اسلام دینے آیا ہوں۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

''ہاں مجھے یاد ہے، میں بھی اس وقت سے انتظار میں ہوں لہٰذا سنیے!

''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

''لیکن اس راز کو مخفی رکھنا، کہیں تمہارے مالک کو علم ہو گیا تو پھر......''

یہ کہہ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے، لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح اٹھتے ہی حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، بیعت کی اور پھر لگاتار روزانہ بلاناغہ حاضری دینے لگے۔ لیکن اس کی امیہ کو خبر نہ ہونے دی۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 65-66)

رُوحِ بلبلِ زلفِ مصطفیٰ ﷺ کی اسیر:

امیہ بن خلف نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سستے داموں خریدا تھا۔ وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دن بھر کی مزدوری لیا کرتا تھا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ ابد قرار کی زیارت کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ جسم کافر کا غلام تھا لیکن روح بلبلِ زلفِ مصطفیٰ ﷺ کی اسیر تھی۔ وہ تمام دن اپنے مالک کا کام کرتے رہتے لیکن دل یادِ مصطفیٰ ﷺ کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ (صدائے نوری شرح مثنوی)

رازِ اِفشا، مصیبتوں، دشواریوں اور ظلموں کی انتہا!

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وسلم کی محبت وعشق میں مست تھے۔ رات دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیت گاتے رہتے۔ ایک رات اپنے عشق کی وارفتگی میں بتوں کی مذمت اور توحید ورسالت کی باتیں کر رہے تھے اور ایک بدبخت سن رہا تھا۔ اس نے صبح ہوتے ہی امیہ بن خلف کو سارا ماجرا سنا دیا۔

امیہ یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت تکلیفیں دینے لگا۔ اِن کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینے پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کرسکیں اور کہتا تھا کہ "اس حال میں مر جا! اور اگر زندگی چاہتا ہے تو اسلام سے ہٹ جا!" مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں بھی "احد احد" (معبود ایک ہی ہے، ایک ہی ہے) پکارتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ساری تکلیفیں دن کے وقت دی جاتیں، جب رات ہوتی تو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے روز اُن زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قرار ہو کر اسلام سے پھر جائیں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔

عذاب دینے والے اُکتا جاتے، کبھی ابوجہل کا نمبر آتا، کبھی امیہ کا اور کبھی کسی اور کا۔ ہر شخص یہ کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دے۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 5)

بلال رضی اللہ عنہ کے جسم میں ببول کے کانٹے!:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کی خبر سنتے ہی اسلام لے آئے۔ اس (امیہ) اَزلی بدبخت نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ دن چڑھے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بدن میں ببول کے کانٹے چبھو دیا کرو اور جب آفتاب خوب گرمی اُگل رہا ہو تو دھوپ میں چت لٹا کر سر سے

پاؤں تک ان پر گرم پتھر رکھ دیا کرو تاکہ ہل نہ سکیں اور ان کے گرد آگ لگا دیا کرو۔

جسدِ بلال رضی اللہ عنہ اور امیہ کے مظالم:

کہتے ہیں کہ جب آفتاب نصف النہار پر پہنچ جاتا اور گرمی کی شدت سے زمین تنور کی طرح ہو جاتی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ کی پتھریلی زمین کے کھلے میدان میں لے جایا جاتا اور ننگا کر کے سخت دھوپ اور ریت پر ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا جاتا تاکہ یہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔ لیکن جس قدر آپ پر سختیاں تیز ہوئیں آپ پر مستئ عشق اور زیادہ غالب آتی گئی۔

بلال رضی اللہ عنہ اور آوارہ لڑکے:

بسا اوقات امیہ کا رویہ اور سخت ہوتا تو وہ آپ کو مکہ مکرمہ کے آوارہ لڑکوں کے حوالے کر دیتا، وہ لڑکے آپ کو گلی کوچوں میں چکر دیتے پھرتے اور یہ (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے کہ "احد احد" (خدا ایک ہی ہے، ایک ہی ہے) پکارتے رہتے۔

شب و روز تکلیف میں:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ صرف دن کے وقت اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی جاتیں تھیں بلکہ جب شام ہوتی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر اندھیرے میں رکھا جاتا اور حکم ہوتا کہ باری باری انہیں کوڑے مارے جائیں اور تا صبح ان سے مار کو موقوف نہ کیا جائے۔ کئی روز تک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مصیبتِ جانکاہ میں گرفتار رہے۔

(تفسیر عزیزی، از شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ)

ورنہ...... ختم کر دوں گا۔!!:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"ایک دن میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ ازلی بدبخت امیہ

آپ کو ایذا دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

''بتوں پر ایمان لے آ!! ورنہ...... جان سے ختم کر دوں گا۔''

اس بدبخت کی اس بات کے جواب میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے:

''میں تو بتوں سے بیزار ہوں (پھر میں بتوں پر ایمان کیسے لا سکتا ہوں)''

یہ سن کر اس خبیث امیہ کا غصہ اور تیز ہو جاتا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ آپ کے سینے پر چڑھ گیا اور دو زانوں بیٹھ کر زور سے آپ کا گلا دبانے لگا یہاں تک کہ آپ کی سانس بند ہو گئی اور بے حس و حرکت پڑے محسوس ہونے لگے۔ میں سمجھا کہ شاید آپ فوت ہو گئے ہیں۔

میں جس کام کو جا رہا تھا اُسے پورا کر کے واپس لوٹا تو تا حال آپ بے ہوش پڑے تھے۔ میرے آتے وقت اچانک آپ ہوش میں آئے تو اس ازلی بدبخت نے پھر کہا!

''اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! بتوں پر ایمان لے آ۔!!!''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ کہا لیکن میں کچھ سمجھ نہ سکا، اس لیے کہ بوجہ ضعف و نقاہت آپ کی آواز بالکل نہ ہونے کے برابر تھی۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 6-7)

✿ ✿ ✿

بلال ﷜ کی کہانی انہیں کی زبانی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"امیہ نے ایک روز مجھے موسم گرما میں باندھ کر تمام رات اسی حالت میں رہنے دیا پھر دوپہر کے وقت ننگا کر کے دھوپ میں سنگریزوں پر ڈال دیا اور گرم پتھر لا کر میرے سینے پر رکھ دیئے جس سے میں بے ہوش ہو گیا۔ معلوم نہیں کس شخص نے وہ پتھر میرے سینے سے دور کیے۔ جب مجھے ہوش آیا تو شام ہو چکی تھی میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ مصیبت بھی کیسی نعمت ہے۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 7)

زبان پر لوہے کی گرم سلاخیں:

بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ خبیث امیہ لوہے کی سلاخیں گرم کر کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر رکھ کر کہتا:

"اب تو محمد (ﷺ) کا نام لینا چھوڑ دے۔؟"

لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زیادہ "احد (ﷻ) احد (ﷻ) اور محمد (ﷺ) محمد (ﷺ)" کہتے یہاں تک کہ بیہوش ہو جاتے۔

بلال ﷜ کی گردن میں رسی:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"ایک روز اس خبیث نے مجھ پر ظلم ڈھایا کہ اونٹ کے بالوں کی ایک پچاس ہاتھ لمبی رسی گردن میں ڈال کر مکہ کے لڑکوں کو پکڑا دی۔ وہ مجھے اُوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کھینچتے یہاں تک کہ میری گردن زخمی ہو گئی۔ اس کے بعد مجھے خدا تعالیٰ ﷻ نے اس سے نجات دی۔"

اسی دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ آپ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال دیکھ کر سخت مضطرب ہوئے۔ دوسرے دن بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی منظر دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علیحدگی میں مشورہ دیتے ہوئے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تمہارا مالک کافر ہے۔ اس کے سامنے حضرت محمد (ﷺ) کا نام مبارک نہ لیا کرو اور اپنے محبوب کو دل میں یاد کر لیا کرو۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا!

"نہیں جناب صدیق (رضی اللہ عنہ)! یہ میرے بس کا روگ نہیں۔"

رہی بات امیہ کے ظلم و ستم کی تو اس کی مجھے قطعاً پرواہ نہیں، وہ مجھے شہید بھی کر ڈالے تو بھی میں باز نہیں آؤں گا۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 9)

ورقہ بن نوفل اور بلال رضی اللہ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"میں روزمرہ کی طرح گرم چٹانوں تلے دبا امیہ کے کوڑے کھا رہا تھا اور وہ ہر کوڑے پر لات وعزیٰ (بتوں) کی عبادت پر مجبور کر رہا تھا کہ ادھر سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا۔ وہ میرے منہ سے "اَحَدٌ اَحَدٌ" کی آواز سن کر رُک گئے اور انہوں نے باآواز بلند کہا: "اے بلال (رضی اللہ عنہ)! وہ (اللہ ﷻ) واقعی ایک ہے۔"

پھر انہوں نے امیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا!

"میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے اسے مار ڈالا تو میں اس کی قبر پر درگاہ (دربار بناؤں گا اور گنبد) تعمیر کروں گا۔"

(بلال، از H.A.L، گریگ) (سیدنا بلال، صفحہ 82-83)

اَحَدٌ،اَحَدٌ اَنَا لَا اُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا:

امیہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مختلف سزائیں دیتا اور آپ کو سزائیں اور تکالیف دے کر خوشی محسوس کرتا۔ وہ کسی بھی طریقے سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا دین منوانا چاہتا تھا۔ اسی لیے وہ آپ کو سزائیں دیتا رہتا کہ شاید یہ مان جائیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین میں سچے، پکے تھے، وہ کہاں بدلنے والے تھے۔ اُن کو علم تھا کہ اگر میں اس دین سے بدل گیا تو پھر میرا نہ تو دنیا میں کوئی والی ہے اور نہ آخرت میں۔ اور آخرت کا عذاب تو دنیا کی سزاؤں سے کروڑوں درجہ زیادہ دردناک ہے۔

اسی طرح ایک دن امیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکالیف دے رہا تھا اور ساتھ ساتھ کہہ رہا تھا:

"تو محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دے میں تجھے ایسی ایسی چیزیں دوں گا۔ مال و دولت دوں گا، اپنے سارے مال کا مالک بنا دوں گا، تو صرف محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دو اور لات و عزیٰ کی عبادت کیا کر۔"

امیہ کی یہ بیہودہ باتیں سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

اَحَدٌ،اَحَدٌ اَنَا لَا اُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا اَنَا کَافِرٌ بِالَّاتِ وَالْعُزّٰی"

"اللہ (تعالیٰ ﷻ) ایک ہے، وہ ایک ہے۔ میں اللہ (تعالیٰ ﷻ) کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور میں لات و عزیٰ کو معبود ماننے (اور اُن کی عبادت کرنے) سے انکار کرتا ہوں۔"

(طبقات ابن سعد، القسم الاول، الجزالثالث، صفحہ 165)(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 2، صفحہ 774)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر امیہ کے ظلم و ستم کا خلاصہ:

امیہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں دے دیتا اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انہیں لیے پھرتے، یہاں تک کہ گردن زخمی ہو جاتی اور اس میں رسی کے نشان کھب جاتے۔

اَحَدٌ، اَحَدٌ اَنَا لَا اُشرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا:

امیہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مختلف سزائیں دیتا اور آپ کو سزائیں اور تکالیف دے کر خوشی محسوس کرتا۔ وہ کسی بھی طریقے سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا دین منوانا چاہتا تھا۔ اسی لیے وہ آپ کو سزائیں دیتا رہتا کہ شاید یہ مان جائیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین میں سچے، پکے تھے، وہ کہاں بدلنے والے تھے۔ اُن کو علم تھا کہ اگر میں اس دین سے بدل گیا تو پھر میرا نہ تو دنیا میں کوئی والی ہے اور نہ آخرت میں۔ اور آخرت کا عذاب تو دنیا کی سزاؤں سے کروڑوں درجہ زیادہ دردناک ہے۔

اسی طرح ایک دن امیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکالیف دے رہا تھا اور ساتھ ساتھ کہہ رہا تھا:

"تو محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دے میں تجھے ایسی ایسی چیزیں دوں گا۔ مال و دولت دوں گا، اپنے سارے مال کا مالک بنا دوں گا، تو صرف محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دو اور لات وعزیٰ کی عبادت کیا کر۔"

امیہ کی یہ بیہودہ باتیں سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

اَحَدٌ، اَحَدٌ اَنَا لَا اُشرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا   اَنَا کَافِرٌ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی"

"اللہ (تعالیٰ ﷻ) ایک ہے، وہ ایک ہے۔ میں اللہ (تعالیٰ ﷻ) کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور میں لات وعزیٰ کو معبود ماننے (اور اُن کی عبادت کرنے) سے انکار کرتا ہوں۔"

(طبقات ابن سعد، القسم الاول، الجزالثالث، صفحہ 165) (سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 2، صفحہ 774)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر امیہ کے ظلم وستم کا خلاصہ:

امیہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں دے دیتا اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انہیں لیے پھرتے، یہاں تک کہ گردن زخمی ہو جاتی اور اس میں رسی کے نشان کھُب جاتے۔

مکہ مکرمہ کی گرم ریت پر اس وقت لٹایا جاتا جب سورج اپنی تمام تر تمازت کے ساتھ آگ برسا رہا ہوتا۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرم دھوپ میں گرم زمین پر لٹا کر اوپر گرم پتھر بھی رکھ دیئے جاتے تاکہ آپ تھوڑی بہت حرکت بھی نہ کر سکیں۔

آپ کو مشکوں میں بند کر کے لکڑیوں سے پیٹا جاتا۔

دھوپ میں بٹھایا جاتا اور بھوکا رکھا جاتا۔

ساری ساری رات مکہ کے مختلف لوگ آپ کو پیٹتے رہتے۔

آپ کا گلا دبایا جاتا جس سے آپ کا سانس بند ہو جاتا اور بے ہوش ہو جاتے۔

جسم میں کانٹے چبھوئے جاتے جس سے جسم میں ورم ہو جاتے اور ریشہ پڑ جاتا۔

پہاڑ پر چڑھا کر نیچے گرایا جاتا جس سے آپ کو شدید چوٹیں آتیں۔

ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونکے جاتے۔

اس کے علاوہ کئی ایسی سزائیں تھیں جو امیہ خبیث، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا کرتا تھا۔

☼ ☼ ☼

بلال ﷛ کا عشقِ رسول ﷺ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص شہرت پائی۔ جب امیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظلم وستم کرتا تو آپ "اَحَدٌ، اَحَدٌ (ﷻ) اور مُحَمَّدٌ، مُحَمَّدٌ (ﷺ)" پکارتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"اے بلال (﷛)! آہستہ پڑھ لیا کرو۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ دن تو عمل کیا کہ آہستہ آہستہ پڑھتے رہے لیکن عشق نے بیقرار کیا آپ کے الفاظ کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے ۔

پتھروں سے ہو رہا ہوں پائمال — خون دینے لگا ہے بال بال
ان عذابوں کی مجھے پرواہ نہیں — ان تکالیفوں سے دل دُکھتا نہیں
دفترِ عشاق میں لکھ لے مجھے — چاہے پھر جتنی بھی ایذا دے مجھے
دیکھ پھر کس شوق سے لیتا ہوں میں — جان کس شوق سے دیتا ہوں میں

مصنف داعی السماء:

"هُوَ مَعْنَى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لِي طَوِيْلُ غَلْبِهِ عَاشَ وَمَاتَ وَهُوَ لَا يَرْجُوْ بِي دُنْيَا وَلَا بَعْدَ صَوْتِهِ إِلَّا اَنْ يَّأْوِيْ اِلٰى جِوَارِهِ وَيَبْغِيْهِ بِرِضَاهُ" (داعی السماء، صفحہ 124)

"دنیا وآخرت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطمحِ نظر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم ہی تھے۔ مرنا، جینا ان کا اسی پر تھا کہ وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے قرب میں رہیں۔"

✿ ✿ ✿

بلال ﷺ کی خریداری

مصطفیٰ ﷺ بلال ﷺ کے خریدار!:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال سنایا اور عرض کیا!

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم)! آپ کی محبت کے جرم میں بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ظلم وستم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ امیہ انہیں تپتی ریت پر لٹاتا ہے، کانٹوں کے ساتھ مارتا ہے، اُن کا جسم زخموں سے چور ہو جاتا ہے، لیکن وہ اللہ (ﷻ) اور آپ (ﷺ) کا نام لینا نہیں چھوڑتے۔ حضور! یہ ظلم مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"پھر کیا کیا جائے۔؟"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"میں انہیں خرید لیتا ہوں۔ امیہ جتنی رقم طلب کرے گا میں ادا کروں گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم یہ سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا!

"جاؤ! بلال (ﷺ) کو خرید لاؤ لیکن شرط یہ ہے کہ آدھی رقم تم ادا کرنا اور آدھی رقم میں ادا کروں گا۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 10)

صدیق اکبر ﷺ کا بلال ﷺ کو خریدنا:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امیہ کے گھر گئے تو آپ نے آہ وزاری کی آواز سنی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ظلم وستم ہو رہا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ کو ملامت کی کہ "اس کام (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سزا دینے) سے تیرا کیا سنورتا ہے، اسے عذاب نہ دے۔"

امیہ نے کہا!

"میں نے اِسے مال و دولت دے کر خریدا ہے، تیرا جی چاہتا ہے تو تُو اسے خرید لے۔؟"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک رومی "سطاط" نامی غلام تھا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوتِ اسلام قبول نہیں کرتا تھا آپ نے فرمایا!

"امیہ وہ (سطاط) غلام معہ چالیس اوقیہ لے کر بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میرے حوالے کر دے۔"

امیہ نے قبول کر لیا۔ سودا ہو جانے کے بعد امیہ ہنسنے لگا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبب پوچھا تو امیہ کہنے لگا!

"ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم اتنے زیرک زمان ہو اور آج اس قدر گھاٹے میں رہے کہ مجھے بیش بہا قیمتی غلام مع چالیس اوقیہ دے کر ایک بیکار غلام خرید لیا؟ جسے میں ایک درہم کے عوض بیچنے کو تیار تھا۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

"بخدا! آج تُو مجھ سے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عوض یمن کی بادشاہت بھی مانگتا تو وہ بھی تجھے دینے کو تیار تھا۔ تمہاری نظر میں بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیمت کیا ہو سکتی ہے۔؟ تمہاری نظر اس کے رنگ پر تھی اور ہماری نظر اس کی روح پر ہے۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرد و غبار کو اپنی چادر سے صاف کیا اور امیہ کے سامنے ان کو نیا لباس پہنایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔

(تفسیر مواہب الرحمان، پارہ 30، تفسیر سورۃ الیل، صفحہ 533)

یہ شوق نہ دیکھتا تو......:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید چکے تو

امیہ ہنس پڑا اور کہنے لگا!

"تم نے بلال (ﷺ) کی قیمت بڑھائی ہے، اگر میں تمہارے اس شوق کو نہ دیکھتا تو اسے چند درموں کے بدلے بیچ ڈالتا۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا!

"تمہاری نظر میں بلال (ﷺ) کی قیمت کیا ہو سکتی ہے۔؟ تمہاری نظر اس کے رنگ پر تھی اور ہماری نظر اس کی روح پر ہے۔ میں نے تو یہاں تک ارادہ کر رکھا تھا کہ اگر تو لاکھوں درہم ہی کیوں نہ مانگے میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور خرید وں گا۔"

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزا ہنوز

"اے محبوب! تو نے کہا ہے کہ "دونوں عالم میری قیمت ہیں۔" اپنی قیمت بڑھائیے کیونکہ ابھی تک آپ سستے بک رہے ہیں۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 10-11)

رسول اللہ ﷺ اور صدیق و بلال ﷺ کا انتظار:

اِدھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خریدا اور اُدھر حضور ﷺ بنفسِ نفیس خود بڑی بے تابی کے ساتھ صدیق و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتظار فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کی نگاہیں بار بار اٹھتی تھیں۔

سبحان اللہ! حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم منتظرِ عشقِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ اتنے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

جب عاشقِ زار حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے تو ان کا حال کیا تھا؟ یہ تو ایک سچا اور حقیقی عاشق ہی جانتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ۔

چوں بدید آں روئے خستہ مصطفیٰ گفت طبتم فادخلوہا یا بہا
چوں بلال ایں راشنید از مصطفیٰ خرمخشیا فتاد او بر قفا
تا بدیرے خود بے ہوش ماند چوں ہوش آمدز شادی اشک راند
مصطفیٰ اش درکنار خود کشید کس چہ داند بخششے کو را رسید
ماہی پژمردہ در بحر اوفتاد کاروان گم شدہ از بر شاد

"جب خستہ حال حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر نظر ڈالی تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا! "بلال تمہیں جنت میں داخل ہونا مبارک ہوا" حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر بے خود ہو کر گر پڑے۔ کافی دیر تک بے ہوش رہے اور جب ہوش آیا تو مسرت کے آنسو بہانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آغوش میں لے لیا۔ کوئی کیا جانے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا کیا نوازشیں فرمائیں۔ بالآخر ماہی بے آب سمندر میں آہی گئی اور کاروان گم گشتہ کو منزل مل ہی گئی۔ (مثنوی معنوی از مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ)

اکیلے ہی بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لائے؟:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا!

"میں نے کہا تھا کہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خریدنے کے لیے آدھی رقم میں ادا کروں گا اور آپ ہیں کہ اکیلے ہی بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرید لائے؟"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے ساتھ ملاحظہ ہو ۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو　　کردمش آزاد من بر روئے تو
تو مرا میدار بندہ و یار غار　　ہیچ آزادی نخواہم زینہار
کہ مرا از بندگی آزادی است　　نے تو بے من محنت و بیداری است
چوں ترا دیدم من اے روح البلاد　　مہر ایں خورشید از چشم فتاد

"(حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے) عرض کیا کہ "ہم دونوں آپ کے بندے ہیں۔ میں آپ کے سامنے بلال (رضی اللہ عنہ) کو آزاد کرتا ہوں۔" آپ مجھے اپنا بندہ اور رفیق خاص رکھیے، مجھے آزادی سے کیا سروکار۔؟ آپ کی بندگی میں ہی میری آزادی ہے۔ آپ کے بغیر مجھ پر ظلم اور دشواری ہے۔ اے جانِ عالم (ﷺ)! جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میری نظر سے سورج کا وقار گر گیا۔" (مثنوی مولوی معنوی از مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ)

✿ ✿ ✿

عالم کی روشنائی کی قیمت

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی غلامی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہنے لگا، یہاں نہ کہیں ظلم تھا اور نہ ہی کوئی ظالم۔ ہر طرف سکون، راحت اور سرور تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری مہمان نوازی فرماتے۔ روزانہ صبح کی نماز کے بعد بکریوں کا دودھ دوہنا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مہربان اور نرم دل تھے۔ ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا!

بلال (رضی اللہ عنہ)! تمہیں اب نیا کام کرنا ہے۔ کیا تم اب اس سے زیادہ مشقت کر سکتے ہو جتنی کبھی پہلے کر چکے ہو۔؟"

میں نے کہا!

"جی ہاں۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"سنو! بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم اب آزاد ہو اور تمہیں لکھنا سیکھنا ہے۔"

میں نے کہا!

"جی ہاں۔"

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرانے لگے۔ پھر میں نے لکھنا سیکھنا شروع کیا۔

میں نیل کی پتیوں سے روشنائی بناتا پھر لکھتا۔ کبھی درختوں کے تنوں پر، کھالوں پر، کیچڑ میں، راکھ میں، پتھر پر الغرض جہاں کہیں بھی حروف بن سکتے لکھا کرتا۔ پس اسی طرح مسلسل لکھنے

کی وجہ سے آہستہ آہستہ مجھے لکھنا آ گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ میرے لیے قلم کاٹ کر لاتے، مجھے لکھتا دیکھتے اور بہتری کے لیے مدد فرماتے۔

ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لائے تو بے حد مسرور تھے اور مجھے لکھتا دیکھ کر مسرت میں مزید اضافہ ہوا۔ روشنائی سے رنگے ہوئے میرے ہاتھوں کو چوم کر فرمایا!

''آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہے۔

''عالم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔''

''میں (حضرت بلال ﷺ) نے اپنے ہاتھوں کو روشنائی میں خوب بھگو دیا، وہ مکمل طور پر لتھڑ چکے تھے پھر...... میں عجیب سی قلبی کیفیات کے ساتھ ان ہاتھوں کو تکتا رہا۔

اسی طرح میرے اسلام کے شروع کے کچھ دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان کی حیثیت سے گزرے۔''(داعی السماء، مؤذن الرسول)(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 66)

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور شعب ابی طالب

کفار کی دیگر اذیتوں کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم کے تین سال شعب ابی طالب میں بھوک و دیگر تکلیفات میں بسر ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ لحہ بہ لحہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ رہے۔

اس تکلیف بھرے سالوں کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے بہت سے رشتہ دار بھوک اور فاقہ برداشت نہ کر سکے اور اسی لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو بھوک و فاقہ رفاقت رسول اکرم ﷺ نہ چھوڑا سکا۔

چنانچہ مؤذنُ الرسول کے مصنف لکھتے ہیں:

"وَحُوصِرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِي شِعْبِ اَبِيْ طَالِبٍ وَكَانَ بِلَالٌ بَيْنَهُمْ وَتَرَكُوْا لِلْجُوْعِ تَعْذِيْبَهُمْ وَبَقِيَ بِلَالٌ مُلَازِمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مُشَاطِرَةً مَا يُقَاسِيْهِ مِنَ الشِّدَّةِ وَالْجُوْعِ" (مؤذنُ الرسول، صفحہ 34)

"مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ انہی محصورین میں شامل تھے۔ تمام محصورین بھوک سے دوچار ہوئے، لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں رہے، آپ کو ہر تنگی و بھوک میں ہر طرح کی راحت کے سامان ہمت کے مطابق پہنچاتے رہے۔"

شکم پیٹھ سے جا ملا اور آنکھیں دھنس گئیں:

اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ بھوک سے سخت نڈھال ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کا شکم اطہر پیٹھ سے جا ملا، آنکھیں اندر کو دھنس گئیں اور ہڈیاں صاف نظر آنے لگیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ بہت خوش بلکہ نازاں تھے کہ انہیں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے تنہائی کی راتیں اور تنہائی کے دن یک جا رہنے میں نصیب ہو رہے ہیں۔ (مؤذن الرسول، صفحہ 34)

قبلِ ہجرت کے تکلیف دہ حالات

ہجرت سے قبل مسلمانوں کے سنگین حالات تھے۔ مشہور ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات سب سے زیادہ سنگین تھے، لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حالات کی سنگینی کو اتنا تکلیف دہ محسوس نہیں کرتے تھے جتنا وہ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کے حالات کے مشاہدات سے محسوس کیا کرتے تھے۔

وہ حالات بھی چند ایک نہیں بلکہ درجنوں سے افزوں تھے، ان میں سے کچھ زیرِ قلم کرتا ہوں۔

ایک جہنمی کی بے ادبی:

شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد مسلمانوں کے لیے آزمائش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دعوتِ اسلام کی اس عظیم الشان تحریک کے سربراہ حضورِ اکرم ﷺ کے سرپرست چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور اسی سال ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پردہ فرما گئیں۔

جناب ابو طالب کی موجودگی میں کفارِ مکہ حضورِ اکرم شفیعِ معظم ﷺ کو اذیت پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن شفیق چچا کے انتقالِ پُر ملال کے بعد دشمن کھل کر سامنے آ گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ وجودِ مسعود جو دنیا میں رحمت کا پیکر بن کر آیا تھا، جو سراپائے رحمت و برکت تھا وہ باطل کے پرستاروں کے مظالم کے سامنے ڈٹ گیا۔

ایک دن قریش کے ایک اوباش نے سرِ بازار سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کے سرِ اقدس پر مٹی ڈال کر اپنے جہنمی ہونے کی راہ ہموار کر لی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم اسی حالت میں گھر تشریف لائے۔ صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کا سرِ اقدس دھوتی جاتی اور ساتھ روتی جاتی جبکہ سرکار ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا!

"رو نہیں میری بیٹی اللہ عزوجل تیرے باپ کا حامی و ناصر ہے۔"

(سیرۃ ابن ہشام، ابن اسحاق، سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 69)

یہ منظر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا ہوگا تو ان پر کیا گزری ہوگی یہ وہی بتا سکتے ہیں جنہیں دردِ دل سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے۔

سجدے کی حالت میں:

ایک روز نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کعبۃ اللہ کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور قریش کے لوگ اپنی اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ابوجہل نے کہا!

"تم میں سے کون ہے جو جا کر فلاں شخص کے گھر سے ذبح کی ہوئی اونٹنی کے پیٹ کی آلائش وگندگی اور اس کے خون سے لتھڑی ہوئی آنتیں اٹھا لائے اور اس شخص (یعنی نبی کریم ﷺ) کی پیٹھ پر سجدے کی حالت میں رکھ دے۔؟"

یہ سن کر سب سے زیادہ شقی و بدبخت و ذلیل آدمی عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور یہ گندگی لا کر اس نے سجدے کی حالت میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی پیٹھ مبارک یا دونوں کندھوں کے درمیان میں رکھ دی۔ اس گندگی کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ سجدے ہی میں پڑے رہے۔

قریش کے بدبخت لوگ یہ منظر دیکھ کر خوب ہنستے رہے۔ ہنسی میں لوٹ پوٹ ہو کر ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے کہ اتنے میں کسی نے جا کر سرکارِ دوعالم ﷺ کے گھر میں یہ اطلاع پہنچا دی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ خبر سن کر دوڑی ہوئی آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے جسم سے گندگی کا انبار کھینچ کھینچ کر پھینکا اور پھر اہلِ قریش سے مخاطب ہو کر انہیں بہت ڈانٹا جنہوں نے یہ گستاخانہ حرکت کی تھی۔

نماز سے فارغ ہو کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

"خدایا! قریش سے نمٹ لے۔"

یہ سنتے ہی اُن لوگوں کی ساری ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ ﷺ کی بد دعا سے خوفزدہ ہو گئے۔

بلال رضی اللہ عنہ کی کیفیت:

یہ کیفیت سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دیکھی ہوگی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو جوانہوں نے محسوس کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو لفظاً بھی فرما دیا، لیکن اس منظر سے سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا گزری ہوگی یہ وہی جانتے ہیں جنہوں نے عشق کی درد و تکالیف سہی ہیں۔

✿ ✿ ✿

ہجرت بلال رضی اللہ عنہ

جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے دیکھا کہ اہل مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی حد کر دی ہے اور اُدھر اہل مدینہ نے آپ ﷺ کو اپنے ہاں بار بار رہائی قیام کی دعوت پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرمایا!

"اِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لَكُمْ اِخْوَانًا وَّدَارًا تَاْمَنُوْنَ بِهَا فَهَاجِرُوْا"

"بیشک اللہ تعالیٰ ﷻ نے تم سب کو بھائی بھائی بنایا ہے اور ایک گھر میں ٹھہرایا تم وہاں امن وسلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرو گے، اسی لیے اس کی طرف ہجرت کر جاؤ۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم سن کر اپنے دوستوں حضرت عمار، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا!

"مَا هَاجِرُ وَلَيْلَةً"

"آنے والی رات کو میں تو ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔"

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"اتنی جلدی کیوں۔؟"

حضرت بلال نے جواباً فرمایا!

"لَقَدْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِالْهِجْرَةِ"

"تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم ہی نے ہمیں ہجرت کا حکم فرمایا ہے۔ (پھر اس میں تاخیر کیسی۔؟)"

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"خَيْرُ الْبِرِّ عَاجِلُهَا اَخْرُجُ مَعَكَ اللَّيْلَةَ يَا بِلَالُ"

"نیکی میں دیر کیوں۔؟ اے بلال (ان شاء اللہ!) میں بھی تیرے ساتھ

رات کو ہجرت کروں گا۔"

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"میں بھی ساتھ جاؤں گا۔"

تینوں دوست متفق ہو کر رات کے کسی حصہ میں مکہ معظمہ سے چل پڑے اور چند دنوں کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 75-76)

جدائی کے سخت لمحات:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفقاء رضوان اللہ علیہم اجمعین سمیت بعافیت مدینہ پہنچ تو گئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے بغیر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہجرت کر کے مدینہ پاک پہنچے تو

"فَاَسْرَعَ بِلَالٌ اِلَیْهِ یَسْتَخْبِرُهُ عَنِ النَّبِیِّ وَکَیْفَ خَلَّفَهُ وَمَتٰی یُوَافِیْهِمْ فَاَخْبَرَهُ عُمَرُ وَاَنَّهُ سَیَکُوْنُ بَیْنَ ظَهْرَانِیْهِمْ عَمَّا قَرِیْبٌ"

(داعی اسلام، صفحہ 42)

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جلدی سے پہنچ کر پوچھا کہ "حضور (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) کو کس حال میں چھوڑا؟ اور آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) کب تشریف لائیں گے؟"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"تسلی رکھیں عنقریب حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم آنے والے ہیں۔"

انتظارِ سرکارِ ابد قرار ﷺ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلاسہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معمولی تسلی تو ہوئی لیکن آتشِ مفارقت اور جدائی کی سوزش میں کمی نہ آئی۔ بالآخر یہ خبر گرم ہوئی کہ

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ خبر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سن لی۔ اب روزانہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرتے، یہاں تک کہ دھوپ کی شدت سے دوسرے ساتھی تو گھروں کو چلے جاتے لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ تنہا منتظر رہتے یہاں تک کہ سورج کی تپش انہیں جبراً واپس لوٹاتی۔

وہ آگئے! بلال (رضی اللہ عنہ) جن کے منتظر تھے:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ بارگاہِ باری تعالیٰ میں گڑگڑا کر التجائیں کرتے کہ "اے اللہ عزوجل! میرے آقا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی حفاظت فرما۔ زمین کی طنابیں کھینچ لے اور سرکار صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو جلد از جلد مدینہ پہنچا۔"

ایک دن سخت گرمی کے باوجود دوپہر کے بعد تک بھی مدینہ کے باہر نکل کر سرکارِ دو عالم ﷺ کا انتظار کرتے رہے اور مکہ کا راستہ دیکھتے رہے لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تشریف نہیں لائے۔ مایوسی سے گھر پہنچے ہی تھے کہ کانوں میں آواز گونجی

"جَاءَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ
جَاءَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ"
"اللہ ﷻ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے ہیں،
اللہ ﷻ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔"

یہ آواز سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مارے خوشی کے گھر سے باہر نکلے لیکن سوچ میں پڑ گئے کہ کیا واقعی حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم آ گئے ہیں یا میں ایک خیالی آواز سے اٹھ کھڑا ہوا ہوں؟

اسی سوچ میں تھے کہ دوبارہ آواز گونجی۔

"جَاءَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ
جَاءَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ"

"اللہ ﷻ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے،
اللہ ﷻ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے۔"

اب تو یقین مستحکم ہو گیا تھا کہ بیشک یہ آواز خیالی نہیں بلکہ حقیقت میں کوئی اعلان کر رہا ہے، اس لیے بے اختیار دوڑے۔ ان کے ساتھ دوسرے عشاق بھی سخت دھوپ میں دوڑے جا رہے تھے۔ دور سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو منہ سے بے اختیار نکل پڑا۔

"وَاللّٰهِ هُوَرَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)"
"اللہ ﷻ کی قسم! وہ تو واقعی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) ہی ہیں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان شدتِ فرحت کی وجہ سے لبوں پر ہے اور وہ دوڑنے میں بھی سب سے آگے ہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے قریب پہنچ گئے۔ نبی کریم ﷺ سواری سے اترے اور تمام عشاق کے سلام کا جواب عطا فرمایا۔

عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیاسی نگاہیں جس گوہرِ مقصود کی متلاشی تھیں آخر وہ نظر آ ہی گئے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو دور سے آتے دیکھ کر ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوانوں کی طرح دیکھنے لگے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو کے موتی ڈھلک ڈھلک کر سرزمینِ مدینہ میں جذب ہونے لگے۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جب رسولِ اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دیگر مہاجرین کی طرح وبائی بخار کا شکار ہو گئے ہیں اور کافی پریشان بھی رہے ہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو تشریف لے گئے اور دعا فرمائی جس کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحت یاب ہو گئے۔

(ملخصاً از دوامی المساء ، مؤذن الرسول)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور یارِ غار مدینے میں بیمار

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مدینہ کی آب وہوا میں بیمار ہو گئے، اس زمانہ تک مدینہ کی سرزمین، وبا اور بخار والی تھی، لیکن بعد ازں برکتِ قدم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مدینہ کی آب وہوا اور فضا میں برکت ہی برکت ہوگی۔ بخار چلا گیا اور فضا صحت بخش ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی دعا سے بخار جحفہ میں (جو شرک وطغیان کا گھر تھا) منتقل ہو گیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے دعائیں فرمائی تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خصوصاً حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار نے خوب پریشان کیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور مکہ کی یاد:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ اسی بیماری کے دوران حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ کی یاد ستاتی اور وہ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے صحن میں جذبات سے بھرپور ترنم کے ساتھ یہ اشعار پڑھتے:

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة — بوادو حولی اذخر و جلیل

وهل اردن یوما میاه مجنه — وهل یبدون لی شامة و طفیل

"کاش معلوم ہوجائے کہ اب میں کوئی رات مکہ کی وادی میں بسر کروں گا!!! اور کیا میرے آس پاس اذخر اور جلیل کا مرغزار ہوگا!!! اور کیا مجنہ کے چشمہ پر بھی میرا گزر ہوگا!!! اور کیا شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں اب مجھے نظر آئیں گی۔؟" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 15)

ان اشعار سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ارضِ بطحا سے طبعی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اگرچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ایک مشکل ترین حصہ مکہ مکرمہ میں گزرا تھا لیکن نہ جانے کیوں انہیں مکہ کی یاد ستانے لگی شاید اس لیے کہ انہیں عشق رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم جیسی

لازوال دولت کے خزانے اسی شہر مکہ مکرمہ میں ملے تھے اور وہ ابتدائے عشق کی وارداتوں کو شوق اور والہانہ جذباتی شیفتگی کے عالم میں اپنے تصور کے پردوں پر ابھرتا دیکھتے۔ مکہ کا پسِ منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا اور وہ نغمگی کا سہارا لے کر اشتیاق کے ساتھ جدائی و فراق کے اشعار پڑھنے لگتے۔

بیمار ہو گئے!:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ کی دھرتی کو نہ صرف اس لیے یاد کرتے تھے کہ یہاں مدینہ منورہ میں بخار کی لپیٹ میں آ گئے تھے اور وہاں مکہ مکرمہ میں تندرست تھے بلکہ اس لیے بھی مکہ کو یاد کیا کرتے تھے کہ وہاں آپ کی نشوونما ہوئی اور وہ آپ کا وطن بھی تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

"حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ"

"وطن سے محبت ہونا ایمان کی نشانی ہے۔"

اس کے علاوہ انسان کو بچپن کا وطن خوب یاد آتا ہے۔ اگرچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ مکرمہ میں دشمنانِ اسلام سے تکالیف اور ایذائیں پائیں لیکن محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا اولین جلوہ بھی وہاں ہی نصیب ہوا اور یہ ان کے نزدیک محبوب ترین سرمایہ تھا۔ اسی لیے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عشق کے اولین سرمایہ کو یاد کرتے تھے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 15)

یارِ غار مبتلائے بخار:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب بخار نے گھیرا تو اس حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبِّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

"ہر شخص اپنے گھر اور اہلِ خانہ میں صبح کرنے والا ہے۔ حالانکہ موت اسکی جوتی کے بندھن یعنی تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد کی مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئیں تھیں۔ انہوں نے جب یہ شعر سنا تو کہنے لگی۔

"خدا کی قسم! میرے والد ہوش میں نہیں ہیں، انہیں خبر نہیں کہ وہ اپنی زبان سے کیا کہہ رہے ہیں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے گوشہ میں مبتلائے بخار دیکھا۔ وہ کفارِ مکہ پر لعنت بھیج رہے تھے کہ انہوں نے مکہ سے نکالا۔

صحابہ کرام ﷺ مکہ کے چشموں، باغوں اور مرغزاروں کی یاد میں اشعار پڑھ رہے تھے۔ بحکمِ طبع اور بخار کی مدہوشی کی وجہ سے کمزوری میں مبتلا تھے۔

دُعائے رسول ﷺ:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان احوال کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے دُعا فرمائی!

"خداوندِ عالم! ہمارے دلوں میں مدینہ منورہ کو ایسا محبوب بنا دے جیسا ہم مکہ مکرمہ سے محبت رکھتے تھے یا اس سے زیادہ۔ اور مدینہ کی ہوا کو ہمارے جسموں کے لیے صحیح و درست بنا دے اور ہمارے صاع (ناپ تول کا ایک پیمانہ) میں برکت دیدے اور اس جگہ سے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 81-82)

حضرت بلال ﷺ کے لیے دُعائے رسول کریم ﷺ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علالت اور مکہ کے اشتیاق کا حال سنا تو عیادت کے لیے تشریف لائے اور یہ دُعا فرمائی:

"اے اللہ (ﷻ)! بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیماری کو ٹال دے اور ہمارے لیے مکہ سے زیادہ مدینہ کو محبوب بنا دے۔"

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کی دعا سے مہاجرین نے بخار کی وباء سے نجات پائی، بخار اتر گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافی دن تک بخار سے پیدا ہونے والی نقاہت و کمزوری کی وجہ سے گھر میں پڑے رہے حتیٰ کہ نماز بھی بیٹھ کر ادا فرماتے۔

✿ ✿ ✿

عقدِ مواخات

مدینہ طیبہ میں عقدِ مواخات کے سلسلہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقدِ مواخات حضرت ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے تو آپ سعد بن خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان ہوئے۔ اور رسول اللہ نے آپ کا بھائی حضرت ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے اتنی شدید محبت ہو گئی تھی کہ عہدِ فاروقی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی مہم میں شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا!

"بلال (رضی اللہ عنہ) تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا۔؟"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا!

"ابورویحہ میرا وظیفہ وصول کریں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے ہم دونوں میں جو برادرانہ تعلق قائم کیا تھا وہ کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 82)

✿ ✿ ✿

دُنیائے اسلام کی پہلی اذان

ابتدائے اذان:

اذان کی مشروعیت سے پہلے "اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ" سے نماز کے لیے پکارا جاتا تھا۔ یہ الفاظ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پکارا کرتے تھے۔ اذان کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے مدینہ میں 1 یا 2 ہجری میں فرمایا۔

مشہور ہے کہ نماز باجماعت کی طرف بلانے کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا کہ مسلمانوں کو نماز باجماعت کی طرف بلانے کے لیے کون سی صورت اختیار کی جائے۔؟

بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ناقوس بجانے کا مشورہ دیا جیسا کہ نصاریٰ (عیسائی) بجاتے ہیں۔

کسی نے یہودیوں کی طرح سینگ پھونکنے کا مشورہ دیا تو کسی نے کہا کہ کسی بلند جگہ پر آگ روشن کرنی چاہیے۔

غرضیکہ ابھی کوئی بات طے نہیں پائی تھی کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کو "صَاحِبُ الْاَذَان" بھی کہا جاتا ہے۔) نے ایک خواب دیکھا کہ "ایک فرشتہ آسمان سے نیچے اُترتا ہے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا!

"اے بندۂ خدا! کیا اسے بیچتے ہو۔؟"

اس نے کہا!

"تم اسے کیا کرو گے۔؟"

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"میں اس سے لوگوں کو نماز کے لیے جمع کروں گا۔"

فرشتے نے کہا!

"میں تمہیں اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں۔"

اس کے بعد فرشتے نے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ

کے ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان سکھائی اور اسی طرح اقامت بھی سکھائی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وصحبہٖ وسلم کو اپنا خواب سنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"اَلرُّؤْیَا حَقٌّ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی"

"انشاءاللہ! یہ خواب سچا ہے۔"

پھر حکم ارشاد فرمایا!

"اے عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جاؤ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ کلمات سکھاؤ، اس لیے کہ اس کی آواز بلند تر، نرم تر اور شریں تر ہے۔"

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ سنے تو دوڑتے ہوئے اور اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے آئے اور عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وصحبہٖ وسلم! میں نے بھی وہی کچھ

دیکھا ہے جو کچھ عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"اگر ایسی بات ہے تو ان دونوں خوابوں کی موافقت پر اللہ تعالیٰ ﷻ کی حمد ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی طرف سے الہام فرمایا اور صدق و ثواب کا راستہ بتایا ہے۔"

(مدارج النبوۃ، دوائی السماء، مؤذن الرسول)(سیرۃ حلبی، جلد 2، صفحہ 266)

حضور ﷺ پہلے ہی اذان کو جانتے تھے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو کبریائے حق کے ایک خاص محل سے گزرے۔ وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا!

"یہ فرشتہ کون ہے۔؟"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواباً عرض کیا!

"قسم ہے اس خدائے ذوالجلال کی! جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ بیشک میں بارگاہِ رب العزت میں سب سے زیادہ مقرب بندہ ہوں مگر میں نے اس فرشتہ کو اس ساعت سے پہلے (جب سے مجھے پیدا کیا گیا ہے) کبھی نہیں دیکھا۔"

نمودار ہونے والے فرشتے نے کہا!

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پردۂ جلال سے آواز آئی۔

"اے میرے بندے! تو نے سچ کہا۔ یقیناً میں بہت بڑا ہوں۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس فرشتے نے اذان کے بقیہ کلمات کو پڑھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے شبِ معراج اذان کو سماعت فرمایا لیکن حکم نہ ہوا تھا کہ ان کلمات اذان کو نماز کے لیے پکارا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مکۃ المکرمہ میں بغیر اذان کے نماز ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ مدینۃ المنورہ میں رونق افروز ہوئے تو نمازیوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورہ سے ان کلمات اذان کو اختیار فرمایا۔

بعض کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اذان کو جب خواب میں سنا تو وحی آئی کہ ان کلمات کو جو آسمان پر تھے زمین پر اختیار کرو۔ (سیرۃ حلبی، جلد 2، صفحہ 266)

اسلام کی پہلی اذان اذانِ بلال رضی اللہ عنہ ہے:

مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے بعد مسلمانوں کا ایک مرکز بن گیا تھا جہاں وہ اکٹھے ہو کر اپنی عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تمام امورِ حیات پر اصلاح مشورہ کر سکتے تھے۔ پنجگانہ اور فرض نمازوں کی باجماعت ادائیگی اس مسجد کی تعمیر کے بعد ممکن ہوئی۔

چنانچہ مقررہ وقتوں پر نمازیوں کو جمع کرنے کے لیے اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکھائی گئی اور اذان پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرۂ مبارک کے عین سامنے کھڑے ہو کر اپنے مخصوص انداز میں اذان پڑھی۔

صبح صادق کے وقت جوں ہی اذان کی دلکش صدا فضا میں گونجی مسلمان میٹھی نیند سے بیدار ہو گئے۔

ملا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

به سر سینه مسلمان و درد بو درداء   به نور جان صهیب و ندائے صبح بلال

''اسی روز سے اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مسحور کن نغمے کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ کی ایسی نغمگی سے اہلِ ذوق، اہلِ سوز اور اہلِ دل کی دلی وابستگی تھی۔''

مدینہ منورہ میں اس آواز کا عجیب عالم ہوا کرتا تھا۔ صدائے "اَللّٰهُ اَكْبَرْ" کے ساتھ ہی مسلمان اپنے تمام کاروبار چھوڑ کر اذان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اس آواز میں پتہ نہیں کیا دل آویزی تھی کہ ہر شخص صامت و ساکت رہ جاتا۔ نہ جانے اس خداداد نغمہ میں کیا اثر تھا جو صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی گرفت میں لے لیا کرتا تھا۔(رازی اسماء، مؤذن الرسول ومدارج النبوۃ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تھی یا صورِ عشق؟:

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ وقت اپنے اندر نہایت نعمت و بزرگی رکھتا تھا جس کے ادراک کی رسائی ناممکن ہے۔اس وقت کی عظمت کی حقیقت کو حاملانِ عرش سے پوچھنا چاہیے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی بلکہ اس سے بھی گزر جاتی تھی۔"(مدارج النبوۃ، صفحہ 491)

اہلِ آسمان مدہوش ہو کر گر پڑتے:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

جان کمال است وندائے رو کمال ‏ مصطفیٰ گویان ارحنا یابلال

اے بلال افراز یا تنگ سلسلت ‏ دان دے کاندر و میدم دردلت

اے بلال این گلبت راجان سپار ‏ خیز و بلبل وارجان ی کن ہشیار

زان دے کادم از و مدہوش گشت ‏ ہوش اہل آسمان بیہوش گشت

(مثنوی، از مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ)

"حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کمال کے ہیں اوران کی آواز بھی کمال کی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں۔اے بلال (رضی اللہ عنہ) اٹھو اور (اذان پڑھ کر) ہمیں راحت پہنچاؤ۔حضرت بلال کو اس لیے فرمایا کہ ان کی جان خدا کے عشق سے بھرپور ہے،اس لیے کہ آوازِ عشق سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم راحت پاتے تھے اور فرماتے تھے۔اے بلال! اپنی آواز اور دمِ دل نواز کو بلند کیجئے اور اٹھیے بلبل کی طرح اس کے گل پر جان قربان کیجئے۔وہ آواز جس سے آدمی بے ہوش ہوئے بلکہ جملہ اہل آسمان مدہوش ہو کر گر پڑے۔"

اذانِ بلال رضی اللہ عنہ بروزِ قیامت:

''ابن نجوریہ'' ''فضائل الاعمال'' میں کثیر بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور علامہ ابن جوزی ''الوفا باحوال مصطفیٰ'' میں روایت کرتے ہیں:

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تُبْعَثُ نَاقَةُ ثَمُوْدَ لِلصَّالِحِ فَيَرْكَبُهَا مِنْ عِنْدِ قَبْرِهٖ حَتّٰى تُوَافِيَ بِهِ الْمَحْشَرَ قَالَ مَعَاذٌ وَاَنْتَ تَرْكَبُ الْعَضْبَاءَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَيُبْعَثُ بِلَالٌ عَلٰى نَاقَةٍ مِّنْ نُوْقِ الْجَنَّةِ يُنَادِيْ عَلٰى ظَهْرِهَا بِالْاَذَانِ فَاِذَا سَمِعَتِ الْاَنْبِيَاءُ وَاُمَمُهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا وَنَحْنُ نَشْهَدُ عَلٰى ذٰلِكَ'' (الوفا باحوال دار مصطفیٰ لابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ، عربی صفحہ 815)

(فضائل الاعمال از ابن نجوریہ)

''حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا! ''صالح علیہ السلام کے لیے ناقۂ ثمود لایا جائے گا۔ وہ اپنے مزار سے اس پر سوار ہوکر میدانِ حشر میں آئیں گے۔'' حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا! ''یارسول اللہ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کیا عضباء ناقہ پر سوار ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے جواباً فرمایا! ''نہیں اس پر تو میری صاحبزادی سوار ہوگی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا جو اس روز سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے الگ خاص مجھ ہی کو عطا کی جائے گی اور ایک جنتی اونٹنی پر بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سوار ہوں گے۔ ان کو اذان دینے کا حکم دیا جائے گا۔ وہ اس پر سوار ہوکر اذان دیں گے۔ جب انبیاء کرام اور ان کی امتیں ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' سنیں گے تو بول اٹھیں گی کہ ہم بھی اس کی گواہی دیتے ہیں۔''

✿ ✿ ✿

اذانِ بلال ﷺ پر اعتراض

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

آں بلال صدق در بانگ نماز
حی رای خواند از روئے نیاز

تا بگفتند اے پیغمبر نیست راست
ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست

اے نبی واے رسول کردگار
یک مؤذن کہ بود فصیح بیار

عیب باشد اول دین و صلاح
لحن خواندن حی علی الفلاح

خشم پیغمبر بجوشید و بگفت
یک دو رمزے از عنایات نہفت

واے خسان نزد خدا ہی بلال
بہتر از صد حی و قیل وقال

وا مشورا ندیتا من زارتان
وانگویم زا خرو آغاز تان

گرنداری تودم خوش در دعا
رو دعامی خواہ را خوان صفا

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم ہستی تھے جو اذان دیتے ہوئے لفظِ حَیَّ کی ادائیگی لفظِ ھَیَّ سے کر کے اظہارِ عجز کرتے۔ لیکن منافقوں نے اعتراض کیا کہ "اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! یہ درست نہیں کہ اسلام کے آغاز ہی میں اتنی بڑی غلطی کی جائے۔ اس لیے اذان کے لیے ایک ایسا فصیح مؤذن مقرر فرمائیں جو لفظوں کی صحیح ادائیگی کی اہلیت رکھتا ہو۔ دین اور نیکی کے کام کے آغاز کے وقت حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کو غلط پڑھنا عیب ہے۔ اس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے جلال سے فرمایا! اللہ تعالیٰ ﷻ کے نزدیک بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ھَيَّ سینکڑوں صحیح تلفظ کے "حَيَّ حَيَّ" سے بہتر ہے۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ ورنہ میں تمہارے رازوں کو اول تا آخر بیان کردوں گا۔ اگر تم کو معلوم ہے کہ تمہاری دعا میں اثر نہیں ہے تو جا کر اہلِ صفا سے دعا کے طالب ہو جاؤ۔ (کیونکہ ان کی دعا میں اثرِ قبولیت موجود ہے۔)"

(مثنوی مولوی معنوی، از مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ صحتِ لفظی سے پہلے صحتِ قلبی ضروری ہے۔دل میں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی محبت ہوتو زبان کی لغزش حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم معاف فرمادیتے ہیں۔اگر دل بغض وعداوت سے بھرپور ہوتو ظاہری نمود ونمائش کتنی ہی بہتر کیوں نہ ہو وہ منہ پر ماری جاتی ہے۔

منافقین کے ظاہری احوال نہایت نیک اعمال سے مزین تھے لیکن اللہ تعالی نے ان کے لیے فرمایا!

"اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر5،سورۃ نمبر4(النساء)،آیت نمبر145)

"بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہیں۔"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالی)

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر خالی صحتِ لفظی کے ساتھ قرآن پڑھے، درسِ قرآن دے، "قَالَ، قَالَ" کی رٹ لگائے، ایسی کوئی عبادت بھی قبول نہ ہوگی کیونکہ ایمان کا پہلا تعلق دل سے ہے اور دل ہی جب حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی محبت سے خالی ہوا تو زبان سے اللہ اللہ کرنے کا کیا فائدہ۔؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اگرچہ ظاہری رنگ کالا تھا مگر دل میں اجالا ہی اجالا تھا۔لیکن آج مسلمانوں میں ملے ہوئے منافقین کی زبان پر تو "قَالَ قَالَ" ہے مگر دل دیکھو تو کالا سیاہ ہے۔ چہرہ کے سفید ہونے اور خالی اللہ اللہ کرنے سے کیا ملتا ہے۔؟

ایسا ذکر تو جہنم کا ایندھن ہے۔دیکھئے ثعلبہ کتنا نیک تھا اور مسجد میں ماتھے رگڑنے کی وجہ سے اسے "حَمَامَۃُ الْمَسْجِدِ" (مسجد کی کبوتری) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے اسے دھتکار دیا تو اس کے بعد وہ جہنم کا کبوتر بن گیا۔

غور کیجئے!! کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی نظروں میں کتنا وقار، اعزاز اور مرتبہ تھا۔جیسے اللہ تعالی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم پر معمولی طعنہ بھی مخالفین سے سننا گوارا نہیں فرماتا اسی طرح اللہ تعالی ﷻ کے محبوب صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم بھی اپنے بلال رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں کوئی بری بات سننا گوارا نہیں فرماتے۔

سورج طلوع نہیں ہوگا!

یہ واقعہ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت اور آپ کے عشق و محبت کا ایک موتی نایاب ہے جو اور کسی کے حصہ میں نہ آیا۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز　　نہیں معلوم ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود　　ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

مدینے کے اُفق سے بہت دور سورج چلتے چلتے رُک گیا۔ سپیدۂ سحر کے انتظار میں اہلِ مدینہ کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ لوگ حیران و پریشان بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے (اور عرض کرنے لگے۔)

یارسول اللہ ﷺ! آج کی رات کتنی طویل ہوگئی ہے۔ تہجد کی نماز ادا کرنے والے کب سے اپنے معمولات سے فارغ ہو چکے، بچے کئی کئی بار سو کر جاگے اور جاگ جاگ کر سوئے، لیکن رات ہے کہ ختم ہونے کو نہیں آتی۔

لوگ عرضِ مُدّعا کر ہی رہے تھے کہ آسمان کا دروازہ کھلا، پروں کی آواز فضا میں گونجی پلک جھپکنے پر جبریلِ امین علیہ السلام (رسول اللہ ﷺ کے) سامنے کھڑے تھے۔

جبریلِ امین علیہ السلام نے عرض کیا!

"یارسول اللہ ﷺ! عرش کے سب سے اونچے کنگرے پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کے قبضہ میں سورج کی باگ دوڑ ہے۔ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز سن کر وہ مدینہ کے اُفق پر سورج کو آگے بڑھنے کی اجازت دیتا ہے۔ آج وہ اب تک انتظار میں ہے تاھنوز مدینے سے اذان کی آواز عرش تک نہیں پہنچی ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"اذان تو ہوگئی ہے البتہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اذان نہیں دی ہے۔ کچھ لوگوں کی درخواست پر آج سے ایک خوش الحان مؤذن مقرر کیا گیا ہے۔"

(حضرت) جبریل (امین علیہ السلام) نے عرض کیا!

"دل کے عشق و اخلاص کی جس گہرائی میں اتر کر حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اذان دیتے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرش تک پہنچنے کی پرواز سوائے ان کی آواز کے اور کسی کو اب تک حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ اس لیے جب تک وہ اذان نہیں دیں گے مدینہ کے اُفق پر سحر کا اجالا نہیں پھیل سکے گا۔ حضرت روح الامین علیہ السلام کی درخواست پر حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اذان کہنے کا حکم دیا گیا جونہی اذان کے کلمات فضا میں گونجے رات کی سیاہی چھٹنے لگی اور دیکھتے دیکھتے ہر طرف صبح کا اُجالا پھیل گیا۔ اس دن ہر کہ و مہ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ عشقِ رسالت نے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مقام کتنا اونچا کر دیا ہے اور فیضانِ نبوت کے طفیل پر ایک نحیف و نزار غلام کی آواز میں کس قیامت کی توانائی پیدا ہوگئی ہے۔"

(زلف و زنجیر، حصہ دوم، صفحہ 77، مصنف علامہ محمد ارشد القادری، ناشر پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور)

شین کا تلفظ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دوسرے حبشیوں کی طرح شین کو سین پڑھتے تھے۔ لیکن مصنفِ داعی السماء نے اسکی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَقَدْ زَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّهُ كَانَ يَنْطِقُ السِّيْنَ شِيْنًا عَلٰی عَادَةِ اَسْوَدٍ فَنَفَى الثِّقَاتُ اِذًا الزَّعْمِ وَاَكُوْنُ فِيْهِمْ" (داعی السماء، صفحہ 92)

"تحقیق بعض لوگوں کا گمان ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشیوں کی طرح شین کو سین پڑھا کرتے تھے۔ پس بڑے بڑے عالموں نے اس گمان کی نفی کی ہے اور میں (مصنف داعی السماء) بھی انہی میں سے ہوں۔"

تائید:

اس بات کی تائید آپ کے بچپنے کی نشوونما سے بھی ہوتی ہے کہ آپ قریش کے مشہور قبیلہ بنی جمح میں جوان ہوئے اور یہ قبیلہ فصحائے عرب میں شمار ہوتا ہے اور بچوں کی تربیت و پرورش جس قبیلہ میں ہو وہ عموماً انہیں کے اطوار و اخلاق پر ہوتے ہیں۔

صاحب داعی السماء نے لکھا ہے کہ قبیلہ جمح کو بت پرست قبائل سے بغض و عداوت تھی، اسی لیے وہ بت پرستی نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی کی اتباع میں بت پرستی سے ابتداءً متنفر تھے۔

اعتراض:

آپ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شین کی جگہ سین نہیں پڑھا کرتے تھے حالانکہ شین کی جگہ سین پڑھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی حدیث پاک دلالت کرتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

" سِیْنُ بِلَالٍ عِنْدَاللّٰہِ شِیْنٌ " (المغنی لاابن قدامہ)

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سین اللہ تعالیٰ ﷻ کے ہاں شین ہی ہے۔"

جواب:

المقاصد الحسنۃ میں امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"سِیْنُ بِلَالٍ عِنْدَاللّٰہِ شِیْنٌ قَالَ ابْنُ کَثِیْرٍ اَنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ اَصْلٌ "

(المقاصد الحسنۃ صفحہ 247)

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سین اللہ تعالیٰ ﷻ کے ہاں شین ہی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ" اس

حدیث کی کوئی اصل ہی نہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اس گمان کی کوئی دلیل نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شین کو سین پڑھا کرتے تھے۔

بعض لوگ شین کو سین پڑھنے کا موجب یہ بتاتے ہیں کہ امیہ نے جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذائیں پہنچائیں تو ان ایذوں میں سے ایک ایذا یہ بھی تھی کہ امیہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر بھی میخیں گاڑیں اور کوئلے وغیرہ رکھے تھے جس کی وجہ سے زبان سے شین صحیح ادا نہیں ہوتا تھا۔

اسکے متعلق علامہ تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تخاطب، انتخاب نبوی ﷺ تھا اور جتنا لوگ آپ ﷺ کی توصیف لکھتے ہیں سب یہی کہتے ہیں:

"اَنَّـهٗ لَاىَ الصَّوْتِ حَسَنُهٗ فَصِیْحُهٗ لَوْ کَانَتْ فِیْهِ لثغه لَتَوَفَّرَتِ الدَّوَاعِیْ عَلٰی نَقْلِهَا وَلَعَابَهَا اَهْلُ النِّفَاقِ وَالضَّلَالُ الْمُجْتَهِدِیْنَ فِی التَّنَقُّصِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ" (المقاصد الحسنہ صفحہ 247)

"بے شک حضرت بلال (ﷺ) بلند آواز والے اور حسنِ فصاحت کے پیکر تھے۔ اگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں لکنت ہوتی تو منافقوں اور گمراہ لوگوں کو اہلِ اسلام کی بے عزتی اور تنقیص میں ایسی باتیں نقل کرنے سے فرحت و خوشی ہوتی۔"

✿ ✿ ✿

عجیب واقعہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"ایک بار ایک یہودی مجھے ملا اس نے مجھ سے کہا!

"مجھے وسعت اور ثروت حاصل ہے۔ تُو کسی سے قرض نہ لیا کر جب ضرورت ہو مجھ ہی سے قرض لے لیا کر۔"

میں نے کہا!

"اس سے بہتر کیا ہوگا۔؟"

پھر میں نے اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے سامانِ ضرورت کا ارشاد عالی ہوتا اور میرے پاس رقم نہ ہوتی تو میں اس یہودی سے قرض لے آیا کرتا اور ارشاد والا کی تعمیل کر دیتا۔

ایک مرتبہ وضو کر کے اذان کہنے کے لیے کھڑا ہوا ہی تھا کہ وہی یہودی جس سے میں قرض لیا کرتا تھا ایک جماعت کے ساتھ آیا اور کہنے لگا!

"او حبشی!"

میں ادھر متوجہ ہوا تو ایک دم بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور برا بھلا جو منہ میں آیا بکنے لگا اور کہنے لگا!

"مہینہ میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔؟"

میں نے کہا!

"مہینہ ختم ہونے کے قریب ہے۔"

کہنے لگا!

"چار دن باقی ہیں۔ اگر تم نے ان چار دنوں میں میرا قرض ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرض کے عوض میں غلام بنالوں گا اور تو پھر اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا جس طرح پہلے چرایا کرتا تھا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔
مجھ پر دن بھر جو گزرنا چاہیے تھی وہی گزری۔ تمام دن رنج وصدمہ سے گزرا۔
حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو قصہ سنایا اور عرض کیا!
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم! نہ آپ کے پاس اس وقت ادا کرنے کو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں۔ وہ یہودی مجھے ذلیل کرے گا، اس لیے اگر آپ اجازت دیں تو اتنے دن جب تک اس کا قرض اتارنے کا انتظام نہ ہو میں روپوش ہو جاؤں۔؟ جب آپ کے پاس کچھ آئے گا تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔"
یہ عرض کر کے میں گھر آیا تلوار لی، ڈھال اٹھائی اور جوتا پہنا۔ یہی سامان سفر تھا۔ اب میں صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا۔
صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے:
"حضور اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں جلدی جلدی چلو۔!"
میں حاضر خدمت ہوا تو میں نے دیکھا کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا بیٹھی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!
"خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے تیرے قرض کی واپسی کا انتظام فرمادیا۔ یہ اُونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی۔ فدک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے۔"
حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
"میں نے اللہ تعالیٰ ﷻ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ان اونٹیوں کو لے کر گیا اور سارا قرض ادا کر کے واپس آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اتنی دیر مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔"

میں واپس آ کر عرض گزار ہوا۔

"حضور (ﷺ)! اللہ تعالیٰ ﷻ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو قرض سے سبکدوش فرما دیا اور اب کوئی قرض باقی نہیں رہا۔"

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا!

"سامان میں سے کچھ باقی ہے۔؟"

میں نے عرض کیا!

"ہاں! یا رسول اللہ (ﷺ)! باقی ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

"اسے بھی تقسیم ہی کر دیجئے تا کہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں اس وقت تک گھر نہیں جاؤں گا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔"

عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا!

"(اے بلال رضی اللہ عنہ!) وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں۔؟"

میں نے عرض کیا!

"ابھی کچھ موجود ہے کیونکہ ضرورت مند آئے ہی نہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے مسجد میں ہی رات گزاری دوسرے دن عشاء کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے پھر فرمایا!

"کہو جی کچھ بچا۔؟"

میں نے عرض کیا!

"اللہ ﷻ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب تقسیم ہو گیا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے اللہ جل جلالہ کی حمد و ثناء فرمائی اور گھر تشریف لے گئے۔ (الوفاء ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ، عربی صفحہ 377-378) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 114-115) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 144 تا 147)

انکشافِ جمیل:

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سریلی آواز اس یہودی کے قلب پر یوں اثر انداز ہوئی کہ باوجود اسلام کے سخت دشمن ہونے کے اذان کی آواز پر جھوم جاتا۔ اس سے اسے خطرہ لاحق ہوا کہ اس آواز سے تو دوسرے یہودی متاثر ہو کر مسلمان ہو سکتے ہیں۔ جب اِس قدر متعصب و متشدد ہونے کے باوجود میرا جی بھی اس سریلی آواز کو سن کر اسلام کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے تو دوسروں پر کیونکر اثر انداز نہ ہوگی۔ اس لیے کوئی ایسی صورت ہونی چاہیے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ غلامی کے دائرہ میں لایا جائے۔

اس کے نزدیک اسکی آسان صورت یہی تھی کہ آپ کو قرض دینے پر آمادہ کیا جائے اور جب آپ سے قرض ادا نہ ہوگا تو میں ان کو اپنا غلام بنالوں گا۔ چنانچہ اس کی یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی غلام بنائے جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا، اسی لیے روپوش ہونے کی اجازت طلب کی۔ لیکن "جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔؟" اللہ تعالیٰ ﷻ کو گوارہ نہ ہوا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے غلام کو کوئی پریشانی آئے اسی لیے ایسا انتظام فرمایا کہ یہودی منہ تکتا رہ گیا۔

مال و دولت:

اس واقعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو دنیا کے مال و دولت سے کس قدر نفرت تھی کہ اسے لمحہ بھر کے لیے بھی اپنے پاس رکھنا گوارا نہ فرمایا اور ہم ہیں کہ اس کمینی دنیا کے پیچھے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں۔

دائمی عمل:

ابن اسحاق بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی تھی۔

"میرے گھر کا صحن مسجد نبوی شریف سے ملا ہوا تھا۔ میں دیکھتی تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز طلوع فجر سے پہلے دیوار پر بیٹھ جاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے یہاں تک کہ

جب فجر طلوع ہوتی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا کرتے۔

"اے اللہ عزوجل! میں تیری تعریف اور حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ اے اللہ عزوجل! قریش کو ہدایت نصیب فرما کہ وہ تیرے دین کو قبول کریں اور اس پر قائم رہیں۔"

وہ عورت فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز بھی اس دعا کو ترک کیا ہو۔ (یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بھی اس دعا کو ترک نہیں فرمایا۔)

روزانہ دیدار:

اذان پڑھنے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے قریب جا کر عرض کرتے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)
اَلصَّلٰوۃُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم یہ سنتے ہی حجرۂ انور سے باہر تشریف لے آتے۔

فجر کے وقت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا معمول تھا کہ اذان شروع ہوتے ہی باہر تشریف لے آتے، ایک روز آنے میں تاخیر ہوئی تو اضطراب کی حالت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے بے ساختہ نکلا۔

"اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ"

"نماز نیند سے بہتر ہے۔"

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم یہ سنتے ہی مسجد کے صحن میں تشریف لے آئے۔ یہ کلمہ جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے بے ساختہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مسلمانوں کی تعلیم کے لیے نکلوایا تھا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو پسند آیا اور اس دن کے بعد اس کلمے کو فجر کی اذان میں پڑھنے کا حکم فرمایا۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 88-89)

شیعہ کا رد:

اس سے شیعہ حضرات کے اس الزام کا بھی رد ہو گیا جو وہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لگاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اضافہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا حالانکہ دلائل سے ثابت ہے کہ یہ اضافہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے خود فرمایا:

"اذان پر کسی بھی قسم کے اعتراضات کے جوابات کے لیے فقیر کی کتاب "اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی اذان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" ضرور پڑھ لیں۔

✿ ✿ ✿

چند یادگار اذانیں

اذان اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ:

اذان تو ایسا عمل ہے کہ گویا اس کی غرض و غایت ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جونہی لفظ اذان زبان پر جاری ہوا فوراً حضرت بلال رضی الہ تعالیٰ عنہ کا تصور سامنے آیا۔ اذان ہی پر سحری کھانے اور ختم کرنے کا دارومدار بھی ہے اور یہ دارومدار بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے تھا۔

مشہور و معروف:

زندگی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہزاروں اذانیں دیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند اذانیں خاص حیثیت رکھتی ہیں جن میں عجیب کیفیت و اثر تھا۔ ان کی تفصیل حاضر قارئین ہے۔

غزوۂ احد سے واپسی:

غزوۂ اُحد میں روانگی کے وقت راستہ میں منزل شیخین میں پہنچے تو یہاں مغرب کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے باجماعت نماز ادا کروائی۔

فتح مکہ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذانوں میں سے فتح مکہ کی اذان اہم ترین تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔

جب 8ھ میں کفار نے معاہدۂ حدیبیہ توڑ دیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم دس ہزار مسلمانوں کا ایک عظیم الشان لشکر لے کر مدینہ شریف سے روانہ ہوئے اور گیارہ رمضان المبارک کی رات کو کوہِ صفا کی اوٹ میں قیام فرمایا۔ اگلی صبح یعنی گیارہ رمضان المبارک کے دن کو

مسلمان مجاہدین کا لشکر پڑاؤ سے روانہ ہوا اور چاروں طرف سے مکہ میں داخل ہو گیا۔
اچانک حملہ ہونے پر مشرکین حیران و پریشان رہ گئے لیکن ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے ایک مسلح جماعت کے ساتھ مسلمانوں کو روکنا چاہا مگر مسلمانوں کا سامنا کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوانہ وار مخالفین کی صفوں پر حملہ آور ہوئے۔ قریش کو منہ کی کھانا پڑی اور وہ اپنی تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، جب کہ تین مسلمان اس جھڑپ میں شہید ہوئے۔
حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ "جو شخص مقابلے پر تلوار نہ اٹھائے اس سے مت لڑا جائے، جو گھر میں بیٹھے رہیں ان کے ساتھ جنگ نہ کی جائے، جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب نہ کیا جائے اور جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہو جائے اسکو بھی پناہ دے دی جائے۔ یعنی اس کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کوئی ایذا پہنچائی جائے۔"
حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا!
"جو شخص ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہو جائے اسے بھی امن ہے۔"
اس طرح مسلمان مجاہدین نے بڑے صبر و تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عظیم معرکہ کو سر کیا۔
اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اونٹنی پر سوار، سیاہ عمامہ شریف باندھے ہوئے "سورۂ فتح" کی تلاوت فرما رہے تھے۔
آج مکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے قبضہ میں آ گیا۔ وہ شہر کہ جس سے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم رات کی تاریکی میں صرف ایک رفیق صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مدینہ طیبہ کو ہجرت فرما گئے تھے اور اس حرم الٰہی پر الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے

آنسو ٹپک پڑے تھے۔

تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن قبضۂ رسولِ اکرم ﷺ میں:

مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم فاتحانہ شان سے داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وشوقت کا یہ عالم ہے کہ دس ہزار مسلح جاں نثاروں کا لشکرِ جرار ہمرکاب ہے اور راستے کی آبادیوں کے بے شمار باشندے ان کے علاوہ پروانوں کی طرح شمع رسالت کے گرد موجود ہیں۔

وہ کعبۃ اللہ جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اور صحابہ کے نماز ادا کرنے پر اہلِ مکہ نے ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ وہ کعبۃ اللہ جس میں قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رخساروں پر طمانچے مارے گئے تھے۔ وہ کعبۃ اللہ جو تین سو ساٹھ 360 بتوں کا مسکن تھا آج اسے بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا گیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر داخل ہوئے، جن کو اہلِ مکہ ایک حبشی غلام کی حیثیت سے جانتے تھے اور جو اسی شہر میں اسلام سے عشق ومحبت پر ناگفتی طور پر ستائے گئے اور ظلم وستم کا نشانہ بنے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے آج تمام دردناک ظلم دینے والے دشمنوں کو معاف فرما دیا۔ سبحان اللہ! کیا جود وسخا ہے۔

کعبۃ اللہ میں اذان:

اب وہ وقت آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کعبۃ اللہ میں فریضۂ نماز ادا کریں اور سقفِ حرم سے اذان کی آواز بلند کریں۔ یہ ایک نہایت خوشگوار اور تاریخی موقعہ تھا۔

صحابہ کرام ﷺ میں سے بہت ایسے بزرگوار شخصیت کے حامل صحابہ تھے کہ جو اہلِ عرب

کے خیال کے مطابق نسبی شرف و مجد کے مالک تھے لیکن پیغمبر اخوت و مساوات نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف و امتیاز عطا فرمایا کہ وہ کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اللہ ﷻ کی واحدانیت اور کبریائی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت و عبدیت کا اعلان کریں۔

ذرا اس حالت کا تصور تو کیجئے کہ جب ہر طرح کے ارباب جاہ و ثروت اور اہلِ فضل و کرم اور صاحبانِ کمال کی موجودگی میں ایک حبشی زادہ جو زندگی کا بڑا حصہ غلامی میں گزار چکا تھا اذان کی صدا بلند کر رہا تھا اور وہ بھی سقفِ کعبہ پر چڑھ کر۔؟ یہ "اَنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" کا شاندار معائنہ نہیں تو اور کیا ہے۔؟

اذان بلال رضی اللہ عنہ اور قریش:

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قریشِ مکہ نے حضرت بلال صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی اذان سنی تو غیرتِ قومی سے بے چین ہو گئے اور آپس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں بدزبانیاں کرنے لگے۔ ان میں سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے (یہ واقعہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے۔) لیکن وہ کہنے لگے۔ "میں کچھ نہیں کہتا اس لیے کہ جو کچھ میں کہوں گا میرا خیال ہے کہ یہ سنگریزے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو خبر دیں گے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ان لوگوں کو طلب فرما کر بازپرس کی تو چونکہ انہوں نے اپنی علیحدہ میٹنگ میں یہ باتیں کی تھیں اس لیے رازدارانہ گفتگو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا مطلع ہو جانے والا معجزہ دیکھ کر وہ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

فتحِ مکہ کے موقعہ پر اذانِ بلال رضی اللہ عنہ:

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"جب مجھے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے کعبہ معظمہ

کی چھت پر چڑھ جانے کا حکم دیا تو نہ جانے کس طرح میرے اندر بے انتہا توانائیاں جمع ہو گئیں۔ مدینہ شریف میں میری پہلی اذان نے مسجد نبوی کی تکمیل کی تھی اور اب میری اذان طہارت کعبہ کے عمل کو مکمل کرنے والی تھی۔ میں بازوؤں کے سہارے لٹکتے ہوئے ہموار دیواروں پر پاؤں جماتے ہوئے اوپر پہنچا۔ نیچے مکمل خاموشی تھی پھر میں نے اذان دی۔ اس کے بعد اپنے آقا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی طرف دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار حسب معمول مطمئن اور پروقار نظر آرہے تھے۔ قریب ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے سب ہی بے حد مسرور دکھائی دے رہے تھے۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 185)

اذانِ تہجد:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سحری کی اذان تہجد کے آخروقت دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اب تک مدینہ منورہ میں دو (2) اذانیں ہوتی ہیں۔

1: اذانِ تہجد   2: اذانِ فجر

سردی دور فرما دے!:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میں نے سردی کے دنوں میں اذان کہی اور بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مسجد میں نماز کے لیے تشریف لائے تو مسجد خالی تھی اور میرے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور یہ دُعا کی۔ "اے اللہ عزوجل! ان لوگوں سے سردی کو دور کر دے۔" آپ صلی اللہ علیہ

وعلی الہ وصحبہ وسلم کا فرمانا تھا کہ لوگ جوق در جوق نماز کے لیے مسجد میں آنا شروع ہو گئے۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 93)

جمعہ کی اذان:

جمعۃ المبارک کے روز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خصوصی اہتمام فرماتے۔ غسل کے بعد اُجلے کپڑے پہنتے اور مسجد نبوی شریف میں سب سے پہلے پہنچ کر درود وسلام پڑھتے۔ آہستہ آہستہ نمازی جمع ہو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے اور باآواز بلند "السلام علیکم" فرما کر منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محبوب و مطلوب ﷺ کے بالکل روبرو کھڑے ہو کر اذان دیتے، پھر خطبہ ثانیہ کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اقامت پڑھنے کا شرف حاصل کرتے اور پھر نماز شروع ہو جاتی۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 151)

٭ ٭ ٭

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن بننے کا واقعہ انہی سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"خرجت فی نفر وکنا ببعض طریق حنین نقل رسول الله
صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم من حنین فلبث
رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم فی بعض
الطریق فاذن مؤذن رسول الله صلی الله علیه وعلی اله
وصحبه وسلم بالصلوة فسمعنا صوت المؤذن ونحن
متنکبون رای عن الطریق فصرنا نحکیه ونستهزی به فسمع
النبی صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم فارسل الینا الی
ان وقفنا بین یدیه صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم
فقال رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم
ایکم الذی سمعت صوته قد ارتفع فاشار القوم کلهم الی
فحبسنی ای ابقانی عنده وارسلهم وقال قم فاذن فقمت
ولا شئی اکره الی من النبی صلی الله علیه وعلی اله وصحبه
وسلم ولا مما یامرنی به فقمت بین یدی رسول الله صلی
الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم فالقی علی التاذین
هو بنفسه ثم دعانی حین التاذین فاعطانی صرة فیها شیئ من
فضة ثم وضع یده علی ناصیتی ومر بها وعلی وجهی ثم بین
یدی ثم علی کبدی حتی بلغت یده سرتی ثم قال بارک
الله فیک وبارک علیک فقلت یا رسول الله صلی الله علیه
وعلی اله وصحبه وسلم مرنی بالتاذین بمکة فقال رسول

الله صلی الله علیه وعلی اله و صحبه وسلم فدامرتک به و ذهب کل شیئی کان رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم من کراهة و عاد ذالک کله صحبةلرسول الله صلی الله علیه وعلی اله و صحبه وسلم فقدمت علی عتاب اسید رضی الله تعالیٰ عنه عامل رسول الله صلی الله علیه وعلی اله وصحبه وسلم علی مکة فاتت بالصلوة عن امر رسول الله صلی الله علیه و علی اله و صحبه وسلم"

(سیرۃ حلبیہ، جلد2، صفحہ 307)

"میں ایک جماعت کے ساتھ نکلا اور ہم حنین کی راہ پر چل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم بھی واپس تشریف لے جا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا اور آپ کے مؤذن نے اذان پڑھی تو ہم نے اذان سن کر پھبتیاں اُڑائیں لیکن ہم راستہ سے ہٹ کر تنہا جا رہے تھے، اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے (بطور معجزہ) ہماری باتیں سن لیں اور کسی کو ہمیں بلانے کا حکم فرمایا۔ ہم حاضر ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"تم میں کون ہے جس نے اذان سنکر ایسے ایسے کہا ہے۔؟

سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے سب کو اجازت دے دی اور مجھے اپنے پاس ٹھہرا کر فرمایا کھڑے ہو جاؤ! میں کھڑا ہو گیا لیکن اس وقت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تمام اشیاء سے مکروہ ترین (نعوذ باللہ من ذلک الکفر) محسوس ہو رہے تھے اور ان کا ہر حکم مجھے مکروہ محسوس ہو رہا تھا، تاہم حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ اس پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے مجھے اذان کے کلمات پڑھائے۔

اس کے بعد مجھے اپنے قریب بلا کر ایک سونے سے بھری ہوئی تھیلی عطا فرمائی۔ پھر

آپ نے اپنا رحمت بھرا ہاتھ مبارک میری پیشانی پر رکھا اور اسے میرے چہرے پر پھیرتے ہوئے میرے دل سے جگر اور ناف تک لے گئے اور فرمایا!

"تجھے اللہ ﷻ برکت بخشے۔"

اس پر میں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم)! مجھے مکہ معظمہ کا مؤذن مقرر فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"آج کے بعد تم مکہ کے مؤذن ہو۔!"

حضرت ابومحذورہ فرماتے ہیں کہ "اللہ ﷻ شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ کی برکت سے میرے دل کا تمام بغض و کینہ نکل گیا۔ اس کے بعد میرے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم موجزن ہو گیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مقرر کردہ حاکم مکہ کے پاس گیا اور رسول اللہ ﷺ کا حکم سنایا کہ مجھے مکہ کا مؤذن بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد میں ہی مکہ کا مؤذن رہا۔"

اس روایت سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور بزرگی کا پتہ چلتا ہے۔ اُن کی نقل اتارنے کے طفیل حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دولت ایمان سے نوازا کیونکہ اگر وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل نہ اتارتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم انہیں نہ بلاتے اور نہ ہی ان کو ایمان نصیب ہوتا۔

یہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کی بڑی دلیل ہے کہ اُن کی نقل اتارنے والے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے انعام سے نوازا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے "حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل اتارنے والے کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرعونیوں سے نکال کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر کے ساتھ کر دیا۔"

اس سے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے اختیار کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے بغض و عداوت کو نکال کر عشقِ اسلام سے اُن کے قلب کو بھر

دیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کے دور میں معمول بہ ہی نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سے پیار بھی تھا۔

بلال سے پیار:

''حبشی نژاد ہونے کی وجہ سے آپ کی زبان میں ایک جادو تھا اسی لیے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پکارتے تو سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی۔

نماز کا وقت قریب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے۔

''قُمْ یَابِلَالُ اَرِحْنِیْ بِالصَّلٰوۃِ''

''اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اٹھو اور (اذان اور) نماز پڑھ کر میرے دل کو راحت پہنچاؤ۔'' (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 88)

○ ○ ○

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انگوٹھے چومنا

اذان سن کر جواب دینا سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا اسمِ گرامی سن کر انگوٹھے چومنا اور انہیں آنکھوں سے لگانا مستحب اور سنتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے:

"در محیط آوردہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم بمسجد در آمد و نزدیک ستون بنشست وصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ در برابر آں حضرت نشستہ بود بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ برخاست و باذان اشتغال فرمود چوں گفت اشہد ان محمدا رسول اللہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر دو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم نہادہ گفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارغ شد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم فرمودہ کہ یا ابا بکر ہر کہ بکند چنیں کہ تو کردی خدائے بیامرزد گناہان جدید و قدیم او را اگر بعمد بود باشد اگر بخطاء"

(تفسیر روح البیان از علامہ اسماعیل حقی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ)

"محیط میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر اذان دینا شروع کی۔ جب انہوں نے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن چوم کر اپنی

آنکھوں پر رکھے اور "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ" کہا۔

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اے ابوبکر! جو شخص ایسا کرے جیسا تم نے کیا ہے تو خدائے تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔"

امام ابوطالب محمد بن علی المکی (رحمہ اللہ تعالیٰ):

"حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قوت القلوب میں ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں۔

"پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بمسجد درآمد در دہے محرم و بعد از آنکہ نماز جمعہ ادا فرمودہ بود نزدیک اسطوانہ قرار گرفت وابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظہرا بہامین چشم خود را مسح کرد و گفت قرۃ عینی بک یارسول اللہ و چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ از اذان فراغتی روئے نمود حضرت رسول اللہ ﷺ فرمودہ کہ ای ابا بکر ہر کہ بگوید آنچہ تو کردی خدائے درگزارد گناہان ویرا آنچہ باشد نو و کہنہ خطاء وعمد و نہاں و آشکارا"

"رسول اللہ ﷺ محرم کی دس تاریخ کو نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مسجد تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں حضور ﷺ کا نام سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر لگایا اور کہا!

"قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ"

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"اے ابوبکر! جو شخص تمہاری طرح میرا نام سن کر انگوٹھے اپنی آنکھوں پر

لگائے اور جو تم نے کہا وہ کہے یقیناً اللہ تعالیٰ عزوجل اس کے نئے اور پرانے، ظاہر اور باطنی گناہ معاف فرمادے گا۔"

(قوت القلوب، از امام ابو طالب محمد بن علی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ)

(تفسیر روح البیان، جلد 4، صفحہ 648، از علامہ اسماعیل حقی)

امام شمس الدین سخاوی کا قول:

امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ" جو شخص مؤذن سے "اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰهِ" سن کر کہے "مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّةِ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ﷺ" پھر دونوں انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر رکھے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔"

(المقاصد الحسنہ، صفحہ 341)

امام شمس الدین سخاوی کا موقف:

علامہ امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ دیلمی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

"لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَقَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمِلَتَیْنِ السَّبَّابَتَیْنِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَافَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ"

"جب مؤذن کو "اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہتے سنا تو آپ نے بھی یہی الفاظ پڑھے اور اپنے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں سے لگائے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا! "جو آدمی میرے اس پیارے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی طرح کرے گا اسے میری شفاعت

نصیب ہوگی۔"

(المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرہ علی السنۃ) (سیرۃ حلبی، مؤذن الرسول، دیلمی)

(سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 51)

قائد حضور ﷺ ہوں گے:

شرح نقایہ میں ہے:

"وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يُقَالُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَى الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ ﷺ يَكُوْنُ لَهٗ قَائِدًا اِلَى الْجَنَّةِ" (ردالمحتار شرح درمختار، جلد 1 صفحہ 370)

"اور جان لو کہ بیشک اذان کی پہلی شہادت (اشہد ان محمدا رسول اللہ) سننے پر "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" پڑھنا اور دوسری شہادت سننے پر قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے۔ (پڑھنے والا) پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن (چوم کر) اپنی آنکھوں سے لگائے اور یہ دُعا پڑھے۔ "اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ" حضور ﷺ ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔"

اندھا نہ ہوگا!:

مالکی مذہب کی مشہور و معروف کتاب "کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی" کے صفحہ نمبر 169 اور شافعی مذہب کی مشہور ترین کتاب "اعانۃ الطالبین علی حد الفاظ فتح المعین" کے صفحہ 247 میں ہے کہ "جب اذان میں حضور ﷺ کا نام نامی سنے تو درود پڑھے۔

"ثُمَّ يُقَبِّلُ اِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَ وَلَمْ يَرْمَدْ اَبَدًا"

"پھر انگوٹھے چومے اور ان کو آنکھوں پر رکھے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ ہی کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی۔"

(کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی، صفحہ نمبر 169) (اعانۃ الطالبین علی حد الفاظ فتح المعین، صفحہ 247)

حدیث ضعیف ہے!؟

بعض کوڑھ مغز صرف شانِ رسالت سے متعلق روایات سن کر فوراً کہہ دیتے ہیں:

"هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ" (یہ حدیث ضعیف ہے۔)

یہ ان کی بدقسمتی کی دلیل ہے، ورنہ ہر حدیثِ رسول ﷺ ضعیف کیسے ہوسکتی ہے۔؟

سند موقوف صحیح ہے:

حدیثِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند موقوف صحیح ہے۔

چنانچہ امام ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"قُلْتُ وَاِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ اِلَى الصِّدِّيْقِ الْاَكْبَرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَيَكْفِي لِلْعَمَلِ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ" (الموضوعات الکبیر، صفحہ 64 از امام ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ)

"میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے تو عمل کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ" "تم پر میری اور میرے خلفاءِ راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔"

معلوم ہوا کہ یہ حدیث موقوف صحیح ہے، کیونکہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس کی سند ثابت ہے اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت سنتِ رسول ﷺ ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

فتاوی شامی میں ہے:

"وَيُسْتَحِبُّ اَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاَوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ) وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ) ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيِ الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُوْنُ قَائِدًا لَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعِبَادِ قُهُسْتَانِيْ وَنَحْوِهٖ فِي الْفَتَاوَى الصُّوْفِيَّةِ وَفِي الْفِرْدَوْسِ مَنْ قَبَّلَ ظُفْرَيِ الْبَهَامَيْهِ عِنْدَ سَمَاعِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْاَذَانِ اَنَا قَائِدُهٗ وَ مُدْخِلُهٗ فِيْ صُفُوْفِ الْجَنَّةِ وَتَمَامُهٗ فِيْ حَوَاشِي الْبَحْرِ لِكَ رَمْلِيْ"

(ردالمحتار شرح درمختار، جلد 1، باب الاذان، صفحہ 370)(الطحاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ 111)

"اذان کی پہلی شہادت پر "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" کہنا اور دوسری شہادت کے وقت "قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ" کہہ کر ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھنا مستحب ہے۔ جو کوئی یہ کام کرے اور آنکھوں پر ناخن رکھتے ہوئے یہ دُعا پڑھے: "اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ" تو حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم اس کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔ اسی طرح کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ میں ہے۔ کتاب الفردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی حدیث منقول ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا! "مَنْ قَبَّلَ ظُفْرَيِ

الْإِبْهَامَيْهِ عِنْدَ سَمَاعِ اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْاَذَانِ اَنَاقَائِدُهٗ وَ مُدْخِلُ فِيْ صُفُوْفِ الْجَنَّةِ" "جس شخص نے اذان میں اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَّسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ سن کر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما تو میں اسکا راہنما بنوں گا اور اسکو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔" اس مسئلہ کی پوری تفصیل وتحقیق کنز الدقائق کی شرح بحر الرائق کے حواشی رملی میں ہے۔"

(ردالمحتار شرح درمختار، جلد 1، باب الاذان، صفحہ 370)(الطحاوی علی مراقی الفلاح، صفحہ 111)

تفسیر روح البیان:

علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی معتبر و مستند اور شہرۂ آفاق تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

وَفِيْ قَصَصِ الْاَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهَااَنَّ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَشْتَاقٌ اِلٰى لِقَاءِ مُحَمَّدٍ ﷺ حِيْنَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ هُوَمِنْ صُلْبِكَ وَيَظْهَرُفِيْ اٰخِرِالزَّمَانِ فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ ﷺ حِيْنَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ فَاَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ النُّوْرَالْمُحَمَّدِيَّ فِيْ اَصْبِعِهِ الْمُسَبِّحَةِ فَلِذٰلِكَ سَمِعَتْ تِلْكَ الْاَصْبِعُ مُسَبِّحَةً كَمَافِي الرَّوْضِ الْفَائِقِ اَوْاَظْهَرَاللّٰهُ تَعَالٰى جَمَالَ حَبِيْبِهٖ فِيْ صِفَاءِ ظُفْرَيْ اِبْهَامَيْهِ مِثْلَ الْمِرْاٰةِ فَقَبَّلَ اٰدَمُ ظُفْرَيْ اِبْهَامَيْهِ وَ مَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ نَصَارَاَصْلًالِّذُرِّيَّتِهٖ فَلَمَّااَخْبَرَجِبْرِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ ﷺ مَنْ سَمِعَ اِسْمِيْ فِي الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرَيْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَ اَبَدًا" (تفسیر روح البیان، جلد 4، عربی صفحہ 649)

"قصص الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو رسول اللہ ﷺ سے ملنے کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ ﷻ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نورِ محمدی ﷺ کو چمکایا تو اس نور نے اللہ ﷻ کی تسبیح کی۔ اسی لیے اس انگلی کا نام شہادت کی اُنگلی رکھا گیا جیسا کہ روض الفائق میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ﷻ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے جمال کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثلِ آئینہ ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرا، یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبرئیل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا اَمَنْ سَمِعَ اِسْمِی فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرِیْ اِبْهَامَیْهِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا" "جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے اُنگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ کبھی بھی اندھا نہ ہوگا۔"

(تفسیر روح البیان، جلد 4، عربی صفحہ 649)

دانش مند حضرات کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے لیکن بے عقلوں کو حوالوں کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ اپنے عمل کے ثبوت میں ہم اہلِ سنت کے پاس ہزاروں حوالہ جات ہیں جن میں چند ایک یہ ہیں:

منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین، از اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ

جاء الحق وزہق الباطل، از مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ

روح البیان، از امام اسماعیل حقی، جلد 4، صفحہ 648، 649

المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی السنۃ، از امام شمس الدین سخاوی

موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ، از ابو العباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی

رد المحتار شرح درمختار، از علامہ شامی، جلد 1، صفحہ 370

الطحطاوی علی مراقی الفلاح، از علامہ طحطاوی، صفحہ 111

شرح الکبیر، از امام قہستانی

کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی، صفحہ نمبر 169

اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین، صفحہ 247

نہج السلامۃ فی تقبیل الابہامین فی الاقامۃ، صفحہ 4

حلیۃ الاولیاء، از امام ابونعیم، جلد 4، صفحہ 42

سیرۃ حلبیہ، جلد 1، صفحہ 85

الموضوعات الکبیر، از ملا علی قاری، صفحہ 64

نیز انگوٹھے چومنے، اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے، اور ترجیع وغیرہ جیسے موضوعات پر ڈھیروں دلائل سے مزین فقیر کی کتاب "اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی اذان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

۞ ۞ ۞

اذانِ بلال ﷺ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا مشہور عنوان اذان ہے۔ اذان کا آپ کے نام کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ جوں ہی اذان یاد آئی تو ذہن میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آ گیا۔

دُنیا میں ہر وقت اذان کی آواز:

یہ بھی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اذان کی آواز ہر وقت گونج رہی ہے۔ زمین کے کسی نہ کسی خطے میں کسی نہ کسی ملک وعلاقے میں ہر وقت اذان کی آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔

اگر آپ دنیا کے نقشے کو غور سے دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اسلامی ممالک میں "انڈونیشیا" کرۂ ارض کے عین مشرقی جانب واقع ہے۔ یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں "سماٹرا"، "جاوا" اور "سلیبز" بڑے مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔

80 کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ طلوع سحر سلیبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں طلوع سحر کے ساتھ ہی "انڈونیشیا" کے انتہائی مشرق وجزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت لاکھوں مؤذن خدا تعالیٰ ﷻ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔

مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد "جکارتہ" میں مؤذنوں کی آواز گونجتی ہے۔ "جکارتہ" کے بعد یہ سلسلہ "سماٹرا" میں شروع ہو جاتا ہے اور "سماٹرا" کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی "ملایا" کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ "ملایا" کے بعد "برما" کی باری آتی ہے۔ "جکارتہ" سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد "ڈھاکہ" پہنچتا ہے۔

"بنگلہ دیش" میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ "کلکتہ" سے "سری نگر" تک

اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔دوسری طرف یہ سلسلہ "کلکتہ" سے "بمبئی" کی طرف بڑھتا ہے اور پورے "ہندوستان" کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔"سری نگر" اور "سیالکوٹ" میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔

"سیالکوٹ" سے "کوئٹہ"، "کراچی" اور "گوادر" تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔اس عرصہ میں فجر کی اذانیں "پاکستان" میں بلند ہوتی رہتی ہیں۔"پاکستان" میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے ہی "افغانستان" اور "مسقط" میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

"مسقط" سے بغداد تک ایک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصہ میں اذانیں "حجاز مقدس" "یمن"، "عرب امارات"، "کویت" اور "عراق" میں گونجتی ہیں۔"بغداد" سے "اسکندریہ" تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس دوران میں "شام"، "مصر"، "صومالیہ" اور "سوڈان" میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔

"سکندریہ" اور "استنبول" ایک ہی طول وعرض پر واقع ہے۔"مشرقی ترکی" سے "مغربی ترکی" تک ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے۔اس دوران "ترکی" میں صدائے توحید ورسالت بلند ہوتی ہے۔

"سکندریہ"، "طرابلس" تک ایک گھنٹہ کا دورانیہ ہے۔اس عرصہ میں "شمالی افریقہ" میں "لیبیا" اور "تیونس" میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

فجر کی اذان جس کا آغاز "انڈونیشیا" کے "مشرقی جزائر" سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا طویل سفر کر کے "بحراوقیانوس" کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان "بحراوقیانوس" تک پہنچنے سے قبل ہی "مشرقی انڈونیشیا" میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور "ڈھاکہ" میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک "مشرقی انڈونیشیا" میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتیں ہیں۔یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل "جکارتہ" پہنچتا ہے کہ "انڈونیشیا" کے "مشرقی جزائر" میں نمازِ مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔مغرب کی اذانیں "سیلبز" سے بمشکل "ساٹرا" تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔اس وقت "افریقہ" میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟ کہ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں اور لاکھوں مؤذن بیک وقت خدا تعالیٰ ﷻ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔یہ سلسلہ جاری تھا، جاری ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ ﷻ جاری رہے گا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور اہم اعلان

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کے ساتھ ساتھ، بہت سارے اہم اعلان بھی فرمائے۔ آپ کے اعلانوں میں سے کچھ اہم اعلانوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ایک غزوہ کی فراغت پر اعلانِ بلال رضی اللہ عنہ:

ایک غزوہ کی فراغت پر حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا!

"یارسول اللہ ﷺ! فرشتوں نے ابھی تک کمریں کسی ہوئیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم بنوقریظہ پر چڑھائی کریں میں بھی وہاں جاتا ہوں۔"

اس وقت جنگ کا اعلان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ لگایا گیا اور خود سرکارِ دو عالم ﷺ نے اعلان کے الفاظ بتاتے ہوئے فرمایا!

"اے بلال! پکارو!!

"یَاخَلِیْلَ اللّٰہِ ارْکَبُوا"

"اے اللہ ﷻ کے دوستوں (جہاد کے لیے) سوار ہو جاؤ!۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فوراً نیزہ ہاتھ میں لیا اور اپنے گھوڑے نحیف پر سوار ہوئے۔ (سیرت سیدنا بلال، صفحہ نمبر 135)

غزوۂ اُحد میں اعلان:

غزوۂ اُحد میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو خبر پہنچی کہ مشرکین مکہ کو جانے کی بجائے پھر واپس لوٹ پڑے ہیں تو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے چاہا کہ کفار کے دلوں میں خوف و رعب ڈالیں اور واضح فرما دیں کہ اہلِ اسلام میں اب بھی جنگ کرنے کی شوکت و قدرت موجود ہے۔

یہ اتوار کا دن تھا۔ کل جنگ ہو چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اعلان کر دیں کہ حکمِ الٰہی ہے کہ مشرکین کے ساتھ جہاد کیا جائے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق یہ اعلان فرمایا۔

احکامِ رسولِ اکرم ﷺ کے اعلانات:

احکامِ رسالت کے اہم امور کے اعلانات بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے:

"وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ حُنَیْنًا فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ یَدَّعِیْ بِالْاِسْلَامِ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِیْدًا فَاَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرَّجُلُ الَّذِیْ قُلْتَ لَهٗ اٰنِفًا اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاِنَّهٗ قَاتَلَ الْیَوْمَ قِتَالًا شَدِیْدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اِلَی النَّارِ فَکَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِیْنَ اَنْ یَّرْتَابَ فَبَیْنَمَا هُمْ عَلٰی ذٰلِکَ اِذْ قِیْلَ فَاِنَّهٗ لَمْ یَمُتْ وَلٰکِنَّ بِهٖ جِرَاحًا شَدِیْدًا فَلَمَّا کَانَ مِنَ اللَّیْلِ لَمْ یَصْبِرْ عَلَی الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَاُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰی فِی النَّاسِ اَنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ"

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حنین کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ایک مدعیِ اسلام کے بارے میں فرمایا! "یہ دوزخی ہے۔" جب ہم جنگ میں حاضر ہوئے تو وہی شخص لڑائی کے خوب جوہر دکھا رہا تھا اور اسے زخم بھی خوب آئے تھے۔ کسی صحابیِ رسول نے نبی

پاک صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا!
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم! جس کے بارے میں آپ صلی
اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "وہ جہنمی ہے" وہ تو جنگ
میں خوب لڑ کر مرا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!
"گیا سیدھا جہنم میں۔" اس سے بعض لوگ شک میں پڑ گئے۔ ابھی ہم
اسی حال میں تھے کہ خبر ملی کہ ابھی مرا نہیں زندہ ہے لیکن چونکہ زخم
شدید آئے تھے ان کی تاب نہ لا سکا اور رات کے وقت اس نے خودکشی
کر لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ
وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا! "اللہ اکبر! بیشک میں گواہی دیتا ہوں کہ
میں اللہ تعالیٰ ﷻ کا عبد اور اس کا رسول ہوں۔" اس کے بعد حضرت
بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا! "اے بلال! اعلان کردو کہ جنت
میں صرف مسلمان جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ﷻ کبھی دینِ اسلام کی مدد
فاسق وفاجر سے بھی کرا لیتا ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعلان پر مامور ہونے کے مرتبہ کو نہ بھولیے اور
ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی پختہ کر لیجئے کہ نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے علمِ غیب پر صحابہ
کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان تھا۔ اس میں شک وشبہ ناپختہ ذہنوں کا کام ہے۔

مرنے والا جہنمی خودکشی کرنے کی وجہ سے جہنمی نہیں ہوا بلکہ حقیقتاً وہ ایک منافق تھا۔
قرآن، حدیث، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، علمائے احناف، علمائے شوافع،
علمائے حنابلہ اور نام نہاد علمائے دیوبند واہلِ حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ خودکشی کرنے والا
آدمی گنہگار ضرور ہے مگر ایمان سے خارج نہیں۔

رمضان میں سحری ختم ہونے کا اعلان:

رمضان شریف کی ایک سحری کا واقعہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار

رسالت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ سحری تناول فرما رہے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال سے سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لیے عرض گذار ہوئے۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم! سحری کا وقت ختم ہو چکا ہے۔"

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے جب یہ سنا تو کھانے سے دستِ مبارک نہ روکا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اضطراب کی حالت میں پھر عرض کیا!

"یا رسول اللہ (ﷺ) خدا تعالیٰ ﷻ کی قسم! سحری کا وقت ختم ہو گیا ہے۔"

جونہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کا جملہ کہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے نوالہ دستِ مبارک سے رکھ دیا۔ بعد میں کسی کے پوچھنے پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے اندازے کے مطابق سحری کے خاتمہ کا اعلان کر رہے تھے لیکن ہماری نظر اس وقت آفتاب کے اس مرکز پر تھی جہاں ابھی سحری کے اختتام میں چند لمحے باقی تھے لیکن جیسے ہی بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قسم والے جملے بولتے ہوئے کہا کہ "اللہ کی قسم وقت ختم ہو گیا ہے۔" تو اللہ تعالیٰ ﷻ نے ان کی قسم کو سچا کرنے کی خاطر آفتاب کو حرکت دے کر اس خط پر پہنچا دیا جہاں سحری کا وقت واقعی ختم ہوتا ہے۔ چنانچہ جب یہ معاملہ ہوا تو ہم نے کھانا کھانے سے اپنا دست روک لیا۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 151-152)

افطاری کا اعلان:

رمضان شریف میں افطار کے وقت حضورِ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے۔

"بلال! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لاؤ شربت، افطار کا وقت ہوا چاہتا ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شربت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اعلان فرما کر اطلاع دیتے کہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے روزہ افطار فرمالیا ہے، لہٰذا تم بھی افطار کرلو۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 151)

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا اعلان:

ویسے تو سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہر واقعہ انوکھا، دلچسپ، اور عشق میں ڈوبا ہوا ہے لیکن جس میں خصوصی اسلامی نکتہ ہو تو وہ خصوصی سے بھی خصوصی بن جاتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکی زندگی کے اہم ترین اعلانات میں سے ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا اعلان بھی ہے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم میں حاضر ہو کر قبولِ اسلام کا اظہار کیا تو اس وقت وہاں موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مل کر نعرہ لگایا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اعلان فرمادیں کہ "عمر اسلام لے آیا ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مخصوص بلند آواز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی خبر دہرائی۔

یہ اعلان ہونا تھا کہ اس صدائے رعد اور آسائے حق کو سن کر ایوانِ کفر و شرک میں زلزلہ بپا ہو گیا اور مشرکین نے کہا کہ آج ہمارے دو ٹکڑے ہو گئے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 157-156) (داعی السماء) (موذن الرسول)

امامتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ باعلانِ حضرت بلال رضی اللہ عنہ:

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَتَاهُ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ

بِالصَّلٰوۃِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ" الخ

(الصحیح البخاری، جلد 1، عربی صفحہ 98)

"حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے۔ وہ بیماری جس میں آپ کا ظاہری انتقال ہوا تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض کیا! "حضور! نماز تیار ہے۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا! "اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اعلان کرو کہ صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نماز پڑھائیں۔"

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے مرتبۂ اعلان کچھ ایسا موزوں تھا کہ قدرتی طور پر یہ عہدہ گویا آپ کو ہی سجتا تھا۔ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے آپ کو اپنی نظرِ انتخاب سے منتخب کیا بلکہ آپ کے علاوہ جسے بھی اعلان کی حاجت ہوتی وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوتا اور اعلان کی گزارش کرتا اور آپ اسکی عرض کو قبول فرماتے ہوئے اعلان فرما دیتے۔

۞ ۞ ۞

معمولاتِ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

خادمِ رسول کریم ﷺ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلوص ومحبت کے ساتھ ساتھ دیگر خصوصیات بھی پائی جاتی تھیں۔ اگرچہ آپ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ہمراہ زمانۂ جنگ و امن اور سفر و حضر میں ہروقت بحیثیت ایک جانثار، خادم، غلام اور پہرے دار کے رہتے تھے لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے کبھی بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایسا رویہ نہ رکھا جیسا کہ کسی محافظ، خادم، غلام یا نوکر کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مثالی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تمام فرائض اپنے ذمے لینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ "ہمہ وقت دیدار ہوتا رہے، رفاقت ومصاحبت میسر آئے اور قلبی وروحانی سکون میسر ہو۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ خادمِ مصطفیٰ ﷺ:

ویسے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا ہر صحابی خادم کی حیثیت رکھتا تھا لیکن چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خادم ہونے میں کمال حاصل کر گئے۔ ان میں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذمے چند خدمات لے رکھی تھیں۔ جو درجہ ذیل ہیں۔

اذان پڑھنا۔

اعلان کرنا۔

مصطفیٰ کریم ﷺ کو پیغامات پہنچانا۔

نفقاتِ رسول کریم ﷺ کی نگرانی کرنا۔

خزانچی۔

چندہ اکھٹا کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے مہمانوں کو کھانا کھلانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے عصا مبارک کو اٹھانا۔

بلم کو حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے سامنے گاڑنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم جب خطبہ دیتے تو جس لکڑی کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے اس لکڑی کو سہارا دینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے جانوروں کا خیال رکھنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے گھر کے کام کاج کرنا۔

بازار سے سوادسلف لاکر دینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو وضو کرانا۔

اقامت کہنا۔

سحری کے ختم ہونے کا اعلان کرنا۔

لوگوں کو روزہ رکھنے کے لیے اٹھانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو نماز کے لیے بلانا۔ روزہ افطار کرنے کا اعلان کرنا۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے کام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ''معمولات'' میں سے تھے، جن کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مختلف معمولات:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی غلامی اختیار کی، یہاں تک کہ سفر و حضر، مکی و مدنی زندگی کے جملہ لمحات مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ بسر کیے۔

ہر جنگ میں ہر سفر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی صحبتِ بابرکت

سے سرشار رہے۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر کے بعد مستقل مؤذن منتخب ہوئے۔ کوئی نماز ایسی نہ تھی جس میں اذانِ بلالی (رضی اللہ عنہ) کا ناغہ ہوا ہو۔

اذان دیکر نماز با جماعت کی اطلاع کے لیے تا دمِ زیست حضرت بلال ﷺ ہی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وسلم کے درِ انور پر جا کر عرض کرتے:

"حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ"

(داعی السماء، صفحہ 97)

یہ سن کر حضور سرورِ عالم نورِ مجسم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وسلم نماز کے لیے اپنے حجرۂ مقدس سے باہر تشریف لاتے تو سب سے پہلے زیارت کا شرف حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ہی نصیب ہوتا۔ ایسے ہی ہر اقامت پڑھنے کا شرف حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ہی نصیب ہوتا۔

وہ نماز جو معراجُ المومنین اور قرۃُ العینِ النبی ﷺ کا مرتبہ رکھتی ہے، پانچوں وقت باجماعت اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وسلم کے ساتھ مل کر ادا کرنا ہمارے ممدوح حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو نصیب ہوا۔

خوش قسمت بلال ﷺ:

وہ کیسی سہانی گھڑیاں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں گزر رہی تھیں۔ وہ کیسے خوش بخت لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وسلم کی رفاقت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اُن خوش بختوں میں سے ایک تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ مکہ معظمہ میں نبوت کے ابتدائی دور سے لے کر تا وصالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وسلم آپ ﷺ سے سایہ کی طرح چمٹے رہے۔

اقامت ہو چکی تھی:

ایک دن معمول کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان پڑھی اور پھر کسی کام سے باہر چلے گئے۔ واپسی پر جماعت کا وقت ہونے ہی والا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے قریب پہنچے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رونے کی آواز سنائی دی۔

دیکھا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چکی پیس رہی تھیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت چاہی کہ حکم ہو تو میں چکی پیس دوں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہزادۂ عالی شان کو بہلائیں۔ اس طرح کچھ دیر وہاں رُکنا پڑا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں پہنچے تو اقامت ہو چکی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاخیر کی وجہ بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 150)

توبہ پر مشتمل اشعار پڑھنا:

مصنف داعی السماء لکھتے ہیں:

"لَایَخْرُجُ فِیْ الْاَذَانِ وَبِمَاتَرَنَّمَ بِبَعْضِ اَشْعِرٍوَهُوَصَاعِدُ الْاَذَانِ وَمَالَحَالِهٖ وَطَلَبًالِلتَّوْبَةِ وَالرَّحْمَتِیْنَ اللّٰهِ"

(سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 80) (داعی السماء، موذن الرسول)

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف اذان ہی نہیں پڑھتے تھے بلکہ ترنم سے ایسی بلند آواز سے اشعار پڑھتے جو اذان کی آواز سے کہیں زیادہ بلند ہوتی، جو ان کے حال کے مطابق ہوتی۔ کبھی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ توبہ پر مشتمل اشعار پڑھتے اور کبھی اللہ تعالیٰ عزوجل کی رحمت کی طلب کے اشعار پڑھ کر سنایا کرتے۔"

پاسبانِ دارِاَرقم:

حضرت اَرقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے معزز ومحترم صحابی تھے۔آپ ابتدائے اسلام کے زمانے میں ایمان لائے۔آپ غالباً تیرھویں (13) مسلمان تھے۔آپ کا تعلق قریش کے قبیلۂ بنومخزوم سے تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ سو نوے سن عیسوی (590ء) میں پیدا ہوئے اور ترپن 53 ہجری میں 83 برس کی زندگی پاکر فوت ہوئے۔آپ کی قبرانور مدینہ شریف کے قبرستان جنتُ البقیع میں ہے۔

ان کا قلعہ نما مکان بیتُ اللہ کے نزدیک کوہِ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ظہورِقدسی کے بعد جب نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے اہلِ ایمان کی روحانی تربیت اور تدریسِ قرآن کے لیے اسی گھر کو منتخب فرمایا اور وہاں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ اکثر اوقات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہاں جمع ہوتے اور رشد وہدایت سے مستفید ہوتے تھے۔

اسلام کی اس اولین درس گاہ نے مسلمانوں کی تعلیمی تشنگی کی تسکین کے لیے گراں مایہ خدمات سرانجام دیں۔یہی وہ درس گاہ ہے جہاں قریش مکہ کی بڑی بڑی شخصیات نے خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم میں حاضر ہوکر اسلام کی انقلابی تحریک میں شرکت کی اور قافلۂ توحید میں شمولیت اختیار کی۔یہی وہ مبارک گھر ہے جہاں حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (والدۂ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ایمان لائیں۔

اسی دارُالارقم میں سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا اور یہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔اسی مبارک اور سعادت والے گھر میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اکثر قیام فرمایا کرتے اور اسی بیتِ ارقم میں مسلمان آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی قیادت میں نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔اس گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی۔

یہ مکان بعد میں حضرت اَرقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقف کردیا تھا۔اسی تاریخی

اہمیت والے گھر کے پہلے پاسبان اور محافظ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت بڑا اشرف تھا۔ یہیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے وعظ و نصیحت اور ارشاد و تبلیغ سے فیض یاب ہوتے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارِ ارقم کے دروازے پر ہر وقت پہرے کے لیے موجود رہتے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر چوکنے اور چوکس رہتے تھے کہ کفارِ مکہ کی کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکتی تھی۔ (سیدنا بلال، صفحہ 111)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ عصا بردار:

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی مخصوص خدمات حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر سے پہلے عصا مبارک اٹھا کر بطورِ سترہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے آگے کھڑے ہوتے اور زندگی بھر عصا برداری آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد رہی یہاں تک کہ عیدین، نمازِ استسقاء کے موقعہ پر بھی عصا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے آگے گاڑتے۔ (مؤذن الرسول)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''بلم'' بردار:

عیدین اور استسقاء کی نمازوں کے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھوں میں ''بلم'' لیے آگے آگے چلتے۔

یہ ''بلم'' دوسرے تحفوں کے ساتھ حبشہ کے شاہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا جو کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریبات کے وقت اس کو لے کر نکلتے اور مصلیٰ کے مقابل زمین پر گاڑ دیتے۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ناقہ کی

مہار بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی تھام رکھی تھی۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 149)

حضرت بلال ﷛ اعلانِ جہاد فرماتے:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں یہ بھی شامل تھا کہ جب کبھی بھی غزوہ کا موقع آتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے حکم سے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں اعلانِ جہاد فرماتے۔

اعلانِ جہاد کے علاوہ خود بھی مناسب تیاری شروع فرمادیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی سواری مبارک اور سامانِ حرب وضرب کی آراستگی بھی تقریباً ہر موقعہ پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی فرمائی۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 150)

حضرت بلال ﷛ مشیرِ رسول خدا ﷺ:

حضرت علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب جواہر البحار، جلد 1، صفحہ 129 میں فرماتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے بارہ مشیر تھے، ان میں سے ایک سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔"

(جواہر البحار، جلد 1، صفحہ 129)

دورِ حاضرہ میں کسی سربراہِ مملکت کے مشیر کے اعزاز کا تصور دل میں لاکر سوچئے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کتنی عظیم شخصیت ہے کہ آپ کون ومکان کے والی اور خداوندِ قدوس کے حبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے مشیر ہیں۔

حضرت بلال ﷛ حضور ﷺ پر سایہ کرتے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سفر پر روانہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر کے دوران سخت دھوپ سے بچاؤ کے لیے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم پر سایہ کرنے کے لیے خوبصورت کپڑے کا بندوبست فرمایا کرتے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی

الہ وصحبہ وسلم نے کبھی اس کی فرمائش نہ کی تھی اور آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متع فرما کر ان کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت، آرام اور اس طرح کے دوسرے کام سرانجام دیتے تھے۔ اِن اُمور کے پیچھے اُن کا خلوص اور محبت کارفرما ہوتی تھی۔ غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت، مزاج اور خلوصِ نیت سے بھی بدرجہٗ اتم واقف تھے۔

(مؤذن الرسول)(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 139-140)

حضرت بلال ﷺ خیمہ نصب فرماتے:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے لیے چمڑے کا ایک خیمہ نصب فرما دیتے تھے، جہاں سے حضورِ پُرنور شافعِ روزِ نشور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم میدانِ جنگ کا مشاہدہ فرماتے اور احکامات جاری فرماتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمۂ رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اور میدانِ جنگ کے درمیان آمدورفت رکھتے اور مشاہدہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو تمام حالات سے آگاہ کرتے۔ اس کام کے دوران آپ کسی قسم کے خطرہ کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 140)

حضرت بلال ﷺ اور ازواجِ مطہرات ﷺ:

حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے دولت کدہ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔

ضروریاتِ زندگی کی تمام اشیاء کا انتظام کرنا، بجٹ کا خیال رکھنا، قرض لینا اور اسکی ادائیگی کرنا وغیرہ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معمولات میں شامل تھا۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 140-141)

مہمان کی آمد کی اطلاع:

جب رسول اللہ ﷺ کا کوئی مہمان آتا تو پہلے اس کی ملاقات حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوتی پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو مہمان کی آمد سے مطلع کرتے۔

جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے اہل خانہ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی وہاں اہل خانہ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور آپ سے گھر کے ایک اہم فرد کی طرح سلوک فرماتے تھے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 141)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے امین وخازن:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے امین اور خازن تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز میں اعلان فرمایا کرتے تھے۔

"جو مال جس کے ہاتھ لگا ہو وہ لے آئے۔"

چنانچہ سب لوگ سارا مال لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔ جس میں سے خمس حصہ سرکار صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے لیے اور باقی مجاہدین کے لیے ہوتا تھا۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 141)

خمس سے مراد مالِ غنیمت کا وہ حصہ ہے جس سے فتح بدر کے بعد اللہ تعالیٰ ﷻ نے حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو نوازا تھا۔ اس کا ایک جز اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامتِ دینِ حق کے لیے وقف تھا اور دوسرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے اہل وعیال اور رشتہ داروں (جن کی کفالت آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ذمہ تھی) کی ضروریات کے لیے مخصوص تھا۔

کیا تم نے بلال ﷛ کا اعلان نہیں سنا؟:

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منادی کے بعد بالوں سے بنی ہوئی ایک لگام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم! یہ غنیمت کے مال سے ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے دریافت فرمایا!

''کیا تم نے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی منادی و اعلان کو تین بار سنا تھا۔؟''

اس نے عرض کیا!

''جی ہاں، سنا تھا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

''تم اس وقت کیوں نہ آئے۔؟''

اس نے کچھ معذرت ظاہر کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

''میں یہ لگام ہرگز نہیں لوں گا۔ قیامت کے روز تم خود ہی لے کر آنا۔''

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 142)

اس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کو ظاہر فرمایا گیا ہے کہ بلال ﷛ نے اعلان بھی کیا تھا پھر تو کیوں نہ آیا۔؟

تُو بلال کے کہنے پر نہ آیا تھا اب میں تجھ سے یہ مال غنیمت نہیں لوں گا۔ کل قیامت کے دن اللہ ﷻ کے حضور تو خود ہی لے کر آنا۔

حضرت بلال ﷛ نجیبِ رسول اکرم ﷺ ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے

نجیب، رفیق، خاص مصاحب اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ سَبْعَةُ نُجَبَاءَ وَرُقَبَاءَ وَاُعْطِیْتُ اَنَا اَرْبَعَةُ عَشَرِ قُلْنَا مَنْ هُمْ قَالَ اَنَاوَ اِبْنَایَ وَجَعْفَرٌ وَحَمْزَةُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنِ عُمَیْرٍ وَبِلَالٌ وَسُلَیْمَانُ وَعَمَّارٌ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَاَبُوْذَرٍ وَالْمِقْدَادُ"

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب جامع المناقب، صفحہ نمبر 580)

"ہر نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سات نجیب و رفیق ملے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ عطا کیے گئے ہیں۔ عرض کیا! "وہ کون ہیں۔؟" فرمایا! میں (علی رضی اللہ عنہ)، میرے دونوں بیٹے حسن (رضی اللہ عنہ)، حسین (رضی اللہ عنہ)، جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)، حمزہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ)، ابوبکر (رضی اللہ عنہ)، عمر فاروق (رضی اللہ عنہ)، مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ)، بلال (رضی اللہ عنہ)، سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ)، عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ)، عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ)، ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) اور حضرت مقداد (رضی اللہ عنہ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بحیثیتِ خزانچی:

یہ کوئی معمولی عہدہ نہیں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطنتِ خدا کے مالک و مختار محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے خازن مقرر ہوئے اور جب تک دم میں دم تھا اس عہدہ پر فائز رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ساری زندگی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتماد فرمایا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے آپ پر اعتماد فرمایا تو آسمان اور زمین والوں نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتماد کیا۔ یہ بہت بڑی فضیلت تھی جو صرف اللہ ﷻ کے محبوب بندوں کو نصیب ہوتی ہے۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 111-112)

نبی کریم ﷺ کے مصارف کیا ہیں؟:

حضرت عبداللہ ہوازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور میں نے ان سے دریافت کیا!

"مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے مصارف کی کیفیت بتاؤ۔"

آپ نے فرمایا!

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے پاس کوئی مال نہ تھا ،بعثت سے وصال تک میں ہی حضو صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا خازن تھا۔ جب بھی کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے پاس اس حالت میں آتا کہ اس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم مجھے حکم فرماتے۔ میں جاکر کسی سے قرض لیتا اور اسے کھانا کھلاتا اور چادر خرید کر اسے کپڑے پہناتا۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 112)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو دنیا کا خزانہ رکھنا پسند نہ تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے خازن تھے۔ وہ کونسا خزانہ تھا جس کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خازن تھے۔؟ اسی کے جو ظاہری زندگی میں فقر فخری کا اثاثہ تھا۔

اے بلال رضی اللہ عنہ! خرچ کیے جاؤ!:

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا رکھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے دریافت فرمایا!

"اے بلال! یہ کیا ہے۔؟"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ (ﷺ)! میں نے اس کھجور کے ٹوکرے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کے لیے رکھا ہوا ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"کیا تمہیں اس کا خوف نہیں کہ کھجوروں کا یہ ٹوکرا دوزخ کا ایندھن ہو۔؟ اے بلال! خرچ کرو اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کرو۔"

(مؤذن الرسول، صفحہ 57)

حضرت بلال ﷺ جسے بغل میں چھپا لیتے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"جس قدر مجھے اللہ تعالیٰ ﷻ کے بارے میں خوف زدہ کیا گیا، اس قدر کسی دوسرے شخص کو خوفزدہ نہیں کیا گیا اور مجھے اللہ ﷻ کے راستے میں جتنی تکالیف دی گئیں اور اس قدر تکالیف مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں اور مجھ پر تیس (30) راتیں اور دن ایسے گزرے کہ میرے اور بلال (ﷺ) کے کھانے کے لیے سوائے اس مقدار کے کچھ نہ ہوتا تھا جسے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی بغل میں چھپا لیتے تھے۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 112-113)

اے بلال ﷺ! فقیر ہو کر مرنا:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن حالات میں آغوشِ نبوت میں پرورش پائی اور اس طرح اخلاقِ نبوی ﷺ سے فیضیاب ہوئے، اسی لیے اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ان سے ایسے امور کا مطالبہ فرمایا جن کا دوسرے صحابہ ﷺ سے مطالبہ نہیں فرمایا تو اس

میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بہترین مال وہ ہے جو نیک آدمی کے پاس ہو۔"

لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا!

"اے بلال! فقیر ہو کر مرنا، غنی ہو کر نہ مرنا۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 113)

یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسے شخص سے فرمایا جنہیں اللہ تعالٰی ﷻ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی محبت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اپنے عزیز ترین اصحاب سے اسی قسم کا خصوصی برتاؤ فرماتے تھے، تاکہ وہ مال بچا بچا کر رکھنے کی بجائے اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرتے رہے اور اللہ تعالٰی ﷻ ان سے خوش ہو اور اسی حالت میں ان کی وفات ہو جائے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا!

"اے بلال! فقیر ہو کر مرنا غنی ہو کر نہ مرنا۔"

تو حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ (ﷺ)! یہ کس طرح ہوگا۔؟"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"جو کچھ ملے اسے چھپا کر نہ رکھو اور جو تم سے سوال کرے اسے دینے سے مت دریغ کرو۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا!

"حضور (ﷺ)! یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔؟"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"یہی ہوگا ورنہ دوزخ....." (سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 113)

بیت المال کے خزانچی:

حضرت امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ الوفاء باحوال دار مصطفیٰ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَقَدْ كَانَ بِلَالٌ يَخْدِمُهُ كَثِيرًا وَّكَانَ خَازِنَهُ عَلٰى بَيْتِ مَالِهٖ"

(الوفا باخبار دار المصطفیٰ، از امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ)

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی بکثرت خدمت کیا کرتے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے بیت المال کے خزانچی تھے۔"

خزانچی کو نصیحت:

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی عہدوں سے نوازا گیا تھا، اس لیے وہ بہت سے اُمور کو سرانجام دیتے تھے۔

ان ہی عہدوں میں سے ایک خزانچی کا عہدہ بھی تھا اسی لیے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم گاہے بگاہے نصیحت فرماتے رہتے۔ ایک مرتبہ رسول ﷺ اللہ نے فرمایا!

"اَنْفِقْ بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا"

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، والعمر ازنی مسندہ)

"اے بلال! خرچ کرو، اور عرش والے سے اس بات میں نہ ڈرو کہ وہ کمی کرے گا۔"

پہلے کھجوروں کو بیچیے:

ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی اور خوش ذائقہ کھجوریں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی خدمت بابرکت میں لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے تعجب سے دریافت فرمایا!

"بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ کہاں سے آئیں۔؟"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم)! میرے پاس جو کھجوریں تھیں وہ نہایت خراب قسم کی تھیں، اس لیے میں دو (2) صاع دیکر ایک صاع اچھی کھجوریں لے آیا ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ عنہ)! اس طرح نہ کیا کرو یہ تو سود ہے۔ اگر تمہیں کھجوریں خریدنا ہی تھیں تو پہلے اپنی کھجوریں فروخت کرتے پھر اس کی قیمت سے دوسری کھجوریں خرید لیتے۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 237-236)

نفقاتِ رسولِ اَکرم ﷺ کا نگران:

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے نفقات کے نگران بھی تھے۔ گھریلو ضروریات کے علاوہ اسلامی اخراجات کے نفقات بھی آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوتے۔ جب بھی کسی قسم کا کوئی مال خرچ ہوتا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں سے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم جب طائف سے کوچ کر کے "جعرانہ" تشریف لائے جہاں حنین کی غنیمتیں جمع کی گئیں تھیں۔

اہلِ سیر کہتے ہیں کہ تمام نقدیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع کیا گیا تھا۔

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم)! آج آپ تمام قریش سے زیادہ تونگر (مالدار) ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

اس پر ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ "اس سے مجھے بھی عنایت فرمائیں۔"

تو حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا!

"چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ (حضرت) ابوسفیان (ﷺ) کو انعام دے دو۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 118)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اب اسلام کی قدر و منزلت معلوم ہوئی کہ اب خدائی خزانے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے غلاموں کے ہاتھوں میں ہیں۔

حضرت جابر ﷺ کو اُونٹ کی قیمت ادا کرنا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

"میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار تھا۔ پس وہ اونٹ تھک گیا۔ نبی کریم ﷺ نے (اس اونٹ کو تیز چلانے کے لیے) اس کی پشت پر لکڑی چبھوئی اور اس کے حق میں دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا!

"سوار ہو جاؤ۔"

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر سوار ہو گئے اور سب سے آگے نکل گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

"جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم نے اپنے اونٹ کو کیسے پایا۔؟"

میں نے عرض کیا!

"تحقیق (آپ ﷺ کے سوار ہونے اور لکڑی چبھونے کی وجہ سے) آپ ﷺ کی برکت اسے پہنچ گئی ہے۔ (جس کی وجہ سے وہ بہت تیز دوڑنے لگ گیا ہے۔)"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

"کیا تم اس اونٹ کو میرے ہاتھ فروخت کرو گے۔؟"

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں شرما گیا اور میں حضور ﷺ کو کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر میں نے کہا جی ہاں۔!!!"

رسول اکرم ﷺ اس اونٹ کی قیمت میں اضافہ کرتے رہے اور یہ فرماتے رہے:

"اللہ ﷻ تمہاری مغفرت فرمائے۔"

یہاں تک کہ میں نے اس اونٹ کو اوقیہ سونے کے عوض نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دیا کہ میں مدینہ منورہ اس پر سوار ہو کر جاؤں گا۔

جب میں مدینہ منورہ پہنچ گیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ان (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو (اونٹ کی) قیمت دے دو اور کچھ مزید رقم بھی دے دو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھے (قیمت بھی عطا فرمائی اور) اونٹ بھی واپس کر دیا۔"

(رواہ البخاری والترمذی والنسائی) (حیاۃ الحیوان الکبریٰ، جلد 1، صفحہ 200، طبع دار الفکر بیروت لبنان)

چندہ اور حضرت بلال ﷺ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"میں نے عید الفطر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ ہم سب عید کی نماز خطبہ سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں اس وقت بھی گویا اس منظر کو دیکھ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم منبر سے اترتے ہیں اور دستِ مبارک کے اشارے سے لوگوں کو بٹھاتے ہیں اور پھر صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے گروہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے عورتوں کے پاس پہنچ کر یہ آیت پڑھی:

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○"

(القرآن المجید، پارہ 28، سورۃ الممتحنہ، آیت نمبر 12)

"اے نبی (ﷺ)! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر

بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ
بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں (یا لگائیں) گی
جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اُٹھائیں
اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ
سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہےO"

(کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا!

"کیا تم اس عہد پر قائم ہو۔"

اس کے جواب میں ایک عورت نے کہا!

"ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! ہم اس پر قائم ہیں۔"

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اگر ایسا ہے تو پھر صدقہ دو۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کپڑا پھیلا دیا اور کہنا شروع کیا "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، لاؤ۔"

عورتوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے میں بغیر نگینہ کے قیمتی انگوٹھیاں اور معمولی انگوٹھیاں ڈالنی شروع کر دیں۔

(الصحیح المسلم، باب صلاۃ العیدین، حدیث نمبر 1468,1465,1464)

یہی روایت کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے۔

(الصحیح البخاری، کتاب العلم، فصل عظۃ الامام النساء وتعلیمھن، حدیث نمبر 96) (السنن الدارمی، کتاب الصلوۃ، حدیث نمبر 1560، 1553) (المسند امام احمد بن حنبل، کتاب مسند بنی ہاشم، حدیث نمبر 3307، 3186,3162) (السنن النسائی، کتاب صلوۃ العیدین، حدیث نمبر 1551) (السنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، حدیث نمبر 12641263) (السنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر 965)

اصحابِ صفہ اور حضرت بلال (رضی اللہ عنہ)

مہاجرین میں سے جو مجرد تھے یعنی بیوی بچوں کے بغیر تھے ان کی اقامت گاہ "صفہ" تھی۔

مسجدِ نبوی کے صحن کے ایک کونے میں ایک چبوترا سا تھا جس پر سائبان پڑا ہوا تھا، اسے صفہ کہا جاتا تھا۔ یہاں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اقامت پذیر تھے جن کے کفیل حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تھے۔

ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے آپ کو تعلیم و تربیت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہ بزرگ صحابہ (رضی اللہ عنہم) دن رات اس چبوترے پر پڑے رہتے اور قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت و ریاضت میں معروف رہتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم شام کے کھانے کے وقت انہیں بلاتے اور کھانا صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں تقسیم کر دیتے۔

فرمانِ نبی کریم رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم ہے:

"اے اصحابِ صفہ! تمہیں بشارت ہو۔ میری امت میں سے جو شخص اپنے رب سے اس حال میں ملے گا جس میں تم ہو اور وہ اپنے اس حال پر راضی برضا ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

اصحابِ صفہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ ان کی مجموعی تعداد چار سو تک پہنچی۔ اس سے زیادہ کی گنجائش صفہ میں نہ تھی۔ اصحابِ صفہ دن کو مزدوری بھی کرتے تھے۔ بعض دن کو جنگل میں چلے جاتے تھے اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بازار میں فروخت کر کے جو کچھ ملتا اس سے اپنی اور اپنے دوستوں کی ضروریات کا بندوبست کرتے تھے۔

جب کبھی کہیں مبلغ بھیجنے ہوتے تو ان ہی بزرگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے انتخاب کیا جاتا تھا۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر بھی کہیں صفہ میں تھا۔ آپ کا زیادہ تر وقت اسی صفہ

میں گزرتا اور آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی ضروریات کا خیال رکھتے اور احکام کی تعمیل بجالاتے تھے۔

سیدنا حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا زیادہ تر وقت اپنے محبوب آقا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں گزارنا چاہتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کو بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ آپ انتہائی عبادت گزار تھے اور تجرد پسند بھی۔ آپ فضل واحسان کے دلدادہ تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ ﷻ پر کامل توکل اور بھروسہ رکھنے والے تھے۔ آپ سابقون الاولون تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینِ اسلام اور اہلِ ایمان سے حد درجہ محبت تھی۔

کہا جاتا ہے کہ تصوف اس بات کا نام ہے کہ انسان تمام ذرائع اور وسائل چھوڑ کر (سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح) محض اللہ تعالیٰ ﷻ پر توکل وبھروسہ کرے۔

(نقوش، رسول نمبر، جلد 8، صفحہ 460)

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم وتربیت کا بے حد خیال تھا اور ہمیشہ مختلف نتائج سے سرفراز فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! مومن کا سب سے بڑا بہترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔"

ایک اور موقعہ پر فرمایا!

"اے بلال ہمیشہ فقر اور غربت کی حالت میں زندگی بسر کر اور غربت کی حالت میں ہی جان جانِ آفریں کے سپرد کرنا۔"

صفہ اسلام کی اولین عظیم درس گاہ، عظیم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقامت گاہ اور طالبانِ اسلام کا ہوسٹل تھا۔ جس کے نگہبان، سرپرست اور ناظم امور تدریس خود رسالت مآب صلی

اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تھے۔

صفہ اور اہلِ صفہ کتنے خوش نصیب تھے اور یہاں تربیت پانے والے لوگ کتنے بلند مرتبہ تھے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

نورِ ایمان کی شمع روشن کرنے والے، اندھیروں کو ایمان کی روشنی عطا کرنے والے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ حق دکھانے والے یہ لوگ خدا کے محبوب اور جاں نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے اطاعت گزار اور تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قسمت کا ستارہ اسی "صفہ" میں رہ کر چمکا۔

ان کے محبوب آقا تاجدارِ دو جہاں نبی محترم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم ہر وقت ان پر نگاہِ شفقت فرمائے رکھتے تھے۔ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی صفہ میں سکونت اختیار کیے رکھی اور حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت کے فرائض بجالاتے رہے۔ یہ صفہ اور صاحبِ صفہ کی نظرِ کرم کا فیضان تھا کہ سیاہ فام حبشی غلام حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے خازن، پاسبان، نجیبِ خاص اور سید المؤمنین کا بلند مرتبہ و مقام ملا جو دوسروں کو نصیب نہ ہو سکا۔"

(سیدنا بلال، صفحہ 173، پروفیسر محمد طفیل چودھری)

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء کا نکاح شریف

2ھ کو سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

سیدہ جب بلوغ کو پہنچیں تو خاندانِ قریش کے متعدد سرداروں نے جو مال و دولت، اثر و رسوخ اور اپنی اِسلامی خدمات کے باعث عزت و احترم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتہ کے لیے بارگاہِ نبوی میں درخواست کی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے سب کو یہی جواب دیا۔

"جیسا اللہ عزوجل چاہے گا۔"

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی دلی آرزو تھی کہ وہ اس سعادتِ عظمٰی سے بہرہ ور ہوں لیکن انہیں اپنی تہی دامانی نظر آتی تو پھر عرضِ مدعٰی کی جرأت نہ ہوتی۔

بڑی پس و پیش کے بعد آپ نے حرفِ مدعا عرض کرنے کا عزمِ صمیم کر ہی لیا۔ ایک روز شرماتے ہوئے بارگاہِ اقدس صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں حاضر ہوئے اور سراپائے ادب بن کر بیٹھ گئے لیکن ہمت نے ساتھ نہ دیا، زبان خاموش ہوگئی یارائے تکلم ہی نہ رہا، آخر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا!

"کیا فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے رشتہ کے لیے آئے ہو؟"

عرض کیا!

"ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!"

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے پوچھا!

"تمہارے پاس حق مہر ادا کرنے کے لیے کوئی چیز ہے۔؟"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم)! بخدا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔"

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

''وہ زرہ جو میں نے تمہیں پہنائی تھی وہ کدھر گئی۔؟''

عرض کیا!

''وہ تو میرے پاس ہے۔''

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''میں زرہ کے عوض اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں۔''

یہ مژدۂ جاں فزا سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا رشتہ مجھے دے دیا ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی بڑے مسرور ہوئے اور دونوں مسجدِ نبوی میں تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا۔

انصار و مہاجرین کو جمع کیا گیا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے دونوں کا عقد فرمایا۔ پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا!

''اب جاؤ اور زرہ بیچ کر اس کی رقم میرے پاس لاؤ۔''

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ زرہ چار سو (400) درہم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فروخت کر دی۔ جب میں نے زرہ ان کے حوالے کی اور میں نے روپے ان سے لے لیے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اس زرہ کی قیمت میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ادا کر دی ہے۔ اب میری طرف سے زرہ بطور تحفہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبول فرمایئے۔

میں نے زرہ بھی لی اور روپے بھی اور انہیں لے کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور دونوں چیزیں میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیں اور

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو سلوک میرے ساتھ کیا تھا وہ بھی بیان کیا۔
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دُعائے خیر فرمائی پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور میری بیٹی کے لیے ضروری چیزیں خرید کر لے آؤ۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ساتھ بھیجا تا کہ وہ سامان اکٹھا کر کے لے آئیں۔"

(مؤذن الرسول)(داعی السماء)(سیدنا بلال، صفحہ 204)

✿ ✿ ✿

بلال رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے ساتھ چمٹا ہی رہتا ہے

حج کے موسم میں لوگ مختلف علاقوں سے جمع ہو رہے ہیں۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے چاہا کہ انہیں دعوتِ اسلام پیش کریں اگرچہ کفارِ مکہ نے اس میں بہت روڑے اٹکائے کہ ان لوگوں کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ ملاقات نہ ہو سکے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی حکمتِ عملی کامیاب ہوگئی کہ ان کے سرداروں سے گفتگو کا موقعہ بنا ہی لیا لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے یہ شکایت کرنے لگے کہ وہ تنہائی میں بات کرنا چاہتے ہیں۔

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو فقراء و مساکین لوگ ایک آن کے لیے بھی نہیں چھوڑتے تھے، بالخصوص حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ وقت بڑا کٹھن تھا۔ کفارِ مکہ کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ شکایت تھی۔

"فَبِلَالٌ يَسِيْرُ مَعَهُ اَيْنَمَا سَارَبِهٖ وَيَتْبَعُهٗ حَيْثُمَا ذَهَبَ"

(مؤذن الرسول، صفحہ 36)

"بلال تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کو چھوڑتا ہی نہیں۔
سایہ کی طرح ساتھ پھرتا ہے۔ جہاں رسول اللہ ﷺ وہاں بلال رضی اللہ عنہ۔"

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو اکیلا نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ ساتھ ساتھ رہتے جس کو امراء نے سائے کا لفظ بول کر بیان کیا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ کا شانِ نزول:

تفسیر روح البیان، پارہ 7، سورۃ انعام، آیت نمبر 52 "وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ" کے تحت لکھا ہے۔

کفار کے رؤسا نے حضور، سرورِ دوعالم، سید الانبیاء ﷺ سے عرض کیا کہ "آپ اپنی

مجلس شریف سے فقراء اور غریبوں یعنی صہیب، عمار، خباب، سلمان اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو اٹھا دیں۔ اس لیے کہ معمولی لوگوں کے ساتھ ہمارا بیٹھنا نامناسب سی بات ہے۔ دوسرے ان کے کپڑوں سے بدبو آتی ہے، وہ اس لیے کہ انہوں نے اُونی کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔"

انہوں نے یہ بھی کہا کہ "جب تک یہ لوگ آپ ﷺ کے ہاں ہیں ہم نہ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں اور نہ آپ ﷺ کے ساتھ بات کر سکتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ "میں تو اہلِ ایمان کو لمحہ بھر کے لیے بھی اپنی مجلس سے دور نہیں کر سکتا۔"

انہوں نے عرض کیا کہ "کم از کم اتنی مہربانی تو فرما دیں کہ جب ہم آپ ﷺ کے ہاں حاضری دیں تو ان کو اٹھا دیا کریں تا کہ اہلِ عرب کو ہماری شان و شوکت معلوم ہو، اس لیے کہ عرب کے مختلف مقامات سے بڑے بڑے وفود آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں تو ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ ہمیں ان غریب لوگوں کے ساتھ بیٹھا دیکھیں۔ ہاں البتہ پھر جب ہم اُٹھ جائیں تو آپ ﷺ انہیں بیشک اپنے پاس دوبارہ بیٹھا لیا کریں۔"

حضور ﷺ ان کی اس شرط کے بارے میں غور و خوض کر رہے تھے اور یہ شرط قبول کرنے کو تھے تا کہ کسی طرح یہ بدبخت ایمان لائیں اور ہمیشہ جہنم میں رہنے سے بچ جائیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا اور فوراً یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

"وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 7، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 52)

"اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔ تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب

سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام اِنصاف سے بعید ہے۔"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ ﷻ نے اس آیت کریمہ میں نبی کریم رؤف الرحیم کو حکم دیا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے نہ ہٹائیں جو صبح وشام اللہ تعالیٰ ﷻ کی یاد میں رہتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

یہ رؤساء آپ ﷺ سے کچھ لکھوانا چاہتے تھے، اسی لیے انہوں نے آپ ﷺ سے مذکورہ بالا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے چند لمحوں کے لیے فقراء کو اپنی مجلس سے اٹھایا۔ اس سے تمام فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی کیفیت یقیناً وہی ہوگی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی کہ ان لمحات کی جدائی پر ان کی جان لبوں پر آجاتی اور اتنے پریشان کہ گویا ان پر حالتِ نزع طاری ہے۔

حضور ﷺ نے ان رؤساء کے لیے قلم اور دوات منگوائی لیکن اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فوراً رؤسائے کفار کو ہٹا کر فرمایا

"بلال اور ان کے ساتھیوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو بلاؤ۔"

جب یہ حضرات حاضر ہوئے تو حضور سرور کائنات ﷺ نے انہیں یہی آیت سنائی کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے تمہارے لیے یہ حکم فرمایا ہے۔

(تفسیر روح البیان، پارہ 7، سورۃ نمبر 6 (الانعام)، آیت نمبر 52)

خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے:

رسول اللہ سے مذکورہ آیت کریمہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا جسے صاحب مؤذنُ الرسول نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 38 پر بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مَشَاعُ السُّرُوْرِ وَفَاضَتْ رُوْحُهٗ رِضًا وَّاطْمِيْنَانًا وَّدَنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَالْبِشْرُ ظَاهِرٌ عَلَيْهِ حَتّٰى اَصْحَبَتْ رُكْبَتَيْهِ فَوْقَ رُكْبَتِهِ النَّبِيِّ الْحَبِيْبِ"

(مؤذن الرسول، صفحہ 38)

"حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔
روح اور دل اطمینان و خوشی سے تروتازہ ہوئے۔ اس کے بعد تو قرب کا یہ
عالم تھا کہ خوشی کے مارے حضور ﷺ کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھتے تھے۔"

جدائی ناگوار:

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے رفقاء خصوصاً حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو ایک لحہ بھی اکیلا نہ چھوڑتے تھے۔ حوائج ضروریہ کو چھوڑ کر باقی تمام لحات حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی رفاقت میں ہی گزارتے تھے۔

چنانچہ مؤذن الرسول، صفحہ 38 میں مذکور ہے:

"فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصِيْرُ اَبَدًا حَتّٰى يَقُوْمُوْا وَكَانَ بِلَالٌ وَ اَصْحَابُهٗ يَعْلَمُوْنَ ذَالِكَ فَاذَا مَا بَلَغَتِ السَّاعَةُ الَّتِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَقُوْمَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْهَا كَرِهُوْهُ اِنْصَرَفُوْا فَيَقُوْمَ الرَّسُوْلُ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ" (مؤذن الرسول، صفحہ 38)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال اور انکے رفقاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ رونق افروز ہوتے یہاں تک کہ وہ خود اُٹھ کھڑے ہوتے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو یہ معلوم تھا کہ آپ جس گھڑی قضاءِ حاجت کے لیے اٹھنا چاہتے تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے یہاں تک کہ آپ قضاءِ حاجت کے لیے تشریف لے جاتے۔"

جس نبی الانبیاء علی التحیۃ والثناء کے پاس لحہ بھر بیٹھنے کے لیے ملکوتی مخلوق ترستی تھی۔ ان سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھی لحہ بھی جدا نہیں ہوتے تھے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

"فرقیست میان آنکہ یارش دربر   واں دگر دو چشم انتظارش بردر"

مفہوم: "اُن دو عاشقوں میں بڑا فرق ہے جن میں سے ایک کا محبوب تو اس کی بغل میں ہو اور دوسرے کی آنکھیں انتظار کرتے ہوئے دروازے کو دیکھ رہی ہوں۔"

خدمتِ نبی ﷺ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ چنانچہ صاحب دلائل السماء اپنی کتاب کے صفحہ 67 پر لکھتے ہیں:

"لَمْ یَعْرِفْ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ لَازَمَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَمَا لَازَمَهٗ هٰذَا الْمُؤَذِّنِ الَّذِیْ یُقِیْمُ مَعَهُ الصَّلٰوةَ وَهٰذَا الْاَمِیْنُ الَّذِیْ یَحْفَظُ الْمَالَ وَالطَّعَامَ" الخ (دلائل السماء، صفحہ نمبر 67)

"کسی کو معلوم نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی دائمی صحبتِ نبی ﷺ کسی کو نصیب ہوئی ہو۔ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) تو ہر نماز آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ ہی ادا فرماتے۔ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) امین تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مال و طعام وغیرہ کی حفاظت فرماتے۔"

✿ ✿ ✿

انکسار و تواضع

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُن کے سامنے مردانہ وار مصائب و آلام برداشت کرنے کی پُرسوز داستان ستائش کے انداز میں بیان فرماتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبانی اپنی تعریف سن کر شرمندہ ہو جایا کرتے اور فرماتے:

"بھائیو! میں تو ایک ایسا شخص ہوں جو کل تک غلام تھا۔"

ان کی اس انکساری اور کسرِ نفسی میں لوگوں کو ان کی نفسی شرافت و محبت کی مہک محسوس ہوتی۔

یہ میرا بھائی ہے:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صداقت، بے لوثی اور دیانتداری میں اپنا مرتبہ آپ رکھتے تھے۔ ان کے ایک بھائی نے (جو بزعم خود اپنے آپ کو عرب سمجھتے تھے) ایک عربی خاتون کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔

اس عورت کے خاندان والوں نے جواب دیا کہ اگر بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمارے پاس آ کر تصدیق کر دیں گے کہ تم ان کے بھائی ہو تو ہم نکاح کا پیغام بخوشی منظور کر لیں گے۔

(حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ان کو لے کر آئے اور) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"صاحبو! میں بلال بن رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اخلاق کے لحاظ سے یہ بُرا آدمی ہے، اگر تم چاہو تو اس کے ساتھ اس خاتون کی شادی کر دو، ورنہ انکار کر دو۔"

انہوں نے کہا!

"بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس کے بھائی ہوں اس سے تعلق پیدا کرنا ہمارے لیے عار نہیں۔" (سیر الصحابہ بحوالہ مستدرک حاکم)

حضرت بلال ﷺ اور خدمتِ رسول ﷺ

خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشرف ہوئے لیکن جو شرف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پایا وہ انہی کا حصہ تھا۔

قبر کی کھودائی میں رفاقتِ رسول ﷺ:

اربابِ سیر نے لکھا ہے کہ "حضرت عبداللہ (جو کہ ذوالبجادین کے لقب سے مشہور ہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزینیہ قبیلہ کے باشندوں میں سے تھے، ان کے والد فوت ہو گئے تھے۔

مسلمان ہونے سے قبل اُن کے پاس کچھ نہ تھا اور ان کا چچا ان کی کفالت کیا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ جوان ہوئے اور ان کے پاس کئی اونٹ و بکریاں اور غلام اکٹھے ہوئے۔

ان کے دل میں اسلام کی محبت مرکوز تھی اور ہمیشہ چاہتے تھے کہ اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں لیکن اپنے چچا کے خوف سے ایمان نہ لا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم فتح مکہ سے واپس آگئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا سے کہا!

"اے چچا! میں ساری عمر تیرے اسلام لانے کا منتظر رہا مگر تیری طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم) کی متابعت کا شوق اور جذبہ نہیں پایا۔ اب میں مزید اپنی عمر کا بھروسہ نہیں رکھتا مجھے اجازت دے کہ میں جا کر مسلمان ہو جاؤں۔"

آپ کے چچا نے کہا!

"خدا کی قسم! اگر تو ایمان لے آیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم) کی متابعت کی تو جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا ہے سب چھین لوں گا، حتیٰ کہ تمہارے جسم پر جو کپڑے ہیں انہیں بھی اتار لوں گا۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"خدا کی قسم! میں مسلمان ہوتا ہوں اور شرک و بت پرستی چھوڑتا ہوں اور میرے ہاتھ میں جو مال و اسباب ہے تو سب لے لے میں اس سے دست کش ہوتا ہوں۔ آخری وقت میں بھی تو ہر چیز یونہی چھوڑنی ہے تو پھر میں ان اشیاء کی خاطر دین حق کو قبول کرنے سے باز کیوں رہوں۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر سب مال و دولت چھوڑ دیا اور کپڑے اتار کر اپنی والدہ کے پاس گئے۔ اُن کی ماں نے جب یہ حال دیکھا تو کیفیت پوچھی۔ انہوں نے فرمایا!

"میں بت پرستی اور دنیا طلبی سے بیزار ہوں میری تمنا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مومن و موحد ہو جاؤں۔ مجھے کپڑا دو جس سے میں اپنا ستر چھپاؤں۔"

ماں نے انہیں چادر دی انہوں نے اس کے دو حصے کیے ایک حصے کا تہبند اور دوسرے کی چادر بنائی۔ اس سبب سے ان کا لقب "ذُوالْبِجَادَیْنِ" ہوا "بِجَادٌ" کے معنی "گلیم درشت" یعنی موٹی چادر کے ہیں۔

اس کے بعد وہ بارگاہِ بیکس پناہ کی طرف چل دیئے۔ سحر کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی شریف میں ٹھہرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کی نظر مبارک ان پر پڑی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کون ہو؟"

انہوں نے عرض کیا!

"میں فقیر و مسافر آپ کا عاشقِ جمال ہوں۔ میرا نام عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"تمہارا نام عبداللہ اور تمہارا لقب ذوالبجادین ہے۔ تم ہمارے کاشانۂ اقدس کے قریب ہمارے پاس رہو۔"

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان جہاں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مہمان رہا کرتے تھے رہنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے قرآنِ کریم یاد کرتے تھے۔

اس زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم لشکرِ تبوک کی تیاری میں مشغول تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد شریف میں ذوق وشوق کے ساتھ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ ان کی بلند آوازی لوگوں کی نماز وقرات میں مزاحم ہوتی ہے۔؟"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اے عمر (رضی اللہ عنہ)! ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اس لیے کہ وہ نکلا ہوا اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب حال سے جو کچھ صادر ہو وہ ادب کے خلاف نہیں ہوتا اور غایت ادب میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم معذور ہیں۔

اس کے بعد جب لشکرِ اسلام روانہ ہونے لگا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم)! دعا فرمایئے کہ میں راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"کسی درخت کی چھال لاؤ۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ درخت کی چھال لے کر آئے تو وہ چھال حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے اُن سے لے کر اُن کے بازوں پر باندھ دی اور فرمایا!

''اے خدا! میں اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں۔''

انہوں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ (ﷺ)! میرا مقصد تو شہادت ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''جب تم راہِ خدا میں جہاد کی نیت سے نکل آئے اور تمہیں بخار آجائے اور تم اس بخار کی وجہ سے دنیا سے چلے جاؤ تو تم شہید ہو گے۔''

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے۔ اس مقام میں انہیں بخار آیا اور وفات پائی۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''رات کا وقت تھا جبکہ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کو دفن کے لیے لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن تھے، ایک چراغ ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم ان کی قبر کے اندر تشریف فرما تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو قبر میں اتار رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم فرما رہے تھے۔

''اپنے بھائی کو عزت سے لاؤ۔''

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ان کی لحد میں خشت خام چنیں۔ پھر دُعا مانگی۔

''اے اللہ ﷻ! یہ میری خدمت میں دن رات رہے، میں اس سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''کاش اس لحد والے کی جگہ میں ہوتا۔'' (مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 590)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے موقعوں پر چراغ وغیرہ لے کر

روشنی کرتے تھے تا کہ کسی قسم کی کوئی دقت پیش نہ آئے۔

کیا ہم اپنے شوہروں اور بچوں پر صدقہ کرسکتی ہیں؟:

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم سے صدقہ کا ایک مسئلہ دریافت کرنے گھر سے چلیں۔ جب حضور پرنور شافع روز النشور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کے حجرۂ مبارکہ کے قریب پہنچیں تو وہاں ایک انصاری عورت سے ملاقات ہوگئی۔ وہ بھی اسی مسئلہ کو دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کا رعب ودبدبہ اور احترام دلوں میں اتنا تھا کہ بے دھڑک مسئلہ دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ہم دونوں عورتیں ابھی باہر کھڑی تھیں کہ اندر سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، ہم نے ان سے کہا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کی خدمت میں جایئے اور عرض کیجئے کہ دو عورتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم سے سوال کررہی ہیں کہ "کیا ہم اپنے شوہروں پر اور اپنی پرورش میں جو یتیم بچے ہیں اُن پر اپنے صدقے کا مال خرچ کرسکتی ہیں۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دروازہ پر دو عورتیں یہ مسئلہ معلوم کرنا چاہتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے دریافت فرمایا وہ دونوں کون ہیں۔؟ عرض کیا کہ ایک انصار کی عورت ہے اور ایک زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا!

"کون سی زینب۔؟"

عرض کیا!

"عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اہلیہ۔"

اس کے بعد حضور نبی پاک شہِ لولاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے مسئلہ ارشاد فرمایا کہ "شوہروں اور رشتہ کے یتیموں پر خرچ کرنے سے دوہرا اَجر ملے گا۔ ایک اپنوں پر خرچ کرنے کا

اور دوسرا خیرات کرنے کا۔

(الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر قالہ ابوسعید عن النبی، حدیث نمبر 1373)(الصحیح المسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ و الصدقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین، حدیث نمبر 1667)(السنن النسائی، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ علی الاقارب، حدیث نمبر 2536)(المسند امام احمد بن حنبل، باب مسند المکثرین، حدیث نمبر 15502)(السنن الدارمی، کتاب الزکوۃ، باب ای الصدقۃ افضل؟، حدیث نمبر 1595)(المشکوۃ المصابیح، کتاب، باب افضل الصدقۃ، عربی صفحہ 171-170، مطبع مجلس اشاعۃ المعارف ملتان)

قصویٰ کی سواری کا شرف:

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکثر و بیشتر سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی قصویٰ نامی اونٹنی پر بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ اونٹنی تھی جس پر کوئی دوسرا شخص استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ یہ وہ خوش نصیب اونٹنی تھی جس پر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سواری فرمایا کرتے تھے اور دیوانے اس اونٹنی کی زیارت کو بھی باعث سعادت تصور کرتے تھے۔ پھر ایسے عظیم المرتبت جانور جسے سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے نسبت ہو پر سواری کرنا ہر عاشق کی خواہش و تمنا ہوگی۔ اس سعادت میں بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد ہے۔

(ملخصاً از سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 165)

نسیمِ قبول کو حبشہ میں سب سے پہلے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) نے سونگھا:

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَلَمَّا هَبَّتْ نَسَمَاتُ الْقَبُوْلِ وَالْاِيْمَانِ اَوَّلَ مِنْ نَشَقِهِ بِلَالُ بْنِ حَمَامَةَ الْحَبْشِيُّ فَجَلَتْهُ عَنَايَةَ التَّوْفِيْقِ بِالتَّصْدِيْقِ"

(النعمۃ الکبریٰ، صفحہ 51، از امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ)

"جب نسیمِ قبول و ایمان چلی تو حبشہ میں سب سے پہلے حضرت بلال بن حمامۃ حبشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سونگھنا نصیب ہوا۔ جس کی وجہ سے عنایتِ ایزدی نے انہیں تصدیقِ نبوی (ﷺ) کی توفیق بخشی۔"

ابوذر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا کہہ دیا تھا کہ "اے ام اسود (کالی ماں) کے بیٹے!۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات بہت بری لگی اور انہوں نے دربارِ رسالت میں اس کی شکایت کی تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی۔

"رسول اللہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے غلام بھی تمہاری طرح انسان ہی ہیں۔ جیسے تم ام اسود کے بیٹے کہلوانا ناپسند کرتے ہو وہ بھی اس کو ناپسند کرتے ہیں۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ رسالت کی ملامت سن کر فوراً ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک دم اپنا حسین رخسار زمین پر رکھ کر انتہائی محبت وعقیدت کے انداز میں معافی مانگتے ہوئے، روتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگے۔

"اے بلال! جب تک تم اپنے قدم کے تلوے سے میرے رخسار کو نہ روندو گے میں اس وقت تک اپنا چہرہ ہرگز ہرگز زمین سے نہیں اُٹھاؤں گا۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شدید اصرار سے مجبور ہو کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باولِ نخواستہ اپنا قدم ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر رکھ کر فوراً اٹھا لیا اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف کر دیا۔ (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، جلد 1 عربی صفحہ 246)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات اس وقت کہی تھی جب کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قسم کے الفاظ کی حرمت کا علم نہیں ہوا تھا ورنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے پیکرِ تقویٰ و پرہیزگاری سے ایسی بات کا تصور

بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے یہ الفاظ فرما کر ان کی سرزنش فرمائی۔

"تمہارے اندر ابھی جاہلیت کی خصلت باقی ہے۔"

یہ منہ پر دبوچ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلند مراتب کی وجہ سے ہوئی۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ اتنے بڑے آدمی کی زبان سے اتنی چھوٹی اور ناشائستہ بات۔؟" (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 246)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک عابد، زاہد اور انتہائی درویش صفت صحابی تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا!

"مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى زُهْدِ عِيْسٰى فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِىْ ذَرٍّ"

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، حدیث نمبر 2343)

"جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد دیکھنا خوش کرتا ہو وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رسول اللہ ﷺ کی ان نصیحتوں کا یہ اثر ہوا کہ آپ غلاموں کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ اچھا سلوک کرنے لگے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

"عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَاذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهٗ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ اِنِّىْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ فَقَالَ لِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَااَبَاذَرٍّ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ"

(الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ ولا یکفر صاحبہا بارتکاب الا بالشرک لقول النبی انک امرؤ فیک جاہلیۃ وقول اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء، حدیث نمبر 29، جلد 1، عربی صفحہ 9) (الصحیح البخاری،

کتاب الادب، باب ماینھی من السباب واللعن، حدیث نمبر 5590)(الصحیح البخاری، کتاب العتق، باب قول النبی العبد اخوانکم فاطعموا مما تاکلون...... حدیث نمبر 2359)(الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب اطعام المملوک مما یاکل والباسہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ، حدیث نمبر 3139) (الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب اطعام المملوک مما یاکل والباسہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ، حدیث نمبر 3140) (السنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حق المملوک، حدیث نمبر 4491)(السنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حق المملوک، حدیث نمبر 4491)(المسند امام احمد بن حنبل، کتاب مسند الانصار، حدیث نمبر 20461)

''حضرت معرور سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔'' میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقام ''زبدہ'' میں ملاقات کی۔ وہ اور ان کا غلام ایک ہی جیسا جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ میں نے اس بارے میں ان سے سوال کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔'' میں نے ایک شخص (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو برا بھلا کہا اور اس (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ماں کو بھی برا بھلا کہا تو (حضرت بلال نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی اور) حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا!

''اے ابوذر! تم نے اس کی ماں کو برا بھلا کہا ہے۔ تم ایسے آدمی ہو کہ تمہارے اندر ابھی تک جاہلیت کی خصلت باقی ہے۔ تمہارے لونڈی اور غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ﷻ نے ان لوگوں کو تمہارا ماتحت بنا دیا ہے، تو جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو اس کو چاہیے کہ جو خود کھائے اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے اس کو بھی پہنائے اور تم ان خادموں کو ایسے کاموں کی تکلیف مت دو جو انہیں لاچار کر دے اور اگر تم ایسی تکلیف دو تو خود بھی اس کام میں ان کی مدد کرو۔'' (اسی وجہ سے میں نے اپنے غلام کو ویسے ہی کپڑے پہنائے ہیں جیسے میں نے خود پہنے ہیں اور اسی طرح دوسرے کاموں میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔)

بلال رضی اللہ عنہ کا رزق جنت میں محفوظ ہے

"عَنْ بُرِيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلْغَدَاءُ يَا بِلَالُ قَالَ اِنِّيْ صَائِمٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ رِزْقَنَا وَفُضِّلَ رِزْقُ بِلَالٍ فِي الْجَنَّةِ اَشَعَرْتَ يَا بِلَالُ اَنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامُهُ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ مَا أُكِلَ عِنْدَهُ"

"حضرت بریدہ (رضی اللہ تعالیٰ) عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپ صبح کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ان سے فرمایا!

"اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! صبح کا کھانا موجود ہے۔ (اسے تناول فرمائیں)"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا! "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم)! میں (نفلی) روزے سے ہوں۔"

آپ نے فرمایا!

"ہم اپنا رزق کھاتے ہیں اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا رزق جنت میں ہے۔"

پھر فرمایا!

"اے بلال! تم جانتے ہو کہ جب تک روزہ دار کے سامنے کھایا جاتا ہے

مانگتے ہیں۔"

اس سے ثابت ہوا کہ روزہ دار کے سامنے کھانا روزہ دار کے لیے بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری نویدوں کے ساتھ ساتھ نویدِ جنت بھی سنائی۔

مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گریہ زاری فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو

"مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَاَخَّرَ"

"اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔" (کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

کا مژدہ سنایا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ عنہ)! کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔؟"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 204، بحوالہ الوفا)

⭘ ⭘ ⭘

جوہرِ ادب

ادب و تعظیم عشق کا ایک شعبہ ہے اور یہ شعبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو وافر نصیب ہوا۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کی حیاتِ مبارکہ کا زیادہ تر حصہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی صحبت و خدمت میں بسر ہوا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خازنِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم، صاحبِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اور نجیبِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے القاب سے نوازے گئے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی روزمرہ کی ضروریات کا اہتمام کرنا بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آیا۔ دن کا بیشتر حصہ اسی باسعادت، خدمت و غلامی میں بسر ہوا۔ مگر تعظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور عشقِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑھتا ہی رہا۔

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا!

"رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَھُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَأَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَرَأَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذَالِکَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ" (مشکوٰۃ شریف، عربی صفحہ 74)

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو مکہ شریف کے ابطح مقام پر دیکھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم چمڑے کے سرخ

خیمہ میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی لیا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا تو اس نے اس کو (اپنے چہرے اور جسم پر) مل لیا اور جس نے نہیں پایا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔"

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے مستعمل پانی سے برکت حاصل کرنے کے لیے دوڑ پڑتے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانی نہیں پاتے تھے وہ دوسرے کے ہاتھ سے تری ہی لے لیا کرتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر سرورِ کائنات ﷺ کا ٹیک لگانا:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ عید کے موقع پر موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے بغیر اذان اور اقامت کے نماز شروع فرمائی پھر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے برابر کھڑا کیا اور اُن پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد وعظ فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں کو یاد دلائے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارا۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے عورتوں کے قریب تشریف لے گئے اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات یاد دلائے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام اہم ترین ذمہ داریاں کسی مصلحت کے بغیر سونپی گئی تھیں۔ اس کی ایک ہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں ایثار، طبعی انکساری اور جذبۂ خدمت گزاری کے ساتھ ساتھ مروت اور مہمانداری کا انداز ہی کچھ ایسا دل نواز تھا کہ اسلام

کی عظمت لوگوں کے دل میں گھر کر جاتی تھی۔ یوں دعوت اسلام کا پیغام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حسن اخلاق اور عظمت کردار سے پھیلا رہے تھے۔

ضامن اور امانت دار:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا!

"اَلِامَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ"

"امام ضامن اور مؤذن امانت دار ہے۔"

شافع روز جزا جناب رسول اللہ ﷺ امت کے پہلے امام ہیں اور سیدنا حضرت بلال حبشی پہلے مؤذن یعنی امانت دار۔

سیاہ فاموں میں بہتر آدمی:

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی کتاب ضیاء النبی جلد 3 صفحہ نمبر 398 پر لکھا ہے کہ:

"مستدرک میں حاکم نے واثلہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"خَيْرُ السُّوْدَانِ لُقْمَانُ وَبِلَالٌ وَمُهْجِعٌ"

"کہ سیاہ فاموں (کالے رنگ والوں) میں سے تین آدمی سب سے زیادہ بہتر ہیں۔"

1: لقمان 2: بلال 3: مہجع (ضیاء النبی، جلد 3، صفحہ 398)

اتنا ہی کافی ہے:

مظاہر الحق، جلد 5، صفحہ 877 میں ہے:

محکم دلائل و براہین بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں اس قدر کہنا ہی کافی ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا!

"سابقین چار ہیں۔ میں سابق عرب ہوں اور بلال سابق حبشہ ہیں صہیب سابق روم ہیں اور سلمان سابق فارس ہیں" (بخاری)

(مظاہر حق شرح مشکوۃ، جلد 5، صفحہ 877)

شانِ بلالی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

"عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرَانَ اَنَّ اَبَاسُفْيَانَ اَتٰی عَلٰی سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَ بِلَالٍ فِیْ نَفَرٍ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا اَخَذَتْ فِیْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَأْخَذَهَا قَالَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَ سَيِّدِ هِمْ؟ فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ! لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ يَا اَخَوَتَاهُ! اَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا لَا. يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَخِیْ"

(الصحیح المسلم کتاب فضائل صحابہ فصل من فضائل سلمان وصہیب وبلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حدیث نمبر 4559) (مسند امام احمد کتاب مسند البصریین حدیث نمبر 19722) (مشکوۃ شریف، کتاب الفتن، باب جامع المناقب، صفحہ نمبر 576)

"عائذ بن عمران سے روایت ہے کہ ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے پہلے) حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت صہیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قریب سے گزرے تو انہوں نے کہا! "اللہ کی قسم! نہیں پکڑا اللہ نے روگردانی کرنے والے کو گردن سے، اللہ کے دشمن کو اس کے پکڑنے کی جگہ سے۔"

"تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمایا!" کیا تم قریش کے اس جاگیردار اور سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو۔؟ پھر

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اُن کو
اس بات کی خبر دی تو حضور ﷺ نے فرمایا!

"اے ابوبکر ؓ شاید وہ (حضرت بلال، صہیب اور سلمان ؓ) تجھ سے
ناراض ہو گئے ہیں، اگر تو نے ان کو ناراض کیا تو تحقیق تو نے اپنے رب کو
ناراض کیا۔"

پس (حضور ﷺ کا یہ ارشاد) سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان (حضرت بلال، صہیب اور سلمان ؓ) کے پاس آئے اور ان سے فرمایا!

"کیا میں نے تم کو غضب ناک کیا ہے۔؟"

انہوں نے کہا!

"نہیں (بلکہ) اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے، اے ہمارے میرے بھائی!"

❁ ❁ ❁

جنت اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے طائف کے واقعہ کے بعد ہجرتِ مدینہ کے درمیانی مدت میں معراج کرائی۔ معراج کی واپسی پر سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"جنت تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشتاق ہے۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا:

"لِمَ سَبَقْتَنِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ یَا بِلَالُ!"

"اے بلال! تم کونسا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے میں نے تمہیں جنت میں اپنے آگے دیکھا۔"

حضرت بلال صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے عرض کیا! "یا رسول اللہ! میں جب بھی وضو کرتا ہوں دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور ادا کرتا ہوں۔

سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تو نے یہ سعادت اسی عمل کی وجہ سے پائی ہے۔"

(الصحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، حدیث نمبر 18081) (مسلم، کتاب فضائل صحابہ، فصل من فضائل بلال، حدیث نمبر 4497) (مسند احمد، کتاب باقی المسند المکثرین، حدیث نمبر 8052، 9295) (مشکوٰۃ شریف، کتاب، باب، فصل، صفحہ 108)

ویسے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ آپ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے آگے آگے احتیاطاً چلا کرتے تھے، اسی لیے جنت میں بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی رحمت کے صدقے خادمِ رسول حضرت بلال صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو رفاقت کا شرف حاصل ہو گیا۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ واقعہ ہجرت مدینہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سناتے تھے تو شدتِ غمِ ہجرانِ حبیب صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کے سبب اُن کی آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتی تھیں۔

توحید کے علمبردار اور عاشقِ رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بلند مقام و مرتبہ صرف خدائے وحدہ لاشریک سے بے پناہ محبت اور سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم سے عشقِ صادق کی بدولت حاصل ہوا۔

یہ واقعہ معراج درحقیقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت کی معراج کا مظہر ہے۔

ہر دفعہ آواز سنی:

حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)!

"مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَکَ اَمَامِیْ"

(مشکوۃ شریف، صفحہ 109)

"میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو اپنے آگے میں نے تیرے جوتوں کی آواز سنی۔"

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم متعدد بار جنت میں تشریف لے گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے جنت کی سیر فرمائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کا ایک اور کمال یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے اپنے عاشقِ زار کو اس کے قدموں کی آواز سے پہچان لیا کہ یہ بلال رضی اللہ عنہ کے ہی جوتوں کی آواز ہے۔ اس سے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت، رفعت اور شان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شبِ معراج بہشت میں داخل ہونے کا واقعہ مخالفین کو بھی مسلم ہے کیونکہ یہ الصحیح البخاری میں بھی مذکور ہے۔

اس واقعہ سے اہل سنت کے اس مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ بندۂ خدا اپنے جسم کے ساتھ متعدد مقامات پر موجود ہوسکتا ہے۔

سب سے پہلے بلال رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے:

ایک مرتبہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"بلال جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا!

"یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے بھی پہلے۔؟"

فرمایا! "ہاں مجھ سے بھی پہلے۔ میں جس ناقہ پر سوار ہوں گا اس کی مہار بلال (رضی اللہ عنہ) نے تھام رکھی ہوگی۔ اس طرح بلال (رضی اللہ عنہ) مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 234)

سبحان اللہ! کیا شان ہے عاشق صادق کی۔ اس وقت انکی عظمت کا کیا عالم ہوگا جب وہ عاشق نبی محترم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی ناقہ کی مہار تھامے جنت کی معطر و مطہر فضاؤں میں داخل ہو رہے ہوں گے۔

جیتے جی جنت!:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقام جعرانہ پر میں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی نے حاضر ہوکر عرض کیا!

"یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا تھا اسے پورا کیوں نہیں فرماتے۔؟"

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"تم کو بشارت ہو۔

"اس نے کہا!" بشارت تو مجھ کو بہت دفعہ سنا چکے (کچھ مال دیجئے۔)"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم یہ سن کر جلال میں آ گئے اور اسی حالت میں میری اور بلال (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھا اور فرمایا!

"اس نے بشارت کو قبول نہیں کیا تم قبول کرتے ہو۔؟!"

ہم نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم)! ہم نے قبول کر لیا۔"

اس کے بعد سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوا کر اس میں ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا اور پھر اس میں کلی فرمائی اور فرمایا!

"تم دونوں اس میں سے پی لو اور اپنے چہرے اور حلق پر چھڑک لو اور بشارت حاصل کر لو۔"

ہم دونوں نے پیالہ لے لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے حکم کے مطابق پیا بھی اور مل بھی لیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردہ کے اندر سے پکارا کہ "اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا۔

"ہم نے کچھ پانی برتن میں چھوڑ دیا۔"

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 235)

اس سے ثابت ہوا کہ جنت حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے قبضہ میں ہے کہ جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

۞ ۞ ۞

حوروں کی ملکہ

شبِ معراج حضور سرورِ عالم ﷺ جب فرشتوں کے جھرمٹ میں عالمِ ملکوت کا معائنہ فرماتے ہوئے جنت الفردوس کی طرف تشریف لے گئے تو ایک جگہ سرورِ دو عالم ﷺ نے ایک حور کو رنج وغم میں مبتلا دیکھا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ معلوم کرو کہ یہ حور کیوں روتی ہے آخر اسے کون سا دکھ ستا رہا ہے؟

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا تو اس حور نے عرض کیا کہ میں اسی لیے اپنا ایسا حال بنا رکھا تھا کہ سرورِ دو عالم، نورِ مجسم ﷺ کی رحمت بھری نگاہیں مجھ پر پڑیں اور پھر میں اپنا حال عرض کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔

حسبِ خواہش حور کو حضور ﷺ کے دربارِ انوار میں حاضر ہو کر حال عرض کرنے کی اجازت مل گئی تو اس نے جھک کر سلام عرض کرنے کے بعد اپنی سرگزشت سنائی کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت کی حوروں میں حسن وجمال کی ملکہ بنایا۔ تمام جنتیوں میں حسن وجمال کے لحاظ سے مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ ہر طرف میرے حسن کا چرچا ہے۔ اگر میں بے نقاب ہو جاؤں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور جنت میں دوپہر کا اُجالا پھیل جائے۔

یا رسول اللہ ﷺ! ایک دن کا واقعہ ہے کہ اچانک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بروزِ قیامت ہر حور کسی نہ کسی جنتی شخص کے حوالہ کی جائے گی میرا بھی ضرور کوئی جوڑا ہوگا، جس کی دائمی رفاقت مجھے نصیب ہوگی، یہ خیال آہستہ آہستہ میری سوچوں پر مسلط ہوتا گیا اور بالآخر ایک روز میں نے خالقِ کائنات کی بارگاہ میں عرض کر ہی دیا کہ

"اے ربّ العالمین جل جلالہ! تیرا بے حد احسان ہے کہ تو نے مجھے حسن وجمال کی وجہ سے حوروں کی ملکہ بنایا اب میری یہ خواہش بھی پوری کر دے کہ جنت میں میرا جوڑا کون سی ہستی ہوگی، وہ کیسا حسین وجمیل ہوگا جس کے سپرد مجھے کیا جائے گا۔؟"

رحمتوں کا دریا جوش میں آیا اور میری یہ التجا قبول ہوئی۔ حکم ہوا سامنے جو آئینہ رکھا ہے اسے ایک نظر دیکھ لو تیرا جوڑا تجھے نظر آجائے گا

یارسول اللہ ﷺ! میں دیوانہ وار آئینہ کی طرف بڑھی تا کہ اپنے محبوب و مقبول ترین ساتھی کی جھلک دیکھ لوں۔ جونہی نگاہ اٹھائی دل پر ایک بجلی گری اور آرزوؤں کا سارا خرمن جل گیا۔ اس وقت سے آج تک بے چین ہوں اور اس غم کی وجہ سے رو رہی ہوں کہ ایک بدشکل سیاہ فام کے ساتھ میرا کیوں جوڑا بنایا گیا۔؟

میں کس طرح دائمی زندگی اس کے ہمراہ بسر کروں گی جب کہ صرف اس کا تصور ہی میرے لیے وحشت ناک ہے۔؟

سرکارِ دو عالم ﷺ نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے دریافت فرمایا!

"اپنے جوڑے کا جو سراپا تو نے آئینہ میں دیکھا تھا اس کے بارے میں کچھ بیان کر۔"

اس نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا!

"سر سے پا تک مجسم سیاہی، خوفناک اندھیرا، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، موٹے موٹے ہونٹ، چوڑے چکلے دانت، چپٹی ناک، بھدا چہرہ اور رنگ دتاریک پیشانی ہاتھ اور پاؤں بھی نہایت بھونڈے، قد و قامت بھی بالکل بے ڈھنگا۔

چشمۂ نور میں نکھری ہوئی چاندنی اور گل ولالہ کی بہاروں کے ساتھ اس وحشت مجسم کا پیوند کیونکر جوڑا جا سکتا ہے۔؟"

وہ جب اپنی بات ختم کر چکی تو سرکار ﷺ نے سر اٹھایا آنکھیں غیرتِ جلال سے سرخ ہو گئیں تھیں۔ ارشاد فرمایا!

"تو نے جو سراپا بیان کیا ہے وہ تو میرے پیارے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہے۔ ایک عاشق سراپا، ایک مومن وفاکش اور نگارخانۂ ہستی کے ایک گوہرِ نایاب کو پا کر تو اپنی غم نصیبی کا شکوہ کر رہی ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم ہے کہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرا عاشق مجسم ہے، میں نے اپنی پلکوں کے سائے میں اسے پناہ کی جگہ دی ہے اور سن لے!

میرا بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بارگاہِ یزدانی میں تقرب کی اس منزل امتیاز پر فائز ہے

کہ فروائے قیامت میں اس کے جسم کی سیاہی حورانِ خلد کے رخساروں پر تل بنا کر تقسیم کر دی جائے گی۔

آتش کدہ عشق میں وہ نکھرا ہوا سونا جس نے محبت کی شیفتگی میں دونوں جہاں سے منہ پھیر لیا ہے، وہ حسنِ مجرد کا تماشائی ہے، فردوس کا حکم وہ کیا خاطر میں لائے گا۔ اپنے جلوؤں کی زیبائی پر تو غرور نہ کرا ہو سکتا ہے جس دن ستر ہزار نقاب الٹ کر تو بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے آئے تو میرا بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تجھے ناپسند کر دے۔"

سرکار کا ارشاد سن کر وہ اپنے تئیں جذبات سے بے خود ہو گئی، طلعتِ جمال کا سارا خمار اُتر گیا، اضطرابِ شوق کی وارفتگی میں چیخ پڑی۔

"سرکار (ﷺ)! میری معذرت قبول کی جائے، میرے غم کا بوجھ اتر گیا، مجھے وہی سیاہ فام بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پسند ہے، میں اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوں کہ سلطانِ کونین ﷺ کا پروردۂ نظر میرے حصے میں آیا۔ قیامت کا دن اسی سراپا کے ساتھ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی آنکھوں میں بٹھانا چاہتی ہوں۔

(سرکار کے ہاں) اس کی معذرت قبول فرمائی گئی اور سرکارِ دو جہاں ﷺ دعائیں دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

عشق کارساز! تیری دہائی! ایک سیاہ فام غلام کو اتنا بڑھایا کہ کونین کے سر کا تاج بنا دیا۔
رحمت دلنور کے آبشار میں نکھرنے والے! تیرے جسم کی سیاہی پر چراغِ کعبہ کی روشنی قربان ہے، تیرا نام شوکتِ اسلام کی سب سے بڑی یادگار ہے۔ مسلمانوں کے سید و سرور بلال (ﷺ)! اپنے آتش کدۂ عشق کی ایک چنگاری ہمارے دلوں کی انجمن تک بھی پہنچا دے۔

(زلف و زنجیر، حصہ دوم، صفحہ 72، مطبع پروگریسو بکس لاہور)

✿ ✿ ✿

شادی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعالیٰ عنہ کی شادی کے متعلق بہت کچھ مشہور ہے، اس میں سے کسی کو متعین کرنا تو صحیح نہیں، ہاں ساری روایات کو دیکھ کر تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کی اور ایک ہی نہیں بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سے زائد شادیاں فرمائیں لیکن اولاد کی نعمت کسی سے بھی حاصل نہ ہوئی۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریبی کی وجہ سے شادی نہ کر سکے، کوئی انہیں رشتہ دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ ان کے حالات ہی ایسے تھے کہ وہ شادی نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ شادی کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بیوی کا نان ونفقہ پڑ جاتا تھا، اسکی کچھ ذمہ داریاں بڑھ جاتی تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادا نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی نہ کی۔

بعض کہتے ہیں کہ سراۃ میں شادی کے لیے گئے لیکن کوئی مناسب رشتہ نہیں ملا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی ہی نہ کی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سراۃ میں ہی شادی کرنا فرض تھا اور کسی جگہ شادی نہیں ہو سکتی؟ ہاں! یہ مان لیتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سراۃ میں شادی نہ فرمائی بلکہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی ہوئی ہوگی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کے بارے میں اتنا مواد ہے کہ اسکے لیے ایک الگ تصنیف کی ضرورت ہے۔

حضرت بلال ﷺ کی شادی:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ جب فتح بیت المقدس کے بعد مقام جدیبیہ گئے تو اُن سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست

کی کہ انہیں شام میں رہنے کی اجازت دے دیجئے۔ چنانچہ آپ نے منظور کر لیا۔
حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے برادر ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اجازت دے دیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"اچھا میں نے تیرے بھائی کو بھی اجازت دی۔"

چنانچہ یہ دونوں خولان کے ایک محلے میں فروکش ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ "ہم تمہارے پاس نکاح کی درخواست کرنے کو آئے ہیں۔ ہم پہلے کافر تھے، اب اللہ نے ہم کو ہدایت دی ہے۔ ہم غلام تھے اللہ نے ہم کو آزادی دی ہے۔ ہم فقیر تھے اللہ نے ہمیں مالدار کر دیا ہے، پس اگر تم لڑکیوں کا نکاح ہمارے ساتھ کر دو تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور اگر ہماری درخواست نامنظور کر دو تو "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

ان لوگوں نے ان کا نکاح کر دیا۔ (اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 11)

سب نے رشتہ دینا منظور کر لیا:

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا گھر بسانا چاہا لیکن ان کو مطلقاً استطاعت نہ تھی۔ علاوہ ازیں وہ حسن ظاہری سے بھی محروم تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریب الدیار تھے، مگر ان میں کوئی خوبی تھی تو وہ یہ تھی کہ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں میں شامل تھے۔

ان کو توقع نہ تھی کہ ان جیسے مفلس اور غریب الوطن حبشی کو شرفائے عرب میں سے کوئی اپنی لڑکی کا رشتہ دینے پر آمادہ ہوگا۔ لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جونہی انہوں نے شادی کی خواہش ظاہر کی تو تمام مہاجرین وانصار نے جو شرفائے عرب تھے، ان کے سامنے دیدۂ دل فرشِ راہ کر دیئے۔ ہر ایک نے بصد خلوص آگے بڑھ کر کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خویش بنانے سے بڑھ کر ہمارے لیے کون سی عزت ہو سکتی ہے؟

متعدد شادیاں:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد شادیاں کیں۔ان کی بیویاں عرب کے نہایت شریف و معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے نکاح کرادیا تھا۔(مؤذن الرسول، صفحہ 79)

بنی زہرہ اور ابودرداء ؓ کے خاندان میں بھی رشتہ مصاہرت قائم ہوا تھا لیکن کسی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔(سیر الصحابہ، جلد 2، صفحہ 215)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اعرابی عورت سے نکاح فرمایا تھا۔ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ کا نام ہندہ الخولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا اور وہ یمنی تھیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شام کی طرف نقل مکانی سے قبل ان کے عقد میں آچکی تھیں۔(عاشق رسول حضرت بلال، صفحہ 92، ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی)

ملک شام میں:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلامی بھائی ابورویحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ملکِ شام میں قبیلۂ بنی خولان کے ہاں پہنچے تو ان لوگوں سے کہا!

"ہم دونوں اپنے نکاح کے پیغام دینے آئے ہیں۔ہم کافر تھے اللہ نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا، ہم غلام تھے اللہ نے ہمیں دولتِ آزادی نصیب فرمائی۔اب اگر تم لوگ ہم سے نکاح کرو گے تو ہم سب کے لیے بہتر ہوگا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک شام کے شہر "دمشق" کے ایک قبیلے بنی خولان میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔یہیں انہیں کچھ زرعی زمین بھی مل گئی اور پھر ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے اسلامی بھائی سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جا کر آباد ہو گئے۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلۂ بنی خولان کے ہاں اپنی اور اپنے بھائی حضرت ابو رویحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کا پیغام بھیجا چنانچہ انہوں نے اپنی دو لڑکیوں کا نکاح دونوں بھائیوں سے کر دیا۔ اس طرح دونوں بھائیوں نے خوشگوار ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔

(عاشق رسول حضرت بلال، صفحہ 93)

مؤذن الرسول کے صفحہ 77 پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی نکاح کیے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو زہرہ کی ایک عورت سے شادی کی تھی اور ان کی بیوی کا نام ہندہ الخولانیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا جو یمن سے تعلق رکھتی تھیں۔

علامہ ابن سعد اور ابن عساکر کا بیان ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں متعدد نکاح کیے، کسی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق ان کی ایک بیوی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ایک بیوی کا تعلق بنو خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھا۔

(مؤذن الرسول، صفحہ 79)

ابن قیم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کے متعلق لکھا ہے کہ "سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن سے خود پڑھایا تھا۔" (زاد المعاد، جلد 4، صفحہ 116)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہالہ بنت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا جو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔ (تلخیص الحبیر، جلد 3، صفحہ 165 بحوالہ دارقطنی و ابوداؤد)

ازدواجی زندگی:

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی جوان ہو گئیں تو ان کے دو بیٹے حضور صلی اللہ

علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی بہن کی شادی کے بارے میں مشورہ چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

''بلال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

اس پر وہ لوگ خاموش ہوگئے۔ دوسری مرتبہ اسی غرض سے وہ پھر حاضر ہوئے اور اس بار بھی سرکار صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام تجویز فرمایا اور ان کی خاموشی دیکھتے ہوئے فرمایا!

''تم بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کیوں فراموش کررہے ہو وہ اہل جنت میں سے ہے۔''

آخر یہ شادی ہوگئی اور اس طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازدواجی زندگی شروع ہوئی لیکن اپنے آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اور دینی معمولات میں ہرگز اسے حائل نہ ہونے دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی نیک اور پرہیزگار تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ پاکباز بیوی ہمیشہ شوہر کی اطاعت اور وفا کا عملی نمونہ پیش کرتی رہی۔ عام طور پر اہم اُمور میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلجوئی اور خوشنودی کو اپنا مقصدِ حیات تصور فرماتی تھیں۔ اس خوشگوار زندگی میں بہت کم تلخی کے مواقع آئے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 126)

مختلف روایات:

روایات کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سے زائد شادیاں ہوئیں لیکن انھوں نے کوئی جانشین یا وارث نہ چھوڑا۔ عین ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوئی ہو یا پھر بچپن ہی میں وفات پا تی رہی ہو، اس سلسلہ میں کتب تاریخ وسیرت خاموش ہیں۔

صاحب "داعی السماء" کا قول:

اسلام نے نسلی امتیاز کا بت یوں توڑا کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں نکاح کا ارادہ ظاہر کیا تو قریش کے منتخب امراء نے انہیں دامادی میں قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ وہ عرب امراء تھے جو دامادی کی ذلت کے لیے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور کائنات احمد مختار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے حکم پر مدینہ طیبہ کی کسی محتاج کی تلاش میں تھے کہ کچھ مال عطا کریں۔ اسی دوران آپ کو آپ کا بھائی آتا ہوا دکھائی دیا جو یمن سے صرف آپ کو ملنے کے لیے آرہا تھا۔ جب آپ کے قریب پہنچا تو اس طرح گفتگو ہوئی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"مِنْ اَیْنَ" (کہاں سے آرہے ہو۔؟)

بھائی:

"مِنَ الْیَمَنِ" (یمن سے آرہا ہوں۔)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"مَاتَمَّ لِیْ خُطْبَتِکَ" (تمہارے رشتے کا کیا ہوا۔؟)

بھائی:

"لوگ کہتے ہیں کہ تیرا خیال ہے کہ تو عربی ہے اور چاہتا ہے کہ یمن میں کوئی رشتہ مل جائے لیکن جب مجھ سے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے اور تیرا حسب نسب کیا ہے تو میں نے اپنی صحیح حقیقت حال بتائی کہ میں حبشی ہوں اور مکہ میں پیدا ہوا ہوں اور قبیلہ بنی جمح کے غلاموں سے ہوں اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی ہوں۔ یمنیوں نے جب آپ کا نام سنا تو کہا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلاؤ۔ اگر وہ تجھے اپنا بھائی کہہ دیں تو ہم تجھ کو رشتہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ میں اسی لیے اتنا لمبا اور طویل سفر طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"سَاَنْطَلِقُ مَعَکَ بَعْدَاِسْتِئْذَانِ الرَّسُوْلِ"

"میں تیرے ساتھ چلنے سے انکار نہیں کرتا لیکن حضور ﷺ سے اجازت لینا ضروری ہے۔"

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے بھائی کے ساتھ یمن روانہ ہو گئے۔ دونوں بھائیوں نے سفر کیا اور رات کے وقت یمن پہنچے۔

بھائی:

"ابھی جاتے ہی جن سے رشتہ لینا ہے اُن سے بات ہو جائے۔؟"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ:

"اتنی جلدی بھی کیا ہے صبح ہونے دو۔"

صبح ہوتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی کے ساتھ اس گھر پر تشریف لے گئے جہاں سے رشتہ لینا منظور تھا۔ انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی کی صفائی میں کچھ پوچھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"هٰذَااَخِیْ سُوْءٌ فِی الْخُلُقِ وَالدِّیْنِ فَاِنْ شِئْتُمْ اَنْ تُزَوِّجُوْهُ فَزَوِّجُوْهُ وَاِنْ شِئْتُمْ اَنْ تَدَعُوْهُ" (دلائل السماء، صفحہ 73)

"یہ میرا بھائی ہے نہ عادت کا اچھا ہے نہ دین میں (عملاً) صحیح ہے چاہو تو اسے رشتہ دے دو چاہو تو نہ دو۔"

یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کا رخ کیا۔ ابھی اذان نہیں ہوئی تھی اسی دوران ہاتف غیبی نے ندا دی۔

"لِمَ لَاتَتَزَوَّجُ وَمَایَمْنَعُکَ مِنْ اَنْ تَتِمَّ دِیْنَکَ قَدْ جَاءَ اللّٰہُ بِالْغِنٰی وَحَرَثَ زَاَیُّهَذَاِنْ کُنْتُ عَبْلَنَا" (دلائل السماء، صفحہ 73)

"تم خود نکاح کیوں نہیں کرتے، تجھے کس نے تمہارا دین مکمل

کرنے سے منع کیا ہے۔؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے دنیا کے مال و دولت سے بھی نوازا ہے اور اب تم آزاد بھی ہو جبکہ اس سے پہلے تم غلام تھے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتفِ غیبی کی پکار سن کر سوچ میں پڑ گئے بالآخر یہی طے کیا کہ ضرور نکاح کرنا چاہیے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد احباب سے مشورہ کیا کہ کس سے رشتہ لیا جائے۔؟ طے پایا کہ آپ کا رشتہ ہندہ خولانیہ سے موزوں رہے گا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہندہ کے رشتہ داروں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا!

"اَنَا بِلَالٌ صِحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ مِنَ الْحَبْشَةِ كُنْتُ ضَالًّا فَهَدَانِيَ اللّٰهُ وَ كُنْتُ عَبْدًا فَاَعْتَقَنِي اللّٰهُ فَتُنْكِحُوْنِيْ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاَمْ تَمْنَعُوْنِيْ فَاللّٰهُ اَكْبَرُ" (داعی اسلام، صفحہ 73)

"میں بلال ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں، میں حبشی غلام تھا اور گمراہی میں مبتلا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت بخشی۔ غلام تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آزادی بخشی۔ آپ مجھے رشتہ دے دیں تو "الحمد للہ" اور اگر نہ دے تو "اللہ اکبر۔"

یہ سن کر ہندہ کے رشتہ داروں نے عرض کیا!

"آپ ہمیں مہلت دیں تا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے پوچھ آئیں اور پھر جو آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم فرمائیں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ تھوڑے عرصہ بعد یمنی بھی مدینہ منورہ آ گئے اور مسجد نبوی میں بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی!

"نَحْنُ مِنَ الْيَمَنِ قَدْ جِئْنَا نَسْأَلُكَ عَنْ بِلَالٍ اِنَّ بِلَالًا يَرْغَبُ فِيْ اَنْ يَّتَزَوَّجَ هِنْدًا اُخْتَنَا وَقَدْ اَمْهَلْنَا حَتّٰى نَاْتِيَكَ وَاَنَا غِبُ اَنْ نَسْمَعَ رَأْيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ"

"ہم یمنی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق پوچھنے آئے ہیں کیونکہ بلال (رضی اللہ عنہ) کا خیال ہے کہ وہ ہماری بہن ہندہ سے نکاح کریں ہم نے ان سے مہلت لی ہے تاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) سے مشورہ لے لیں تو آپ فرمائیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا رائے ہے۔؟"

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اَيْنَ اَنْتُمْ مِنْ بِلَالٍ اَيْنَ اَنْتُمْ مِنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ"

(داعی السماء، مؤذن الرسول، صفحہ 73-74)

"تم کہاں بلال (رضی اللہ عنہ) کہاں، تم کیا سمجھ رہے ہو۔؟ ارے میرا بلال جنتی ہے۔"

اب ہندہ کے رشتہ داروں کی آنکھیں کھلی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بڑی عظیم شخصیت کے مالک ہیں اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا پیار ہے، اسی لیے انہوں نے فوراً ہندہ کا رشتہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

بیوی سے ناراضگی:

ہندہ سے شادی کرنے کے بعد ماحول بہتر رہا لیکن ایک دن کچھ ناگوار بات ہندہ سے صادر ہوگئی وہ یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات بیان کی تو ہندہ نے تصدیق کرنے کی بجائے تکذیب کر دی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگ بگولے ہوگئے اور غصہ کی حالت میں گھر سے باہر نکل گئے۔ راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے ملاقات ہوگئی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طور بدلے دیکھ کر فرمایا!

"خیر تو ہے۔؟"

عرض کی!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی نے ایسا ایسے کہا ہے۔"

کچھ دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) اور ہندہ (رضی اللہ عنہ) کے گھر تشریف لائے اور فرمایا:

"بلال گھر پر ہیں؟"

ہندہ نے عرض کیا نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"تو نے میرے بلال کو ناراض کیا ہوگا۔"

عرض کی!

"نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں، آپ فرمائیں کہ کیا انہوں نے میری کوئی شکایت کی ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ہاں شکایت کی ہے، لیکن وہ حق پر ہیں اور تم غلطی پر۔ آئندہ احتیاط سے کام لینا۔ میرے بلال کو کسی وقت بھی ناراض نہ کرنا۔"

اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لے گئے تو ہندہ (رضی اللہ عنہا) نے معذرت کرلی اور اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا پھر کبھی بھی ان میں کوئی اختلاف نہ ہوا۔

(واعی السماء، صفحہ 54)

ازواجی زندگی کی سکونت:

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل صفہ میں شامل ہو گئے تھے۔ ان میں سے اگر کسی کا نکاح ہو جاتا تو وہ مسجد نبوی شریف کے چبوترے سے اپنے گھر میں منتقل ہو جاتا۔ اسی طرح جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی الگ رہنے لگے مگر اپنے آقا صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی خدمت اور معمولات میں شادی کو ہرگز حائل نہ ہونے دیا۔

حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) اور غزوات

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی، کوئی بھی ایسا غزوہ نہ تھا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرکت نہ فرمائی ہو۔ اب ہم ان غزوات کا ذکر کرتے ہیں جن میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔

غزوۂ بدر

قریش کے شدید مظالم سے تنگ آ کر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھربار جائیدادیں اور اموال چھوڑ کر مدینہ جا بسے تھے۔ جہاں وہ خوشگوار ماحول میں آزادی سے زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ کفار مکہ کی "ابلیسی فطرت" کو ہرگز ہرگز گوارہ نہ تھا خصوصاً یہ" کہ مسلمان پُرسکون زندگی بسر کریں۔؟"

وہ غیض و غضب کی آگ میں جل رہے تھے اور پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ انہوں نے مدینہ کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) کو دھمکی لکھ بھیجی کہ "تم نے ہمارے باغیوں کو مدینہ میں پناہ دی رکھی ہے، ان کو وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ اور تمہارے مالوں کو لوٹ لیں گے۔"

کفار مکہ اور اہلِ ایمان کے درمیان سرد جنگ کا راستہ ہموار ہو رہا تھا اور سردارانِ قریش مسلمانوں سے مسلح تصادم کے بہانے تلاش کر رہے تھے۔

حضرت سعد بن معاذ خزرجی رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے سابقہ آقا امیہ بن خلف کے درمیان زمانۂ جاہلیت سے دوستانہ مراسم تھے۔ امیہ جب مدینے آتا تو اس کا قیام حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ہوتا اور جب کبھی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ تشریف لے جاتے تو آپ امیہ کے گھر ٹھہرتے تھے۔

اسی دوستی اور ناطے سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرے کے ارادے سے مکہ تشریف لے گئے اور آپ وہاں سے امیہ بن خلف کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے فرمایا "میرے لئے کوئی ایسا وقت

میں طواف کرا دو جب حرم خالی ہو۔

"چنانچہ دوپہر کے وقت امیہ بن خلف ان کو طواف کرانے کے لیے لے گیا۔ وہاں عین حرم کے دروازے پر ابوجہل نے انہیں ٹوک کر کہا!

"تم ہمارے دین کے مرتدوں کو پناہ دو اور ان کی مدد کرو، اعانت کا دم بھرو اور تمہیں اطمینان سے مکہ میں طواف کرنے دیں؟ بخدا! اگر تم امیہ بن خلف کے ہمراہ نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ نہ جا سکتے۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا!

"بخدا! اگر تم مجھے اس چیز سے روکو گے تو میں تمہیں اس چیز سے روک دوں گا جو تمہارے لیے اس سے شدید تر ہے یعنی ہم تمہارے تجارتی قافلے مدینہ کے قریب سے نہیں گزرنے دیں گے۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو سخت جواب دیا تو امیہ نے کہا!

"اس (ابوجہل) سے سخت کلامی مت کرو۔ یہ اس وادی کے لوگوں کا رئیس ہے۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا!

"چھوڑو ابھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "مسلمان تمہیں قتل کر دیں گے۔"

امیہ نے جب یہ سنا تو بہت پریشان ہوا اس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا!

"کیا یہ لوگ مجھے مکہ میں قتل کر دیں گے۔؟"

حضرت سعد نے فرمایا!

"مجھے نہیں معلوم۔"

امیہ بن خلف نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان اپنی بیوی کو سنایا تو اس نے کہا کہ "خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بولتے۔"

اس واقعہ کے بعد کفارِ مکہ کی مسلمانوں کے خلاف سرگرمیاں تیزی سے جاری رہیں۔ کفارِ مکہ نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے انہی کی جائیدادیں ضبط کر کے اس کاروانِ عظیم کی دولت میں اضافہ کیا، جو شام کی طرف عازمِ سفر تھا۔ یہ قافلہ غضب شدہ مال کی کمائی اونٹوں پر لاد کر مدینہ کے مغرب سے ستر میل کے فاصلے سے گذرا۔ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم کو وحی کے ذریعہ خبر کر دی کہ وہ اللہ کی راہ میں نکلیں گے تو قریش کے دو قافلوں میں سے ایک ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگے گا۔

کفارِ مکہ سے جہاد کے احکامات پہلے ہی نازل ہو چکے تھے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں واضح حکم ہے کہ

"اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان کے خلاف جو تم سے جنگ کرتے ہیں، جنہوں نے تمہیں بے گھر کر دیا لڑو مگر خود جنگ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جنگ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور پھر جب تمہارا دشمن جنگ روک دے تو تم بھی جنگ روک دو۔" (کنزالایمان)

مہاجرین کو مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ انصار اور مہاجرین میں محبت و اخوت کے رشتے مستحکم ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جانثار بھائیوں اور ایثار خصلت پڑوسیوں کی سی محبت کرنے لگے۔ مگر مکہ والوں کی دشمنی اور ایذا رسانیوں کے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے۔ اشاعتِ دین کی خبریں روز آ رہی تھیں اور امید بھری نظروں سے اہلِ مکہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

وہ اپنے تخیل میں مکہ کی اُن وادیوں کا چکر لگاتے جن میں ان کا بچپنہ گزرا تھا۔ انہیں وہ پانی یاد آتے جن سے وہ پیاس بجھاتے رہے تھے۔ مکہ کی روح پرور ہوائیں یاد آتیں جن میں عرصہ تک انہوں نے سانس لیے تھے۔ انہیں بیٹوں کی یادستاتی اور عزیز و اقارب کے شگفتہ چہرے نظروں کے سامنے گھوم جاتے۔ انہیں خالو اور چچے یاد آتے، انہیں دوست یاد آتے اور ہم عمر ساتھیوں کی میٹھی میٹھی باتیں کانوں میں رس گھولتی محسوس ہوتیں۔

وہ لوگ جنھیں زبردستی جلاوطن کیا گیا اور اذیتوں اور ظلم وستم کی بدولت انہیں گھر چھوڑنا پڑا وہ چاہتے تھے کہ مکہ والوں کے تجارتی قافلہ کو روکا جائے (جو ملک شام سے جاتے ہوئے مدینہ طیبہ کے قریب سے گزرتے ہیں) تاکہ انہیں مسلمانوں کی قوت کا احساس ہو اور وہ ڈر جائیں کہ کہیں معیشت تباہ نہ ہو جائے اور اہم ترین تجارتی راستہ مسدود نہ ہو جائے۔ ہوسکتا ہے اس طرح اُن کی اسلام دُشمنی کم ہو جائے، ان کے دلوں سے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور کدورت کا جذبہ زائل ہو جائے اور دینِ حنیف کی اشاعت میں مسلمانوں کو جن مشکلات کا سامنا ہے وہ مشکلات ختم ہو جائیں اور دین کی تبلیغ آسان اور موثر ثابت ہو سکے۔

ہجرت کے دوسرے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اُن کے ساتھ مہاجرین کی ایک جماعت بھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے انہیں ایک خط دیا اور فرمایا کہ "اس وقت تک اس خط کو نہیں کھولنا جب تک دو دن سفر نہیں کر لیتے۔ دو دن کے سفر کے بعد اسے پڑھنا اور اللہ کی طرف سے جو حکم ملے اس پر عمل کرنا اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرنا۔"

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے رہے وہ کچھ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جا رہے ہیں اور نہ ہی وہ یہ جانتے تھے کہ یہ سفر کس مقصد کے لیے کیا جا رہا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کے حکم سے وہ چلتے رہے۔ انہیں یقین تھا کہ اللہ کی اطاعت میں ہی بہتری ہے اور انہیں اطمینان تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی فیصلہ فرماتے ہیں، وہ مسلمانوں کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے۔

وہ پورے دو دن تک سفر کرتے رہے۔ دو دن کے بعد خط دیکھا تو خط میں لکھا ہوا تھا۔

"جب آپ میرا یہ خط پڑھیں تو مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کے مقام تک پہنچیں۔ وہاں قریش پر نگاہ رکھیں اور ان کے بارے میں ہمیں اطلاع دیں۔"

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کے حکم سے لوگوں کو آگاہ کیا اور بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے

کہ نخلہ کی طرف جاؤں قریش پر نظر رکھوں اور ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کو اطلاع دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ" میں کسی شخص کو مجبور نہ کروں۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

"تم میں سے جو شہادت کا طلب گار ہے اور اللہ کی راہ میں جان لڑانا چاہتا ہے، وہ میرے ساتھ چلے اور جسے یہ سودا منظور نہیں وہ واپس چلا جائے۔ بہر حال میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمان برداری کرتے ہوئے جا رہا ہوں۔

تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے ساتھ ہو لیے اور انہوں نے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ معاونت کی حامی بھر لی۔ قافلہ نخلہ کی طرف چل پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین ان کا رہنما اور خداوند ذوالجلال کی نظر عنایت ان کی نگہبان تھی۔ انہیں بھروسہ تھا تو صرف اللہ کی قوت پر۔

دو آدمی قافلے سے بچھڑ گئے، یہ ایک ہی اونٹ پر آگے پیچھے سوار تھے۔ قافلے کو تلاش کرتے کرتے آ رہے تھے کہ قریش کے ہتھے چڑھ گئے اور قیدی بن گئے۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نخلہ پہنچ گئے۔ وہاں سے قریش کا تجارتی قافلہ گزر رہا تھا، جب انہوں نے مسلمانوں کو راستے میں دیکھا تو وہ گھبرا گئے اور لڑائی سے پہلوتہی کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے باہم مشورہ کیا۔ ایک نے کہا!

"بخدا! اگر یہ ہاتھ سے نکل گئے تو کل حرم کی حدود میں پہنچ جائیں گے اور ہم ان پر حملہ نہیں کر سکیں گے اور اگر ہم انہیں قتل کر دیں تو بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اور اس میں کسی کو قتل کرنا مناسب نہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔"

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھی آہستہ آہستہ قافلے کی طرف

چل دیئے۔ قافلے والے ڈر گئے کہ شاید یہ انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فوراً صف بنالی اور مال ومتاع کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

دونوں گروہ آمنے سامنے تھے، واقد بن عبداللہ التمیمی نے تیر مارا اور عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان قید کر لیے گئے۔ کافر جو مال اٹھائے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ مسلمانوں کو عطا کر دیا اور تجارت کے اس مال سے کافر خالی ہاتھ ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس لوٹے اور ان قیدیوں کو فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا!

"میں نے حرمت والے مہینے میں تمہیں جنگ کرنے کا حکم تو نہیں دیا تھا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور مالِ غنیمت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور اس وقت تک کچھ لینے سے انکار کر دیا جب تک اللہ کریم اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہ فرما دے۔

مسلمان بہت پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ ہم ہلاک ہو گئے۔ دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں بھی اُن کے لیے نفرت پیدا ہو گئی۔ اِدھر جب قریش کو خبر ملی کہ مسلمانوں نے تجارتی راستہ مسدود کر رکھا ہے اور ہمارے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے، تو ان کا جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا اور وہ کہنے لگے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) نے حرمت والے مہینے حلال کر دیے ہیں اور اس مہینے میں خون ریزی کی ہے، جس میں عرب قتل وغارت کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس مہینے کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے انہوں نے لوٹا ہے اور ہمارے آدمیوں کو قیدی بنایا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحمت نازل فرمائی، انہیں اپنے لطف وکرم کا سایہ عطا فرمایا

اور اپنے کریم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی۔

"یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ"

(القرآن المجید، پارہ 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 217)

"تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے، اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا، اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے۔"

(کنزالایمان، اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

جب قرآن کریم کی یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس خوف سے نجات دے دی تو اس جنگ میں حصہ لینے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بہت خوش ہوئے اور اس مقابلہ میں شریک گروہ کے دل سے حزن وملال کے چھائے بادل چھٹ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامانِ تجارت اور قیدیوں کو قبول فرمالیا۔

قریش نے ایک وفد بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا تا کہ قیدیوں کو فدیہ دے کر آزاد کرالائے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر قیدیوں کی رہائی سے انکار کر دیا اور رہائی کے لیے لازمی قرار دیا کہ قریش ان کے دو قیدیوں کو واپس کریں۔ آپ نے فرمایا!

"ہم کوئی فدیہ قبول نہیں کرتے جب تک ہمارے ساتھی واپس نہیں آجاتے کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ انہیں قتل کر دیں گے۔ اگر آپ نے ان مسلمانوں کو قتل کر دیا تو ان کے بدلے میں ہم ان اسیروں کو قتل کر کے انتقام لیں گے۔"

وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ شرط تسلیم کر کے دونوں قیدی مسلمانوں کو واپس کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑی کرم نوازی فرمائی اور مدد ونصرت کا

وعدہ سچ کر دکھایا۔ مگر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ابھی تک پریشان تھے اور ان کے دل سے ابھی تک حزن وملال اور مایوسی کے بادل چھٹ نہیں پائے تھے۔ وہ اجر کے متمنی تھے اور ثواب کے آرزومند۔ بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگے۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمیں اس بات کی امید کرنی چاہیے کہ اس جنگ میں اللہ کریم ہمیں جہاد کا اجر وثواب عطا کرے گا۔؟"

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں یہ آیات نازل فرمائیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥

(القرآن المجید، پارہ نمبر 2، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 218)

"وہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔٥"

(کنزالایمان، اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سن کر حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کی ساری پریشانیاں ختم ہوگئیں، دل مطمئن ہوگئے اور روح میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ اللہ کی نعمت موسلادھار بارش کی طرح برس گئی تھی اور رحمت ایزدی نے انہیں سایہ مہیا کر دیا تھا۔

(قصص القرآن، صفحہ 405)

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بتایا کہ ابوسفیان بن حرب (اسلام قبول کرنے سے پہلے) قریش کے ایک تجارتی قافلے کی قیادت کرتے ہوئے شام سے مکہ آرہا ہے۔ اس قافلے میں تمام قریش کا مال تجارت ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ ہم اس قافلے کا راستہ روکیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

"یہ قریش کا قافلہ ہے، اس کی طرف نکلو! شاید اللہ تعالیٰ تمہیں مالِ غنیمت سے نوازے۔"

کچھ لوگوں نے ہتھیار سجا لیے اور کچھ لوگ معمولی سامانِ جنگ لے کر نکل پڑے، کیونکہ انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ جنگ ہوگی۔

ابوسفیان کو پل پل کی خبریں مل رہی تھیں۔ اس لیے وہ بڑی احتیاط سے آرہا تھا۔ جب بھی کوئی عرب راہ میں ملتا تو اس سے راستے کی صورت حال کے بارے میں ضرور پوچھتا کہ کہیں قافلہ لٹ نہ جائے اور سارا مال ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ راستے میں کچھ گھوڑا سواروں نے ابوسفیان کو یہ اطلاع دے دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ساتھیوں کو قافلے پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

مکہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب ﷺ کی (قبول اسلام سے پہلے) ولید بن عتبہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عباس ﷺ نے بتایا کہ "عاتکہ نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے، میں یہ خواب سن کر کانپ گیا ہوں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ قریش پر کوئی مصیبت آنے والی ہے۔"

ولید نے پوچھا!

"عاتکہ نے خواب میں کیا دیکھا۔؟"

حضرت عباس ﷺ نے بتایا!

"اس نے خواب میں ایک سوار کو دیکھا جو اپنے اونٹ پر سوار بڑھا چلا آتا ہے حتیٰ کہ وہ ابطح کے مقام پر ٹھہر جاتا ہے، پھر وہ بلند آواز سے چلاتے ہوئے کہتا ہے۔

"اے غدارو! نکل جاؤ! تمہارے قتل میں صرف تین دن باقی ہیں اس کے بعد وہ سوار مسجد حرام میں داخل ہو جاتا ہے اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے مسجد میں آجاتے ہیں اور اس کے اردگرد کھڑے ہو جاتے ہیں، اسی اثناء میں اس کا اونٹ اسے لے کر کعبۃ اللہ کی چھت پر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے پھر وہ سوار چلاتے ہوئے کہتا ہے۔

"اے غدارو! نکل جاؤ! تمہاری موت میں صرف تین دن باقی ہیں۔"

پھر وہ سوار جبل ابوقبیس کی چوٹی پر ظاہر ہوتا ہے اور پہلے کی طرح زور سے چلاتا ہے۔

اس کے بعد ایک بھاری پتھر اٹھا کر اترنا شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ پہاڑ کے دامن میں آ جاتا ہے کہ اچانک وہ پتھر ٹکروں میں تبدیل ہو جاتا ہے اور مکہ کے ہر گھر میں ایک ٹکرا گرتا ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! "ولید! یہ خواب کسی اور کو نہ سنانا اس کے بارے میں کسی اور شخص سے ہرگز بات نہیں ہونی چاہیے۔"

مگر ولید نے یہ خواب اپنے باپ کو سنا دیا۔ پھر تو ہر محفل میں ہر گلی، کوچے میں عاتکہ کے خواب کے تذکرے ہونے لگے۔ ہر شخص اس کا ذکر کرتا ہر گھر میں اس کا چرچا ہوتا، پورے مکہ میں اس کی بازگشت سنائی دینے لگی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل اپنے چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بہن عاتکہ کے خواب کا ذکر کر رہا تھا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریب آئے تو ابوجہل نے کہا!

"ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر ذرا آنا۔"

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ طواف سے فارغ ہوئے تو آ کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔

ابوجہل نے کہا!

"اے عبدالمطلب کے بیٹے! یہ نبیہ تم میں کب پیدا ہو گئی ہے۔؟"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا!

"ابوالحکم! تو کیسی باتیں کر رہا ہے۔؟"

ابوجہل نے کہا!

"میں اس خواب کی بات کر رہا ہوں جو عاتکہ نے دیکھا ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انجان بنتے کی کوشش کی اور کہا!

"عاتکہ نے کیا خواب دیکھا ہے۔؟"

ابوجہل نے کہا!

"اے عبدالمطلب کے بیٹو! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہارے مردوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔اب تمہاری عورتیں کیوں نبی بننے کی کوشش کرنے لگی ہیں۔؟ عاتکہ کہتی ہے کہ میں نے خواب میں ایک سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔"غدارو! نکل جاؤ تمہاری موت میں صرف تین دن باقی ہیں۔" ہم تین دن تک انتظار کرتے ہیں، اگر تین دن میں عاتکہ کا خواب سچ ثابت ہوا تو ٹھیک، ورنہ تمہارا گھرانہ پورے عرب میں جھوٹا ترین شمار ہوگا۔"

حضرت عباس ﷺ نے انکار کرتے ہوئے کہا!" عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔"

پھر مجلس برخاست ہوگئی اور حضرت عباس ﷺ گھر آ گئے۔شام ہوئی تو بنی عبدالمطلب کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو عباس کے پاس نہ آئی ہو اور ان سے جھگڑا نہ کیا ہو۔ ہر عورت نے یہی کہا!

"تو نے اس فاسق خبیث کی بات پر چپ کیوں سادھ لی۔؟ اس نے مردوں کو گالی دی پھر عورتوں کے متعلق بکواس کرتا رہا اور تو خاموش رہا۔؟ تجھے اس کی باتیں سن کر غیرت نہیں آئی۔؟"

حضرت عباس ﷺ نے کہا!

"بخدا ایسا ہی ہے۔اس نے واقعی گالیاں دی ہیں مگر میں چاہتا تو اسے اس سے بھی بڑی گالیاں دے سکتا تھا لیکن میں خاموش رہا ہوں۔میں ایک مرتبہ پھر اس کا سامنا کروں گا، اگر اس نے پھر بکواس کی تو میں اس کو وہ سناؤں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔"

خواب کے تیسرے روز حضرت عباس ﷺ کعبۃ اللہ گئے۔وہ بہت غصے میں تھے، ان کی تیوری چڑھی ہوئی تھی، چہرہ سرخ تھا اور ایسا لگتا تھا کہ ان کی کوئی قیمتی چیز گم ہو گئی ہے۔وہ مسجد میں داخل ہوئے تو ابوجہل پر نظر پڑی حضرت عباس ﷺ آہستہ آہستہ ابوجہل کی طرف چلنے لگے۔وہ اسے جواب دینا چاہتے تھے اور کل کی گالی کا انتقام لینا چاہتے تھے۔لیکن ابوجہل کعبۃ اللہ کے دروازے کی طرف متوجہ تھا۔حضرت عباس ﷺ سمجھ رہے تھے کہ شاید وہ سمجھ گیا ہے اور پہلو تہی کر رہا ہے، لیکن اسی لمحے حضرت عباس ﷺ نے ایک آواز سنی اور ایک ایسی چیخ ان کے کانوں

سے ٹکرائی جس سے ان کے کان واقف نہیں تھے۔ وہ سب کچھ بھول گئے اور فوراً کعبۃ اللہ سے باہر نکل گئے۔

ابوسفیان کا قاصد "ضمضم بن عمرو الغفاری" مکہ پہنچ چکا تھا۔ وہ اونٹ پر سوار تھا، اونٹ کی ناک چری ہوئی تھی، پلان اُلٹا پڑا ہوا تھا، ضمضم کی قمیص آگے سے اور پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی اور سب لوگ اسکی طرف متوجہ تھے۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"اے قریشی جوانو! تمہارا قافلہ لٹ گیا، تمہارا مال تجارت جو شام سے ابوسفیان کے قافلے میں آرہا تھا غارت ہوا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ساتھیوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے مل کر ابوسفیان پر حملہ کر دیا۔ فوراً پہنچو مدد کرو! مدد۔"

لوگوں کی ساری توجہ اسکی طرف مبذول تھی۔ فوراً باہم مشورے کے لیے جمع ہو گئے۔ آخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ فوراً ایک لشکر تیار کیا جائے جس میں ہر گھر کا کم از کم ایک فرد شامل ہو، اگر کوئی شخص خود نہیں جاسکتا تو اپنی جگہ کوئی بہادر مہیا کرے۔

سب قریش تیار ہو گئے، کسی نے بھی گھر بیٹھے رہنا گوارہ نہ کیا۔ صرف ابولہب شامل نہ ہو سکا۔ اس نے اپنی جگہ ایک شخص بھیجا جو اس کا مقروض تھا، چار ہزار درہم پر سودا طے پایا، جب تمام لوگوں کا چلنے پر اجماع ہو گیا اور تیاری مکمل ہو گئی تو قریش کو یاد آیا کہ کنانہ اور ان کے درمیان عداوت ہے۔ ان کی آپس میں لڑائیاں بھی ہو چکی ہیں بعض لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کنانہ کے لوگ پیچھے سے حملہ کر دیں اور اس طرح وہ دشمنوں کے درمیان پس کر رہ جائیں۔ یہ بات سن کر لوگ مکہ چھوڑنے پر ہچکچانے لگے، لیکن "سرقہ بن مالک" (جو کنانہ کا سردار تھا) نے کہا!

"میں ذمہ لیتا ہوں کہ بنو کنانہ قریش پر حملہ نہیں کریں گے اور کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں ناپسند ہو۔"

یہ سن کر لوگ مطمئن ہو گئے اور مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ مکہ میں کوئی ایسا آدمی نہ بچا جو جنگ کے قابل ہو اور کسی نہ کسی طریقے سے شریک جنگ نہ ہوا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے نکلے۔ان کے آگے آگے دو سیاہ جھنڈے لہرا رہے تھے،ایک جھنڈا حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کی معیت میں باری باری اونٹوں پر سواری کرتے چلتے رہے،حتیٰ کہ راستے میں ایک دیہاتی ملا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی سے پوچھا!

''راستے میں کچھ لوگوں سے ملاقات تو نہیں ہوئی۔؟''

لیکن اس کے پاس کوئی خاص خبر نہیں تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ ''صفراء'' نامی بستی کے قریب پہنچ گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ابو سفیان بن حرب کی جاسوسی کے لیے بھیجا۔

سفر بدستور جاری رہا،حتیٰ کہ مسلمان وادی ذفران پہنچ گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا!

''یہاں پڑاؤ کیا جائے۔''

لوگ اتر پڑے۔جاسوسوں نے خبر دی کہ قریش ابوسفیان کی حفاظت کے لیے مکہ سے نکل چکے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر قریش کے متعلق صحابہ کرم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مشورہ کیا کیونکہ صورت حال اچانک بدل گئی تھی۔اب ایک قافلے سے تعرض مقصود نہیں رہا تھا،بلکہ ایک دشمن کا سامنا تھا جو لڑائی کے لیے ہتھیار سجا کر لشکرِ جرار کے ساتھ آ رہا تھا۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور پر جوش تقریر کرتے ہوئے عرض کیا!''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اللہ نے آپ کو جو بھی حکم دیا گیا ہے کر گزریے،ہم آپ کے ساتھ ہیں،بخدا ہم اسرائیلیوں کی طرح حضور سے یہ نہیں کہیں گے۔

''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ○''

(القرآن المجید،پارہ نمبر6،سورۃ نمبر5(المائدہ)،آیت نمبر24)

''تو آپ (موسیٰ وہارون) جایئے اور آپ کا رب،تم دونوں لڑو،ہم یہاں

بیٹھیں ہیں۔"

(کنز الایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

بلکہ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں۔

"چلئے آپ بھی اور آپ کا رب قدوس بھی دشمنوں سے جنگ کرو، ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برکِ غماد کی طرف بھی رختِ سفر باندھیں گے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لڑتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے وہاں بھی پہنچ جائیں گے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلماتِ خیر فرمائے اور انہیں دعا دی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے سخن انصار کی طرف تھا۔

اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شاید حضور ہم سے مخاطب ہیں۔؟"

پھر انہوں نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ جو پیغام آپ لائے ہیں وہ حق ہے۔ حضور ہم نے آپ کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے اور آپ جو بھی حکم دیں گے اسے دل و جان سے تسلیم کریں گے۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو ارادہ ہے کر گزریئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپ ہمیں سمندر میں بھی کودنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں بھی کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ ہم میدانِ جنگ میں دشمن سے برسرپیکار ہونے کو ناپسند نہیں کرتے۔ ہم

جنگوں میں ڈٹ جانے والے ہیں اور جان کی بازی لگانے میں شہرت رکھتے ہیں۔ اللہ ہم میں سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، پس آپ ہمیں لے کر میدان میں نکلیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کی درخواست فرمائیں۔"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیالات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کا چہرۂ اقدس کھل اٹھا اور دل باغ باغ ہو گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

"چلئے اور یہ خوشخبری سن لیجئے کہ "اللہ نے دو میں سے ایک پر فتح کا وعدہ فرما دیا ہے۔ بخدا! یہ فتح یقینی ہے اور میں قریشیوں کے مقتل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔"

مسلمان چل پڑے یہاں تک کہ بدر (یہ مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کے درمیان ایک کنواں ہے) کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو قریش کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لیے کنویں کی طرف بھیجا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ قریش کے دو آدمی پانی بھر رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو پکڑ کر لے آئے، ان سے پوچھ گچھ شروع ہوئی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا!

"تم کون ہو؟"

"انہوں نے بتایا!

"ہم قریشی ہیں اور لشکر کے لیے پانی بھرنے آئے ہیں۔"

مسلمانوں نے انہیں سرزنش کی اور دباؤ بڑھایا تو انہوں نے بتایا!

"ہم ابوسفیان کے قافلے کے ساتھ ہیں۔"

مسلمانوں نے ان پر سختی بند کر دی۔

جب یہ لوگ واپس پڑاؤ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما چکے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا!

"جب وہ سچ بولے تو تم نے انہیں مارا اور جب وہ جھوٹ بول رہے ہیں تو تم ان سے تعرض نہیں کر رہے۔ وہ سچ کہتے ہیں ان دونوں کا تعلق قریشی لشکر سے ہے۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان قریشیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا!

"کچھ قریش کے بارے میں بتاؤ۔"

قیدیوں نے کہا!

"خدا کی قسم وہ اس ٹیلے کے پیچھے دور ایک میدان میں پڑاؤ کر رہے ہیں جو سامنے نظر آ رہا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال فرمایا!

"لشکر کی کتنی تعداد ہے۔؟"

قیدیوں نے بتایا!

"لشکر بہت زیادہ افراد پر مشتمل ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا!

"پھر بھی کتنے لوگ ہوں گے۔؟"

قیدیوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے پھر سوال فرمایا!

"اچھا یہ بتاؤ کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔؟"

قیدیوں نے بتایا!

"کسی دن نو (9) اور کسی دن دس (10) اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا!

"اے میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)! ان کی تعداد تقریباً نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا!

"آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے سامنے لا کر پھینک دیئے ہیں۔"

ابوسفیان قافلے کے آگے آگے ذرا فاصلے پر چل رہے تھے، انہیں خوف ہوا کہ کہیں محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم) کے ساتھی ان پر اچانک حملہ نہ کر دیں۔ جب انہیں پتہ چلا کہ مسلمان تو فلاں جگہ اترے ہوئے ہیں اور جاسوسوں نے اطلاع دی کہ مسلمانوں کو قافلے کے بارے کچھ معلوم نہیں تو قافلے کے سارے لوگ واپس آ گئے اور ابوسفیان نے راستہ تبدیل کر لیا اور بڑی شاہراہ کو چھوڑ کر قافلے کو ایک عام راستے پر لے کر نکل پڑے۔ اس طرح بدر اس کے بائیں طرف رہ گیا۔ وہ چلتے رہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان سے بہت زیادہ پیچھے رہ گئے اور اس طرح یہ قافلہ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا۔

جب ابوسفیان نے دیکھا کہ قافلہ بچ کر نکل گیا ہے اور ان کی تجارت اور مال محفوظ پہنچ ہو گیا ہے تو انہوں نے قریش کی طرف ایک آدمی بھیجا اور پیغام بھیجا کہ تم قافلے کی حفاظت اور اپنے آدمیوں اور مال کی سلامتی کے لیے نکلے تھے سو میں قافلے کو بچا کر لے آیا ہوں پس تم واپس ہو جاؤ۔

ابوجہل نے کہا! "خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے، جب تک کہ بدر کے مقام پر نہیں پہنچ جاتے۔ ہم وہاں ٹھہریں گے، گوشت بھونیں گے، شراب پئیں گے، لونڈیوں کے نغمات سے لطف اندوز ہوں گے اور ہم بہادری اور لشکر کشی کا ایک ایسا منظر پیش کریں گے کہ عرب کے قبیلے سن کر ہمیشہ کے لیے مرعوب ہو جائیں گے اور کوئی ہمارے منہ لگنے کی جرأت نہیں کرے گا لہٰذا چلیئے۔"

"اخنس بن شریق" نے ابوجہل کی رائے سے اختلاف کیا اور اسکی دلیل کو رد کر دیا۔ بنی زہرہ جن کا یہ حلف تھا کہ جنگ نہ کی جائے انہوں نے کہا!

"اے بنو زہرہ! تمہارے مال محفوظ ہیں، تمہارے لوگ بھی خیریت سے واپس آ گئے ہیں، ہمارے اکٹھے ہونے کا مقصد ابوسفیان اور تجارتی قافلے کی حفاظت تھا، پس واپس چلو، ہمیں کسی اور مقصد کے لیے نکلنے کی ضرورت نہیں ہم ابوجہل کی بات نہیں مانیں گے۔"

بنوزہرہ میں اخنس کی رائے کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ اس لیے بنوزہرہ واپس چلے گئے اور کسی شخص نے بنوزہرہ سے جنگ میں شرکت نہ کی۔ قریش آگے چل دیے حتیٰ کہ وادی میں قریب کے میدان میں پڑاؤ کیا۔

صبح کا سپیدہ نمودار ہوا مسلمان تجارتی قافلے کے انتظار میں تھے کہ دیکھیں کب گزرتا ہے۔ اسی اثناء میں خبر مل گئی کہ ابوسفیان کا قافلہ بچ کر نکل گیا ہے اور اب قریش کا لشکر مدِمقابل ہے جو قریب ہی اترا ہوا ہے۔ یہ سن کر ان لوگوں کے دل مرجھا گئے جن کا مطمحِ نظر تجارتی مال و متاع تھا اور وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ مکہ والوں کے اس لشکر سے جنگ کریں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

"وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 9، سورۃ نمبر 8 (الانفال)، آیت نمبر 7)

"اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ ۝"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اللہ کا فرمان سنتا تھا کہ تمام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں کفار سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے اور فوراً بدر کی طرف چل دیے۔ اللہ تعالیٰ نے مینہ برسادیا، پوری وادی میں پانی نظر آنے لگا جس سے ریت بیٹھ گئی اور نقل و حرکت میں آسانی پیدا ہو گئی۔ قریش چونکہ دلدلی جگہ پر تھے اس لیے بارش آئی تو کیچڑ ہی کیچڑ نظر آنے لگا اور پاؤں اٹھانا مشکل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے بڑھ کر بدر کے کنویں پر قبضہ کر لیا اور اس کے بالکل ہی قریب پڑاؤ کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس وقت ٹھہرنے کا حکم دیا ہی تھا کہ حضرت خباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس جگہ آپ کیوں ٹھہر گئے۔؟ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا ہے۔؟ پھر تو ہم اس سے نہ ایک قدم آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں یا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ہے، جنگی چال اور ذاتی تجربہ کی بناء پر ہے۔؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"یہ وحی نہیں بلکہ میری ذاتی رائے اور جنگی چال ہے۔"

حضرت خباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"تو پھر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے۔ لوگوں کو اٹھنے کا حکم فرمایئے تھوڑا اور آگے پڑاؤ کریں گے۔ پھر ہم پرانے حوض کے علاوہ چند چھوٹے حوض بنائیں گے اور انہیں پانی سے بھر لیں گے جب جنگ شروع ہو گی تو دشمن پیاسا مرے گا اور ہم سیر ہو کر پانی پیتے رہیں گے اور تازہ دم ہو کر لڑتے رہیں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"آپ نے سچ کہا۔ یہ رائے بہت مناسب ہے۔"

مسلمان آگے بڑھے حتیٰ کہ کنویں کے اور زیادہ قریب پہنچ گئے اور یہاں اتر پڑے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا!

"کنویں کا سارا پانی نکال لو اور چھوٹے چھوٹے حوض بنا کر انہیں بھر لو۔"

سو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کے کہنے کے مطابق پانی حوضوں میں جمع ہو گیا اور بدر کے کنویں کا سارا پانی مسلمانوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔

مسلمانوں نے پانی کے لیے حوض بنا لیے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ ابھی جنگ کے متعلق بات چیت جاری تھی کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عریش (کمان پوست) بنا دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف فرما ہوں اور چند غلام حضور (ﷺ) پر پہرہ داری کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں غلبہ دے دیا اور دشمن پر ہم نے فتح حاصل کر لی تو ہمیں روحانی خوشی ہوگی کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہیں دی اور خدا نخواستہ نتیجہ اس کے برعکس رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ پہنچ جانا اور ہمارے بھائیوں سے جا ملنا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے بھائی جو مدینہ میں ہیں وہ ہم سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں، اگر آپ ﷺ جنگ کے لیے انہیں للکار دیںگے تو ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا، اس طرح اللہ آپ کو ان کی وساطت سے محفوظ رکھے گا، آپ فریضۂ دعوت وارشاد ادا کرتے رہیں گے اور وہ آپ ﷺ کے زیرِ قیادت جہاد کرتے رہیں گے۔"

حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجویز کو پسند فرمایا اور انہیں دُعائیں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کے لیے عریش بن گیا تاکہ شکست کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم دشمن کے ہاتھ نہ لگیں اور یثرب میں دوسرے مسلمانوں کے ہاں

قیام فرما ہو جائیں تا کہ حق کی دعوت کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے اور اس شمع ہدایت کی روشنی کائنات میں پھیلی ظلمتوں کو دور کر دے۔

قریش نے میدانِ جنگ کے دوسرے سرے پر پڑاؤ کیا۔ایک جاسوس مسلمانوں کے لشکر گاہ کی طرف بھیجا کہ اطلاع لائے۔جاسوس نے اطلاع دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم) کے ساتھی تین سو سے کچھ کم یا زیادہ ہوں گے،ان تین سو لوگوں کے علاوہ کوئی کمک یا خفیہ دستہ نہیں لیکن اگر ان کا کوئی ملجا ہے تو وہ صرف ان کی تلواریں ہیں اور اگر ان کا کوئی قلعہ ہے تو وہ ان کا مضبوط ایمان اور کامل یقین ہے۔

قریشی جاسوس نے مسلمانوں کی بہادری کی ایسی تصویر پیش کی کہ لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی،دلوں میں اسلامی لشکر کا رعب و دبدبہ بیٹھ گیا،بزرگ اور سیانے لوگ اس سوچ میں پڑ گئے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ قلت کے باوجود مسلمان ہزار کے اس لشکر سے ٹکرانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔

(قصص القرآن،صفحہ 413)

آخر جنگ کا فیصلہ ہو ہی گیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم بھی تین سو تیرہ جانثاروں کے قافلے کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے اسلام کے دفاع کی خاطر نکل پڑے۔یہ جنگ خالصتاً دفاعی تھی،ہوائے نفس کے لیے نہیں صرف اور صرف اللہ کی رضا اور اصولوں کی خاطر لڑی جانے والی جنگ تھی۔دونوں فوجیں بدر کے مقام پر ایک دوسرے کے سامنے مدِّ مقابل خیمہ زن تھیں۔

اہلِ ایمان صرف تین سو تیرہ(313) تھے،ان میں چھیاسی(86)"مہاجر" تھے، "خزرج" کے ایک سو ستر(170) اور "اوس" کے اکسٹھ(61) آدمی تھے۔ان کے پاس ستر(70) اونٹ،دو(2) گھوڑے،سات(7) زرہیں اور آٹھ(8) تلواریں تھیں۔

جبکہ مخالف لڑنے والی فوج کی تعداد ایک ہزار تھی۔ان کے پاس سات سو پچاس(750) اُونٹ اور سو(100) گھوڑے تھے،اس کے علاوہ وافر اسلحہ اور زرہیں بکثرت اور سر پر فولادی خول تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی کثرت اور جنگی تیاری دیکھ کر اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تشریف لائے اور انہیں حوصلہ دیا، صفیں درست کیں اور حکم دیا کہ اس وقت تک حملہ نہ کریں جب تک حکم نہیں ملتا، مزید ہدایات دیں کہ دشمن قریب آئے تو اسے تیر سے روکو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور عریش کی طرف آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تکلیفوں کی فکر لگی ہوئی تھی اور مسلمانوں اور اسلام کے معاملے کے بارے از راہِ شفقت بہت پریشان تھے۔

بارگاہِ ایزدی میں مدد و نصرت کی درخواست کی اور وعدہ پورا کرنے کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ خدا میں گریہ زاری کرنے لگے!

"مولا! قریش فخر و ناز سے آئے ہیں، یہ تیرے دشمن ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔ الٰہی! اپنی مدد و نصرت کا وعدہ پورا کر دکھا۔ مولا! اگر یہ مختصری جماعت آج ہلاک ہو گئی تو قیامت تک تیری بندگی نہ ہوگی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلائے قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے حتیٰ کہ اس کیفیت میں آپ کی چادر مبارک کندھے سے گر جاتی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے کھڑے تھے اور چادر مبارک اٹھا کر کندھے پر ڈال رہے تھے۔ آخر آہ و زاری جب حد سے بڑھ گئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا بڑھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے لپٹ گئے اور عرض کرنے لگے۔

"حضور! بس کیجئے اللہ کریم اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔"

لیکن یہ آہ و بکا جاری رہی، ہاتھ اٹھے رہے اور چشمانِ مبارک سے آنسو موتیوں کی طرح گرتے رہے، حتیٰ کہ اسی حالت میں آپ پر نیند کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی مدد و نصرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ
مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ٥

(القرآن المجید، پارہ نمبر، سورۃ (انفال)، آیت نمبر 65)

"اے غیب کی خبریں بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں کے (سے) بیس صبر والے ہوں گے دوسو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں کے سو ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔٥"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا!

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم) کی جان ہے، آج جو بہادری دکھائے گا، شجاعت سے جہاد کرے گا اور جنگ سے منہ نہیں موڑے گا اللہ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی میں کنکریاں بھریں اور دشمن کی طرف پھینک دیں اور فرمایا!

"دشمن کے چہرے خاک آلود ہوں۔" (قصص القرآن، صفحہ 418)

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر سے قبل شمشیر زنی کی ٹریننگ دی تھی، آپ ماہر حرب و ضرب ثابت ہوئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے سپاہ اسلام کے راشن کا انتظام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ لگا دیا جسے آپ نے بطریقۂ احسن سرانجام دیا۔

آپ نے سپاہ اسلام کے لیے خوراک جمع کرنے کے لیے تمام ممکن حربے استعمال

فرمائے، کسی سے مانگا، کسی سے خریدا اور کسی سے قرض لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ اور عریشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین پیغام رسانی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ آپ ہی اہم اعلانات کے نقیب تھے۔ غزوۂ بدر میں قواعدِ جنگ کا اعلان آپ ہی نے فرمایا۔

بچوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ اعلان کرنے کا حکم سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی دیا۔ میدانِ بدر میں نماز کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی اذان دی۔

سولہ (16) رمضان المبارک، 2 ہجری کی شام فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ جنگ سے متعلق ضروری ھدایت دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''میں نے اس سے پہلے حضور (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کو کبھی اتنا خاموش اور آپ ہی آپ میں گم نہیں دیکھا تھا۔''

دوسرے دن 17 رمضان المبارک کو صبح ہوتے ہی فوجوں کی تنظیم و تربیت شروع ہوگئی۔ جب انتظامات مکمل ہوگئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہوکر سپاہِ اسلام کو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی ھدایات سے بلند آواز سے مطلع کیا پھر جنگ ہوئی۔ یہ اسلام کی پہلی جنگ تھی۔

اسلامی مجاہدوں کی تلواریں کفار سے ٹکرائیں، صحرا کی ریت پر گرم گرم خون گرا، آسمان نے لاشے زمین پر گرتے اور تڑپتے دیکھے، سارا دن معرکہ جاری رہا اور آخر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ حق جیت گیا اور باطل ذلیل ہوا۔

اس جنگ میں اس امت کا ابلیس ابوجہل دو کمسن مجاہدین سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

جنگ ختم ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو

اس اُمت کے ابلیس وفرعون کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کے لیے ابوجہل کی لاش تلاش کرنے کے لیے نکلے تو انہوں نے اسے ایک جگہ گرا ہوا پایا۔

وہ جاں بلب تھا، اس کا سارا جسم فولادی زرہ سے چھپا ہوا تھا، اس نے تلوار رانوں پر رکھی ہوئی تھی، وہ بے حس وحرکت زمین پر پڑا ہوا تھا اور جان کنی حالت میں بھی اس کی نحوست کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی گردن کاٹنے کے لیے اس کی چھاتی پر چڑھ گئے تو وہ بولا!

"اے بکریوں کے حقیر چرواہے تو نے دشوار زینے پر قدم رکھا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار سے اس کو ضربیں لگانی شروع کردیں۔ انہیں یاد آ گیا کہ وہ ان کے بالوں کو صرف اس لیے کھینچا کرتا تھا کہ وہ ایمان لے آئے تھے۔ تلوار پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اس نے جان کنی کی حالت میں سر اٹھایا اور پوچھا!

"فتح کس کو ہوئی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے جواب دیا!

"اللہ تعالیٰ کے لشکر کو، جس نے اے اللہ تعالیٰ کے دشمن تجھے ذلیل کیا۔"

"میں نے اس پر تلوار کا وار کیا تو اس کی گردن کٹ کر سامنے آ گئی پھر میں نے اس کے ہتھیار زرہ اور لباس وغیرہ اتار لیا اور اس کا سر اٹھا کر بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا!

"اللہ کا شکر ہے جس نے اسلام کو اور اہلِ اسلام کو عزت عطا فرمائی۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وصحبہٖ وسلم سربسجود ہو گئے اور فرمایا!

"ہر امت میں ایک فرعون ہوا ہے اور امت مسلم کا فرعون ابوجہل تھا۔"

امت مسلمہ کا فرعون ابوجہل جب مرنے لگا، اس وقت بھی اس کی اسلام دشمنی اور سرکشی میں کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ ہوا۔

علامہ ابن کثیر نے منظر کشی کرتے ہوئے لکھا ہے:

ٹانگیں کٹ گئیں ہیں، سارا جسم زخموں سے چور چور ہے، سفر آخرت درپیش ہے، حیات مستعار کے چند لمحے باقی ہیں، بایں ہمہ اسلام اور بانی اسلام کی دشمنی پھوٹ پھوٹ کر اُبل رہی تھی۔ اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نگاہ ڈالی اور کہا کہ اپنے نبی کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں عمر بھر اس کا دشمن رہا ہوں اور اس وقت بھی میرا جذبۂ عداوت بہت شدید ہے۔

(ضیاء النبی، بحوالہ سبل الہداء)

آغاز جنگ سے پہلے جب دونوں طرف سے صف بندی ہوئی اور ابوجہل اس منظر کو کھڑا دیکھ رہا تھا تو "ابوالبختری" نے ابوجہل سے پوچھا!

"اس شخص (نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔؟"

ابوجہل نے جواب دیا!

"بخدا! یہ شخص (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) جو کچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے۔"

اس نے پوچھا!

"تو پھر اس سے کیوں لڑتا ہے۔؟"

ابوجہل بولا!

"خدا کی قسم! عمرو بن ہشام (ابوجہل) کا گھٹنا بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھٹنے سے چھو نہیں سکتا۔ میں مرتے دم تک لڑوں گا۔"

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سابق آقا امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں گرفتار ہوا۔ یہ بڑا بزدل آدمی تھا۔ وہ جنگ کے نام سے خوفزدہ تھا اس نے جنگ بدر میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ

کیا۔ایک دن وہ حرم میں اپنی قوم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابو جہل کے کہنے پر عقبہ بن معیط اس کے پاس ''کانگڑی'' لیے ہوئے آیا جس میں کچھ انگارے تھے۔اس نے اس پر ''بخور'' ڈالا ہوا تھا۔ اس نے امیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور کہا!

''محترمہ آپ دھونی لیں آپ مرد نہیں عورت ہیں۔''

امیہ نے اسے گالیاں سنائیں۔

پھر ابو جہل خود آ گیا اور کہا!

''اے ابوسفیان! تم اس علاقے کے سردار ہو، جب لوگ دیکھیں گے کہ تم جنگ میں شرکت نہیں کر رہے تو وہ بھی باز رہیں گے اور اس برا اثر پڑیگا۔آپ ایسا کریں کہ یہاں سے روانہ ہوں اور دو تین دن کے بعد بیشک واپس آ جانا۔''

امیہ کے خوفزدہ ہونے کی وجہ وہ دھمکی تھی جو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دی تھی۔چنانچہ وہ ابو جہل کے کہنے پر مجبوراً جنگ میں شمولیت پر آمادہ ہو گیا۔وہ گھر آیا تو اپنی بیوی سے کہا!

''میرا سامان جنگ تیار کرو۔''

اس نے پوچھا!

''کیا تم نے اپنے یثربی بھائی (سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بات کو فراموش کر دیا ہے۔؟''

اس نے کہا!

''نہیں بس لوگوں کو دکھانے کے لیے تھوڑی دور لشکر کے ساتھ جاؤں گا پھر لوٹ آؤں گا۔''

امیہ بن خلف کی موت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور امیہ دوست تھے۔میرا پہلا نام عبد عمرو تھا،اسلام لانے کے بعد میں نے اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیا۔امیہ جب

مجھے ملتا تو از راہِ طعن کہتا!

"اے عبدعمرو تم نے اپنا نام ترک کر دیا ہے، جو تیرے باپ رکھا تھا۔"

میں کہتا!

"بیشک، بیشک میں نے اپنا نام بدل دیا ہے۔"

اس نے کہا!

"میں تمہیں عبدالرحمٰن کے نام سے نہیں پکاروں گا، بلکہ عبدالالہ کہوں گا کیونکہ پہلا نام تو تُو نے ترک کر دیا۔"

چنانچہ ہم باہمی مشورہ سے اس نام پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ جب بھی میرے پاس سے گزرتا تو عبدالالہ کہہ کر بلاتا تو میں اس کا جواب دیتا۔

جنگِ بدر کے بعد میں نے دیکھا کہ امیہ اپنے بیٹے کا ہاتھ تھامے چلا آرہا ہے۔ میرے پاس چند زرہیں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پہلے نام سے پکارا!

"عبدعمرو!"

میں نے جواب نہیں دیا، پھر اس نے مجھے عبدالالہ کہہ کر پکارا تو میں نے جواب دیا!

"ہاں!"

پھر اس نے کہا!

"اگر تجھے میری سلامتی کی ضرورت ہے تو پھر ان زرہوں کو پھینک اور مجھے بچانے کی فکر کر۔ میری جان ان زرہوں سے زیادہ قیمتی ہے۔!!

"میں نے زرہیں پھینک دیں، پھر اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کو لے کر چلا۔ راستے میں اس کے بیٹے نے پوچھا!

"اے عبدالالہ! یہ کون شخص ہے جس کے سینے پر شتر مرغ کا پر بطور علامت سجا ہوا ہے۔؟"

میں نے کہا!

"یہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔"

وہ بولا!"

"یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر بجلیاں گرائی ہیں۔"

"میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اچانک انہیں میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی امیہ بن خلف تھا جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام لانے کے جرم میں سخت اذیتیں دیا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھتے ہی بلند آواز سے پکارا!

"یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف۔ اگر آج وہ بچ گیا تو پھر میرا بچنا محال ہے۔"

آپ نے گروہ انصار کو مدد کے لیے پکارا۔ چند نوجوان انصاری لپک کر ان کے پاس آ گئے اور ہمارے تعاقب میں نکلے، جب میں نے دیکھا کہ وہ ابھی ہمیں آلیں گے تو میں نے امیہ کے بیٹے کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اس کے ساتھ الجھ کر مشغول ہو جائیں اور اتنے میں امیہ کو میں کسی محفوظ جگہ پر پہنچاؤں گا۔

امیہ جسیم و شحیم تھا، وہ تیزی سے نہیں چل سکتا تھا، میں نے اسے کہا بیٹھ جاؤ اور میں اس پر سپر بن کر لیٹ گیا تاکہ اسے سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کے وار سے بچا سکوں، یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ وہ اس پر جھپٹ رہے تھے اور میں اس کا بچاؤ کر رہا تھا۔

اسی اثناء میں کسی نے اس کے بیٹے کی ٹانگ کاٹ دی اور وہ دھڑم سے زمین پر گرا۔ امیہ نے یہ منظر دیکھ کر ایسی دردناک چیخ ماری کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ میں نے ایسی دل دوز چیخ پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

میں نے امیہ کو کہا!

"اس کو چھوڑو اب اپنی جان بچاؤ۔ میں اب تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے اس کے پرزے اڑا دیئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد میں کہا کرتے تھے۔

"اللہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحم فرمائے! اس کی وجہ میری زرھیں بھی چلی گئیں اور اسنے میرے دو قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے زر فدیہ سے بھی محروم کر دیا۔"

وہ حبشی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دولت ایمان سے مشرف ہونے سے پہلے بنی جمح کی ایک مشرک عورت کے زرخرید غلام تھے۔ دن رات اس کی خدمت گزاری میں جتے رہتے تھے۔ انہوں نے جب تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر لیا تو دعوت توحید کی شراب کا ایسا نشہ چھا گیا کہ کیف و مستی میں اس کی زبان سے احد احد ہی نکلتا تھا۔

کفر و شرک کے سرغنے ابوجہل اور امیہ بن خلف اسے طرح طرح کی سزائیں دیا کرتے تھے۔ کبھی آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اُوباشوں کو پکڑا دیتے جو انہیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے اور جب آپ کا سر کسی پتھر سے ٹکراتا تو قہقہے لگا کر ہنستے اور غشی کی حالت میں بھی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے احد احد کی آوازیں نکلتیں۔

آج وہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیاہ فام، حبشی غلام، کمزور اور بے نوا قوت ایمان اور ساتھیوں کے تعاون سے اتنا طاقتور ہو کر میدان بدر میں اترا کہ آج مکہ کے رئیس اعظم اور اس کے بیٹے پر ان کی تلوار ایسی اٹھی کہ ان کا خون چاٹ گئی اور کوئی ان کو اس سے نہ چھڑا سکا۔ اس روح پرور منظر کی عملی تصویر کشی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن مجید میں اس طرح فرمائی۔

"اور ہم نے چاہا کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں کمزور بنا دیا تھا ملک (مصر) میں بنا دیں انہیں پیشوا اور بنا دیں (فرعون کے تاج و تخت کا) وارث اور تسلط بخشیں انہیں سر زمین (مصر) میں، ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان فوجوں کو ان کی جانب سے (وہی خطرہ) جس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے۔"

(سورۃ القصص آیت نمبر 6,5)(ضیاء النبی جلد 3 صفحہ 344)

اسد الغابہ میں امام ابی الحسن علی نے صرف اتنا لکھا ہے کہ امیہ بن خلف حضرت بلال

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف دیتا تھا اور پے در پے انہیں عذاب کرتا تھا پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسا کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے بدر میں اسے قتل کر دیا۔

''عاشق رسول حضرت بلال'' میں ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی نے لکھا ہے کہ ''امیہ بن خلف کو اپنے قتل ہونے کا خوف پریشان کر رہا تھا۔ وہ اپنی جان بچانے کے لیے پہاڑ کی طرف بھاگا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا اور پکار کر فرمایا!

''انصار وہ دیکھو دشمن خدا بھاگا جا رہا ہے۔''

انصار اس کی طرف دوڑ کر گئے اور اسے گرفتار کر کے لائے اور امیہ گرفتار ہونے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ امیہ بن خلف قتل ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دی۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ امیہ بن خلف اور اس کا بیٹا علی جنگ کے اختتام پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معیت میں چلے آ رہے تھے۔ امیہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہم دوست رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت آٹا گوندھ رہے تھے جب ان کی نظر ان دونوں پر پڑی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹا گوندھنا چھوڑ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیہ بن خلف کی اسلام دشمنی یاد آ گئی اور وہ پکارنے لگے!

''اے گروہ انصار! امیہ سر غنہ اہل کفر ہے اگر یہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔''

یہ سن کر مسلمان تیزی سے امیہ کی طرف دوڑے۔ حضرت خبیب بن سیاف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر امیہ کا مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے سخت مقابلے کے بعد امیہ بن خلف کو قتل کر دیا اور اور روایت کے مطابق حضرت معمر بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ اور سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بیٹے علی کو قتل کر دیا۔

حضور نبی کریم (ﷺ) کا علمِ غیب:

ایک دن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مالِ غنیمت میں سے کئی زرہ ملیں، وہ انہیں لیے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ راستے میں امیہ بن خلف جمحی اور اس کا بیٹا بندھے ہوئے قیدیوں میں بیٹھے تھے۔ ان دونوں باپ بیٹوں اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکہ میں بڑی دوستی تھی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے ہی وہ دونوں پکار اٹھے!

"اے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اگر ان زرہوں سے زیادہ ہم دونوں تجھے پیارے ہیں تو ہم کو قتل ہونے سے بچا۔"

عبدالرحمٰن کو دوستوں کا خیال آ گیا۔ زرہیں تو ہاتھ سے پھینک دیں اور ان دونوں کا ہاتھ پکڑ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے پاس ان کی سفارش کے لیے چلے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم تو پہلے ہی امیہ کی نسبت پیشن گوئی کر چکے تھے کہ وہ میرے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھ سے مارا جائے گا پھر بھلا وہ بچتا کیسے؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ کے غلام تھے اور یہ ان کو بہت ستایا کرتا تھا۔ امیہ کہیں راستے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مل گیا آپ بے تحاشہ پکار اٹھے۔

"مسلمانو! دیکھو خدا اور رسول کا دشمن امیہ یہ جاتا ہے۔"

لوگ دوڑ پڑے اور دونوں باپ بیٹوں کو مار ڈالا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہزار شور و غل مچاتے رہے مگر کسی نے ایک نہ سنی عبدالرحمٰن بولے!

"اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تجھ پر خدا کی رحمت ہو تو نے میری زرہیں بھی کھوئیں اور میرے قیدیوں کو بھی قتل کرا دیا۔" (مؤذن الرسول، صفحہ 56)

غزوۂ بدر کا قابلِ ستائش پہلو یہ ہے کہ تمام رشتوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آ گئی اور اہل ایمان نے اس معرکۂ کارزار میں خاندان قبائل، رنگ و نسل برادری اور قومیت کے بت اسلام کی محبت کے مقابلے میں توڑ ڈالے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ عبداللہ بن الجراح کو قتل کیا۔ حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث نے عتبہ، شیبہ اور ولید کو قتل کیا جو کہ ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ (ضیاء النبی، جلد 3، صفحہ 384) (سیدنا بلال، صفحہ 201)

جنگ ختم ہو گئی اور میدان ٹھنڈے جسموں اور بکھرے لوتھڑوں سے اَٹا پڑا تھا۔ قریش اُلٹے پاؤں مکہ کو لوٹے چہروں پر اُداسی اور پریشانی کی پرچھائیاں تھیں اور آنکھوں سے ذلت و رُسوائی ٹپک رہی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حکم دیا کہ لاشوں کو گڑھے میں پھینکا جائے حکم کی تعمیل کی گئی۔ کبر ونخوت کے بت ایک گڑھے میں پڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم گڑھے کے کنارے کھڑے فرما رہے تھے:

"اے گڑھے میں پڑے لوگو! تم اپنے نبی کے لیے بہت برا قبیلہ ثابت ہوئے۔ تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے جلاوطن کیا اور لوگوں نے مجھے ٹھکانا دیا۔ تم نے میرے خلاف جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔ تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچ پایا؟ میرے رب نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا تھا میں نے سچ پایا۔"

سنتے ہیں؟:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! کیا آپ ایسے لوگوں سے مخاطب ہیں جن کے جسم گل چکے ہیں۔؟"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"میری بات آپ ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن ان میں جواب دینے کی طاقت نہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم جب مقتولین قریش کے متعلق گفتگو فرما رہے

تھے تو دیکھا کہ ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ افسردہ نظر آ رہے ہیں اور غم کی وجہ سے ان کا رنگ اُڑا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے پوچھا!

''ابوحذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ! شاید آپ اپنے والد کی وجہ سے پریشان ہیں۔؟''

ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

بخدا! نہیں میں اس وجہ سے پریشان نہیں ہوں، حضور! مجھے یقین ہے کہ میرا باپ جنگ میں مارا گیا، لیکن میں اس کی رائے اور عقلمندی سے واقف تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بڑی قدرومنزلت کا حامل شخص ہے۔ اس لیے میں اس امید میں تھا کہ وہ ضرور اسلام لائے گا اور اسلام کی صداقت زیادہ دیر اس سے چھپی نہیں رہے گی لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا ہے اور اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے اور اسلام کی سعادت سے محرومی اس کا مقدر ٹھہری ہے تو مجھے بہت افسوس ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی دی اور ان کے لیے دعائے خیر کی۔ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگے۔ قریش کی کمائی ہوئی دولت آج ان کے قدموں میں تھی۔ وہ اللہ کی نصرت پر فرحاں وشاداں اور اس کی نعمت پر شاکر تھے۔

(قصص القرآن، صفحہ 419، ناشر مکتبہ زاویہ)

فدیہ:

قریش مکہ آئے تو دل ٹوٹ چکے تھے۔ بازو کٹ گئے تھے۔ ذلت ورسوائی نے سر جھکا دیئے تھے۔ غم واندوہ نے جگر شق کر دیے تھے۔ حقد وکینہ سے دلوں کے خون خشک ہو گئے تھے۔ وہ آج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے برسرِ پیکار ہو کر آئے تھے۔ میدانِ جنگ میں غبار اڑتے دیکھا تھا۔ نیزوں کی کھنکھناہٹ سنی تھی۔ بہادر کے مقابلے میں بہادر نے تلوار سونتی تھی۔ کفر اور اسلام اپنی اپنی بقا کے لیے سرتوڑ کر لڑ رہا تھا۔ لیکن جب غبار چھٹا اور مطلع صاف ہوا تو وہ سو قتل ہو چکے تھے۔ سو پابندِ سلاسل نظر آ رہے تھے۔ سارا مال ساری کمائی گھوڑے اونٹ سب مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے۔ اگر مقتول اور اسیر معمولی قسم کے لوگ ہوتے، غیر معروف اور عام

آدمی ہوتے تو کوئی بات نہیں تھی۔ عرب میں قتل وغارت روز کا معمول تھا۔ لوگ جنگوں میں قید ہوتے رہتے تھے۔ لیکن نہیں مقتول اور قیدی معمولی درجے کے لوگ نہیں تھے۔

آج ان کے بہادران کے بہلول اوران کے رئیس نظروں سے اوجھل تھے۔ اسی لیے آج قریش کے لیے ذلت کا وہ دن تھا، جسے پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا تھا۔ آج رسوائی وندامت کا وہ دن تھا جس سے بڑی ندامت کا دن تو کسی کے تصور میں بھی نہیں ابھرا ہوگا۔

اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو فتح ونصرت سے نوازدیا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ لاشوں کو گڑھے میں ڈالا جائے اوران پر مٹی برابر کردی جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے مال غنیمت کی طرف توجہ فرمائی اسے مسلمانوں میں عدل وانصاف کے اُصولوں کے مطابق بانٹ دیا۔

اب قیدیوں کی باری آئی سوال یہ پیدا ہوا تھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے۔؟ یہ کس سلوک کے مستحق ہیں؟

قیدیوں کے بارے میں ابھی کوئی نص (قرآن کریم کی کوئی آیت) نہیں اتری تھی۔ کوئی واضح اور صریح حکم نازل نہیں ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مشورہ طلب کیا اوران کی آراء کی روشنی میں کوئی مناسب اقدام کرنا چاہا۔

جنگی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کی عادت مبارکہ یہی تھی، اگرچہ آپ عقل میں سب سے آگے اور مشکلات میں سب سے بہترین سوچ بچار کرنے والے تھے، حادثات میں جس عزم کا آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اظہار فرماتے اتنا تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہوں کے لیے ایک بہترین نمونہ چھوڑنا چاہتے تھے اور شاہان عالم کے لیے ایک سنت وضع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا!

"قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔؟"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا!

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم! قیدی حضور کے ہم قوم اور رشتہ دار ہیں۔ان کی جان بخشی فرما دیجئے اور قتل میں جلدی نہ فرمائیے۔ہوسکتا ہے اللہ کریم انہیں اسلام کی طرف مائل کر دے۔حضور! میری رائے تو یہ ہے کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیجئے۔یہ فدیہ آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے معاشی استحکام کا سبب بنے گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم)! انہی لوگوں نے آپ کو جلا وطن کیا۔انہی بدبختوں نے آپ کی تکذیب کی۔میری گزارش یہ ہے کہ ان کے سر قلم کر دیجئے۔یہ کفر کے سرغنے ہیں،اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو فدیہ سے غنی کر دیا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے دونوں کی بات سنی اور اس کے بعد دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا اور پھر اپنے گھر تشریف لے گئے اور کسی رائے کا اظہار نہ کیا اور کوئی فیصلہ نہ سنایا۔

اس سلسلے میں مسلمانوں کی آراء مختلف تھیں۔ایک صحابی یہ کہہ رہے تھے کہ انہیں آپ کی تلواروں نے قیدی بنایا ہے۔اسی وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا!

"بے شک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دل دین کے سلسلے میں نرم کر دے گا حتی کہ وہ پتھر سے سخت ہیں۔اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ کی مثال ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا۔

"فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○"

(القرآن المجید،پارہ 13،سورۃ نمبر 14،(ابراہیم)،آیت نمبر 36)

"تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے○"

(کنزالایمان،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اور اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ کی مثال حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح ہے، جب انہوں نے دعا کی تھی۔

"رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○"

(القرآن المجید، پارہ 29 سورۃ نمبر 71 (نوح)، آیت نمبر 26)

"اے میرے رب زمین پر کافروں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ○"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ کی مثال حضرت موسیٰ کی مانند ہے جب انہوں نے دُعا کی تھی۔

"رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○"

(القرآن المجید، پارہ 11، سورۃ نمبر 10 (یونس)، آیت نمبر 88)

"اے رب ہمارے ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ○"

(کنزالایمان، اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اور اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہے، جب انہوں نے عرض کی تھی۔

"اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 7، سورۃ نمبر 5 (المائدہ)، آیت نمبر 118)

"اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا ○"

(کنزالایمان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

(ان تمام ارشادات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا)

آپ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ضرورت مند ہیں۔قیدی یا تو فدیہ دیں گے یا ان کی گردن اُڑا دی جائے گی۔

یہ خبر مکہ کی گلی کوچوں میں گشت کرنے لگی اور قریش کی مجلسوں میں یہ باز گشت سنائی دینے لگی:

"محمد (صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم) نے قیدیوں کے بارے اختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو کوئی اپنے قیدی فدیہ دے کر چھڑا لے جائے اور چاہے تو گردن زنی کے لیے چھوڑ دے۔" لوگ مدینہ طیبہ دوڑے چلے آئے اور فدیہ دے کر قیدیوں کو رہا کرانے لگے۔

(قصص القرآن، 422، 421)

جب حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم قیدیوں کے بارے میں فیصلہ دے چکے تو اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو وحی کی اور فرمایا کہ قتل پر فدیہ کو ترجیح کیوں دی۔؟

مدینہ ایک نو زائیدہ سلطنت تھی اسکی ابھی بنیاد رکھی جا رہی تھی اور ابتداء ہو رہی تھی۔ انہیں فدیہ سے زیادہ دشمنوں کے قتل کی ضرورت تھی تا کہ دشمن کی ذلت واضح ہو جاتی۔مسلمانوں کی شان وشوکت کی دھاک بیٹھ جاتی۔ان کی سلطانی کا ڈھنڈورا پٹ جاتا۔دشمنوں کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت چھا جاتی اور دشمن کی ساری عظمت خاک میں مل جاتی تا کہ پورا عرب کہہ اٹھتا کہ مسلم سلطنت قوت وطاقت کی انتہاؤں کو چھونے لگی ہے اور ان کی افرادی قوت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔رہا مال تو وہ عارضی متاع ہے۔دشمن کو قتل کر کے کمزور کر دیا جاتا تو اس سے کہیں زیادہ فائدہ ہوتا۔

○ ○ ○

پیکرِ وفا

چاندنی رات کا پچھلا پہر تھا، مدینے کی گلیوں میں ہر طرف نور برس رہا تھا۔ پوری آبادی رحمتوں کی گود میں محوِ خواب تھی، آسمانوں کے دریچے کھل گئے تھے۔ فضائے بسیط میں فرشتوں کے پروں کی آواز دم بدم تیز ہوتی جا رہی تھی عالم بالا کا یہ کارواں شاید مدینے کی زمین کا تقدس چومنے آ رہا تھا۔

اچانک اسی خاموش سناٹے میں بہت دور ایک آواز گونجی، فضاؤں کا سکوت ٹوٹ گیا، شبستانِ وجود کے سارے تار بکھر گئے اور ایمان کی تپش چنگاریوں کی طرح بال بال سے پھوٹنے لگی۔

میخانۂ عشق کا دروازہ کھلا، کوثر کی شراب چھلکی اور جذبۂ اخلاص کی والہانہ سرمستیوں میں سارا ماحول ڈوب گیا۔

یہ غلامانِ اسلام کے آقا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز تھی جس نے راہ گزر میں ایک ہنگامۂ شوق برپا کر دیا تھا۔ اب مدینے کی ساری آبادی جاگ اٹھی تھی۔

سرورِ کونین کا منادی ایک شکستہ گھر کے سامنے آواز دے رہا تھا۔

"گلشنِ اسلام کی شادابی کے لیے خون کی ضرورت ہے۔ آج نمازِ فجر کے بعد مجاہدین کا لشکر ایک عظیم مہم پر روانہ ہو رہا ہے۔ مدینے کی ارجمند مائیں اپنے نوجوان شہزادوں کا نذرانہ لے کر فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جائیں۔!

کلمۂ حق کی برتری کے لیے تڑپتی ہوئی لاشوں کو خوشنودیِ حق کی بشارت مبارک ہو! مبارک ہو!

خون کا آخری قطرہ جو ٹپکتے ہی اسلام کی بنیاد میں جذب ہو جائے۔ ایک ٹوٹے ہوئے دل کی طرح یہ ٹوٹا ہوا گھر ایک بیوہ عورت کا تھا۔

چھ سال کے یتیم بچے کو گود میں لیے ہوئے وہ سو رہی تھی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر چونک پڑی، دروازے پر کھڑی ہو کر پھر غور سے سنا، سنتے ہی دل کی چوٹ اُبھر

آئی، آنکھیں آنسوؤں سے جل تھل ہو گئیں، چھے سال کا یتیم بچہ سویا تھا، ماں رو رہی تھی، فرطِ محبت میں بچے کو سینے سے چمٹا لیا، سسکیوں کی آواز سن کر بچے نے آنکھیں کھول دیں، ماں کو روتا ہوا دیکھ کر بے تاب ہو گیا، گلے میں بانہیں ڈال کر معصوم اداؤں کے ساتھ دریافت کیا!

''ماں! کیوں رو رہی ہو کہاں تکلیف ہے تمہیں؟''

آہ! ایک نا سمجھ بچے کو کیا معلوم کہ حسرتوں کی چوٹ کتنی دردناک ہوتی ہے، کہاں چوٹ ہے، یہ نہیں بتایا جا سکتا، لیکن اس کی کسک سے سارا جسم ٹوٹنے لگتا ہے، پھر ایک بیوہ عورت کا دل تو اتنا نرم ہوتا ہے کہ ذرا سی ٹھیس سے چور چور ہو جاتا ہے۔

بچے کے اس سوال پر ماں کا دل بھر آیا، غم کی چوٹ سے یک بیک جذبات کا دھارا پھوٹ پڑا، گرم گرم آنسوؤں سے آنچل کا کونا بھیگ گیا۔

بچہ بھی ماں کی حالت دیکھ کر رونے لگا۔

ماں نے بچے کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا!

میرے لال مت رو، یتیموں کا رونا عرش کا دل ہلا دیتا ہے، تمہارے گریۂ درد سے غم کی چوٹ اور تازہ ہو جائے گی، بدر کی وادی میں ابدی نیند سونے والے اپنے شہید باپ کی روح کو مت تڑپاؤ، دُنیا چھوڑنے کے بعد بھی شہیدوں کے دل کا رابطہ اپنے خون کے رشتوں سے باقی رہتا ہے، چپ ہو جاؤ، مت رو میرے لال!

مگر بچہ روتا رہا وہ بضد تھا کہ ''ماں کیوں رو رہی ہے'' بالآخر اپنے بچے کے لیے ماں کی آنکھ کا اُبلتا ہوا چشمہ سوکھ گیا، ماں نے بچے کو تسلی دیتے ہوئے کہا!

بیٹا! ابھی حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، وہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنھیں ہم دہکتی ہوئی آگ کا نکھرا ہوا سونا کہتے ہیں، یہ اعلان کرتے ہوئے گزرے ہیں کہ اسلام کا پرچم دُشمنوں کی زد پر ہے۔ آج نمازِ فجر کے بعد مجاہدین کا ایک لشکر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ آقائے کونین ﷺ نے اپنے جانباز وفاداروں کو آواز دی ہے۔ آج غیرتِ حق کا سمندر ہلکورے لے رہا ہے۔ رحمتوں کے تاجدار ﷺ آج ایک ایک قطرہ خون پر جنتوں کی بہار لٹا دیں گے،

ایک لمحے میں آج قسمتوں کی ساری شکن مٹ جائے گی۔

کتنی خوش نصیب ہوں گی وہ مادرانِ ملت جو سپیدۂ سحر کی روشنی میں اپنے نوجوان صاحبزادوں کو نذرانہ لیے ہوئے سرکارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوں گی۔

آہ! کتنی قابلِ رشک ہوں گی ان کی یہ التجا (یہ کہ وہ عرض کریں گئیں)

"یارسول اللہ ﷺ! ہم اپنے جگر کے ٹکڑے آپ ﷺ کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہیں اسی آرزو میں انہیں دودھ پلا پلا کر جوان کیا تھا کہ ایک دن ان کے لہو سے دین کا چمن سیراب ہوگا۔

یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ارمانوں کی یہ حقیر قربانی قبول فرمالیں، سرکار عمر بھر کی محنت وصول ہوجائے۔

یہ کہتے کہتے (اس بچے کی) ماں کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں، آواز بھر گئی، بچہ ماں کو روتا دیکھ کر مچل گیا، ماں نے کہا بیٹا! ضد نہ کر دل کی چوٹ تم ابھی نہیں سمجھ سکتے، میں اپنے نصیب کو رو رہی ہوں کہ کاش! آج میری گود میں بھی کوئی نوجوان بیٹا ہوتا تو میں اپنا نذرانۂ شوق لیے رحمتِ عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوتی، افسوس! کہ آج (میں) آخرت کے سب سے بڑے اعزاز سے محروم ہوگئی۔

یہ کہتے کہتے پھر دل کا درد جاگ اٹھا، پھر غم کی تپش بڑھ گئی اور پھر آنکھوں کے چشمے سے آنسو اُبلنے لگے۔

بچے نے ماں کو چپ کراتے ہوئے کہا!

"اس میں رونے کی کیا بات ہے ماں!؟ تمہاری گود تو خالی نہیں ہے؟ رحمتِ عالم ﷺ کے حضور میں سب اپنے جوان بیٹوں کو لے کر جائیں گی، تم مجھی کو لے چلو۔

ماں نے چمکارتے ہوئے جواب دیا!

"بیٹا! میدانِ کارزار میں بچوں کو نہیں لے جاتے۔ وہاں شمشیر کی نوک سے دشمن کی صفیں اُلٹنے کے لیے جوانوں کے کس بل کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہاں سروں پر چمکتی ہوئی تلواروں کی بجلیاں گرتی ہیں۔ وہاں نیزوں کی اَنی سے کفر کے جگر میں شگاف ڈالا جاتا ہے۔ میرے لال! وہ قتل وخون کی سرزمین ہے تم وہاں جا کر کیا کروگے۔؟"

بچے نے ضد کرتے ہوئے کہا!

یہ ٹھیک ہے کہ اپنی کمسنی کے باعث ہم میدان کارزار میں جانے کے قابل نہیں ہیں لیکن بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری کے لیے تو عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔؟ ہماری قربانی سرکار نے قبول فرمائی تو زہے نصیب! اور اگر بچہ سمجھ کر واپس کر دیا تو کم از کم اس کا غم تو نہیں رہے گا کہ اسلام کے لیے جان کی نذر پیش کرنے سے ہم محروم رہ گئے۔؟ جان چھوٹی ہو یا بڑی بہر حال جان ہے اور جان ہونے کی حیثیت سے دونوں کی قسمت میں کوئی فرق نہیں۔

ماں نے فرطِ محبت میں بچے کا منہ چوم لیا اور حیرت سے منہ تکنے لگی۔ اس کم سنی میں داناؤں جیسا شعور صرف اس رحمت خاص کا صدقہ ہے جو یتیموں کی نگران ہے۔

سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا۔ جلوہ زیبا کے پروانے آنکھوں میں خمار شوق لیے مسجد نبوی ﷺ کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ درد آشنا دلوں کے لیے ایک رات کا لمحہ فراق بھی طویل مدت کی طرح بوجھل ہو گیا تھا۔

حجرۂ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے خورشید کی پہلی کرن کے نظارہ کے لیے ہر نگاہ اشتیاق آرزو کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

نمازِ فجر کے بعد مسجد نبوی ﷺ کے میدان میں مجاہدین کی قطاریں کھڑی ہو گئیں۔ جو نوجوان محاذ جنگ پر جانے کے قابل تھے انہیں لے لیا گیا۔ باقی واپس کر دیے گئے۔ انتخاب کے کام سے فارغ ہو کر سرکار ﷺ واپس تشریف لا ہی رہے تھے کہ ایک پردہ نشین خاتون پر نظر پڑی جو چھے سالہ بچہ لیے کنارے کھڑی تھی۔

سرکار ﷺ نے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ارشاد فرمایا!

''اس خاتون سے جا کر دریافت کرو کہ وہ بارگاہِ رحمت میں کیا فریاد لے کر آئی ہے۔''

حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قریب جا کر نہایت ادب سے پوچھا!

''دربار رسالت ﷺ میں آپ کیا فریاد لے کر حاضر ہوئی ہیں۔؟''

خاتون نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا!

"آج کے پچھلے پہر آپ اعلان کرتے ہوئے میرے گھر کے سامنے سے گزرے، اعلان سن کر مرا دل تڑپ اٹھا۔ میرے گھر میں کوئی جوان نہیں تھا جس کے خون کی اسلام کی بارگاہ میں نذر پیش کرتی۔ چھے سال کا یہ یتیم بچہ ہے جس کا باپ گزشتہ سال جنگ بدر میں جام شہادت سے سیراب ہوا۔ یہی کل میری متاع زندگی ہے جسے سرکار ﷺ کے قدموں پر نثار کرنے لائی ہوں۔"

حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بچے کو گود میں اٹھالیا اور سرکار ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے سارا ماجرہ سنایا۔

سرکار ﷺ نے بچے کو آغوش رحمت میں جگہ دی، سر پر ہاتھ پھیرا، پیار کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا!

"میری رحمتوں کے محبوب صاحبزادے! تم ابھی کمسن ہو، محاذ جنگ پر جوانوں کی ضرورت پڑتی ہے، ابھی تم اپنی ماں کی آغوش میں پلو، بڑھو اور گلشن اسلام کی بہار بنو۔ جب تمہارے بازو میں کس بل پیدا ہو جائے گا تو میدان جنگ خود تمہیں آواز دے گا۔"

بچے نے اپنی تتلائی ہوئی زبان سے کہا!

"یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی امی جاں کو دیکھا ہے کہ جب وہ چولہا جلاتی ہیں تو پہلے چھوٹے چھوٹے تنکوں کو سلگاتی ہیں، جب آگ دہکنے لگتی ہے تو پھر موٹی لکڑیاں ڈالتی ہیں۔

یارسول اللہ ﷺ! میں جنگ کرنے کے قابل تو نہیں ہوں لیکن کیا میدان کارزار گرم کرنے کے لیے مجھ سے تنکوں کا بھی کام نہیں لیا جاسکتا۔؟ اگر آپ ﷺ مجھے اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تو میری امی روتے روتے ہلکان ہو جائیں گئیں۔ وہ اس غم میں ہر وقت روتی رہتی ہیں کہ آج میری گود میں بھی کوئی جوان بیٹا ہوتا جو میں بھی اسے اسلام کی نذر کرکے سرکار ﷺ کی خوشنودی کا اعزاز حاصل کرتی۔"

جن معصوم اداؤں کے ساتھ بچے نے اپنی زبان میں دل کے حوصلے کا اظہار کیا سارے مجمع پر رقت طاری ہوگئی۔ سرکار ﷺ بھی فرط اثر سے آبدیدہ ہو گئے۔

(حضور ﷺ نے) حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا!

"جا کر اس بچے کی ماں سے کہہ دو کہ اس ننھی جان کی قربانی قبول کر لی گئی ہے۔ قیامت کے دن وہ غازیانِ اسلام کی ماؤں کی صفوں میں اٹھائی جائے گی۔"

آج سے خدا کی ایک مقدس امانت سمجھ کر وہ بچے کی پرورش کا فرض انجام دے اور خدا کے یہاں بال بال کا اجر محفوظ رہے گا۔ (زلف و زنجیر، حصہ دوم، صفحہ 82 تا 87، پروگریسو بکس لاہور)

۞ ۞ ۞

غزوۂ اُحد

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی، کوئی بھی ایسا غزوہ نہیں جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرکت نہ فرمائی ہو۔ خالی غزوات میں ہی شرکت نہیں فرمائی بلکہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بھی رہے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو تنہا نہیں چھوڑا۔

ہجرت کے دوسرے سال کفر اور اسلام کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں قریش کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی، جو لوگ قتل یا اسیری سے بچ گئے تھے۔ وہ مذموم و مدحور مکہ میں واپس آ گئے تھے۔ اس جنگ میں ان کے کافی لوگ میدان میں قتل ہوئے تھے اور بہت سارے قیدی ہو گئے تھے جنہیں بھاری فدیہ دے کر رہائی دلوائی گئی۔

یہ ابوسفیان بن حرب قریش کے سردار ہیں۔ یہ بڑے غصے کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں۔ ان کے سینوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے اور حقد و کینہ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور بدر میں مسلمانوں کی فتح و کامرانی نے ان کے دلوں کو راکھ کر دیا ہے۔

قریش مکہ سال بھر اسلحہ کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں اور دوسرے قبائل کو ساتھ ملانے کی کوشش بھی کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہجرت کے تیسرے سال عبداللہ بن ربیعہ، عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ قریش کے ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں جن کے باپ بیٹے اور بھائی میدانِ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ وہ انہیں جنگ پر برانگیختہ کرتے ہیں اور انتقام لینے پر اکساتے ہیں۔ وہ جہاں جاتے ہیں یہی آواز لگاتے ہیں۔

"اے قریشی خاندانو! محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم) نے تمہیں تکلیف دی ہے، اس نے تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کیا ہے، اس کے خلاف جنگ پر اپنے مالوں سے ہماری مدد کریں، ہوسکتا ہے ہم اپنی شکست کا بدلہ لے لیں۔"

رفتہ رفتہ یہ آواز پوری قوم کے کانوں تک پہنچ گئی۔ سارا مکہ لشکر کی تیاری میں جت گیا

[illegible] جبیر بن مطعم نے اپنے غلام سے کہا!

"کہ اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم) کے چچا حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کر کے میرے بدر میں قتل ہونے والے چچا کا بدلہ لے لے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔"

دوسرے کافر بھی مال خرچ کرنے لگے، غلام جنگ کے لیے وقف ہونے لگے اور غلاموں کے علاوہ ان کے سردار بھی جنگ کی تیاری میں دلچسپی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

تمام قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کے برخلاف جنگ کرنے کے لیے جمع تھے۔ ابوسفیان قیادت کر رہا تھا، لشکر میں بنو کنانہ اور اہلِ تہامہ بھی شامل تھے۔ شیاطین انہیں بھی اُکسالائے تھے۔ وہ انہیں اللہ کے خلاف جنگ کرنے پر ابھار رہے تھے۔ صفوان بن امیہ طلیق بدر الابوعزہ کے پاس گیا اور کہا!

"اے ابوعزہ! تو قادرالکلام شاعر ہے۔ اپنی شاعری سے ہماری مدد کیجئے، ہمارے ساتھ چلئے لیکن ابوعزہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم) نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں اس کے خلاف تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔"

صفوان بن امیہ نے کہا!

"زبان سے نہ سہی جان سے تو ہماری مدد کر، اگر تو جنگ سے واپس آ گیا تو میں تجھے مالا مال کر دوں گا۔ تنگی و فراخی میں تیری بچیوں کو بھی وہی ملے گا جو میری بچیوں کو نصیب ہوگا۔"

سرداران قریش نکلے اور عورتیں بھی ان کے ساتھ تھیں۔ یہ لشکر کی ہمت بندھاتی تھیں اور جنگجوؤں کو آمادہ پیکار کرتی تھیں۔ لشکر قریش بصد فخر و غرور چلتا ہوا مدینہ طیبہ کے مقابل اُحد پہاڑ کے قریب جا اترا۔ (قصص القرآن، صفحہ 425)

3ھ کو کفار مکہ نے بدر کا انتقام لینے کے لیے تین ہزار مسلّح فوج کے لشکر کے ساتھ میدان اُحد میں خیمے ڈالے۔ ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) سے جنگی امور پر تبادلۂ خیالات فرما رہے ہیں اور انکی تجاویز سن رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم فرما رہے تھے۔

"اگر تم مناسب سمجھو تو مدینہ طیبہ میں رہو اور کفار کا لشکر جہاں اترا ہے اسے وہیں پڑا

رہنے دو، اگر وہ زیادہ دیر ٹھہریں گے تو اس سے صرف انہیں نقصان ہوگا اور اگر وہ پیش قدمی کریں گے تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔"

عبداللہ بن ابی سلول رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کی رائے سے اتفاق کرتا ہے اور اسی رائے پر عمل کرنے کا مشورہ دیتا ہے، مگر شہادت کے متوالے چند مسلمان بارگاہ نبوی میں عرض کرتے ہیں۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم! ہمیں دشمن کی طرف لے چلیے تاکہ وہ ہمیں کمزور اور بزدل خیال نہ کریں۔"

عبداللہ بن ابی نے ان کی رائے کو رد کرتے ہوئے کہا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم! آپ مدینہ میں قیام فرمار ہیں اور ان کی بات کی طرف توجہ مت دیں۔ بخدا ہم جب بھی مدینہ سے نکل کر لڑے ہیں ہمیں نقصان پہنچا ہے۔ لیکن جب کسی دشمن نے مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کی ہے تو اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

تمام لوگ اسی ردوا خذ میں تھے کہ رسول خدا ﷺ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد کھڑے ہوئے، گھر تشریف لے گئے اسلحہ زیب تن فرمایا اور پھر باہر تشریف لائے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا!

"حضور! ہم نے آپ کو باہر نکل کر لڑنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ ہمارے کہنے سے اپنا فیصلہ بدل دیں، ہم تو صرف اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے، اگر آپ کا منشاء ہے تو شہر بند ہو کر مقابلہ کریں۔؟"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اللہ کے نبی کے لیے مناسب نہیں کہ جب وہ جنگ کے لیے ہتھیار پہن لے تو پھر جنگ کیے بغیر انہیں اتارے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم چل پڑے۔ ایک ہزار کا لشکر زیر قیادت تھا۔ ابن

اُم مکتوم کو امامت کے لیے مدینہ طیبہ چھوڑا، جب لشکر مدینہ اور اُحد کے درمیان پہنچا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول تین سو کی جمعیت لے کر لشکر سے الگ ہو گیا۔ان تین سو مردوں کا تعلق خزرج کی شاخ بنو سلمہ اور اوس کی شاخ بنو حارثہ سے تھا۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول کو اعتراض تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے دوسرے لوگوں کی بات کو ترجیح دی ہے اور اس کی تجویز کو قابل اعتناء نہیں سمجھا۔ پھر اس نے کہا!

''اگر ہم جانتے کہ جنگ ہو گی تو ہم ضرور تمہارا ساتھ دیتے لیکن ہم ان کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں روکا اور فرمایا!

''اے میری قوم! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، اپنی قوم اور اللہ کے رسول کو رسوا نہ کرو لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور چلتے بنے، اب ان کی پردہ دری کا وقت آ گیا تھا۔ مالکِ ارض وسماء نے اُن کی منافقت کا پردہ چاک کر دیا۔ اور فرمایا!

''اور اس لیے کہ پہچان کرا دے جو منافق ہوئے اور اُن سے کہا گیا کہ آؤ! اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ۔ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں۔ اپنے منہ سے کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔ وہ جنھوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے۔ تم فرما دو! تو اپنی ہی موت ٹال دو اگر سچے ہو۔''

(القرآن المجید، پارہ، سورت آل عمران آیت نمبر، 168.167)(القصص القرآن، صفحہ 425)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم ایک ہزار کے لشکر کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مقام شیخین پر لشکر اسلام نے قیام فرمایا۔ جہاد میں شرکت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی مسلمانوں میں اعلان فرمایا اور شیخین کے مقام پر آپ ہی نے اذان اور تکبیر کہی۔ اسی مقام پر رئیس المنافقین عبداللہ بن

اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ لشکرِ اسلام سے جدا ہو کر واپس لوٹ گیا۔

ہفتے کے روز مجاہدینِ اسلام "شوط" نامی بستی کے قریب سے گزرے اور خفیہ راستے سے ہوتے ہوئے اُحد پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وصحبہٖ وسلم اپنے لشکر کے ہمراہ گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ مقام وادیٔ قناۃ سے جبل احد کی اونچائی پر واقع ہے۔ جبل اُحد کے ساتھ ساتھ وادیٔ قناۃ واقع ہے۔ وادیٔ قناۃ کے جنوبی کنارے پر ایک ٹیلہ ہے جسے "جبل عینین" کہا جاتا ہے یعنی دو چشموں والا کیونکہ یہاں سے دو چشمے نکلتے ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وصحبہٖ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں تیر اندازوں کا دستہ تعینات فرمایا تھا۔

لشکرِ اسلام مقام شیخین سے ہفتے کے روز سحری کے وقت روانہ ہوا تھا اور جب اُحد کی گھاٹی پر پہنچا تو فجر کا وقت ہو گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وصحبہٖ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسبِ ارشاد اذان اور اقامت کہی۔

اللہ کے محبوب بندوں نے اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازِ فجر باجماعت ادا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہٖ وصحبہٖ وسلم نے اس موقعہ پر تاریخ ساز خطبہ دیا جو رہتی دنیا تک اہل ایمان کے دلوں کو حرارت مہیا کرتا رہے گا۔ آخر تین ہزار کفار کا لشکر جو ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ تھا، سات سو جاں نثارانِ اسلام سے معرکہ آراء ہوا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے کفر کی صفیں شیر نیستان حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمشیر خارشگاف نے پلٹ دیں۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مجاہدینِ اسلام نے میدان مار لیا۔ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے جب کفار کی صفوں میں گھس کر دشمن سے جنگ میں مصروف تھے تو ہندہ کا حبشی غلام جس کا نام "وحشی" تھا، نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تاک کر ایسا نیزہ مارا کہ دوسری طرف نکل گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرے اور جامِ شہادت نوش کر گئے۔ وحشی میدانِ جنگ سے کھسک کر طائف چلا گیا۔ ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے اپنا چہرہ آلودہ کیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ چبایا تھا۔

لشکرِ کفار جب میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تو ان کے عورتوں کے دستے نے بھی اپنی قائد ہندہ کے ہمراہ ارادہ فرار اختیار کیا۔ یہ عورتیں "پہنچے چڑیا ہائے بھاگ اٹھیں"۔ لیکن ان میں عمرو نے بھاگنے والوں کا دستہ روک لیا اور للکار کر کہا!

"بے غیرتو! کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ اگر لڑ نہیں سکتے تو خیموں میں جاؤ اور بچوں کو سنبھالو۔ ہم مسلمانوں سے لڑیں گی اور اپنے سر کٹائیں گی۔

اہل مکہ کے آخری علمبردار صواب کے مارے جانے کے بعد ان کا جھنڈا زمین پر پڑا تھا۔ اسے اٹھانے کی کسی میں جرأت نہ ہو رہی تھی۔ عمرو نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا اور فضا میں لہرا دیا۔ عمر کی شجاعت نے دشمن میں ایک جذبہ اور خروش پیدا کر دیا، دشمن نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔

مسلمانوں کو گمان بھی نہ تھا کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے والا دشمن پلٹ آئے گا۔ وہ مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے احد کی گھاٹی میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کھڑا کیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ کسی بھی حالت میں یہاں سے جانا نہیں۔ گھاٹی کے تیراندازوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔

خالد اور عکرمہ نے اس غفلت کے پیش نظر گھوڑا سوار رسالے سے حملہ کر دیا۔ بدحواسی میں مسلمان کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ بھاگ گئے۔ چند جاں نثار رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ گئے۔ دشمن نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر یلغار کر دی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کو حصار میں لے لیا۔ عتبہ بن ابی وقاص کی سنگباری سے آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کے سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے اور ہونٹ مبارک بھی زخمی ہو گیا۔ عتبہ کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مار ڈالا۔

عبداللہ بن الشہاب الزہری کی ضرب سے حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہو گیا۔ بنی ہذیل کے ماہر زمانہ شمشیر زن عبداللہ بن قمرہ نے تلوار کے وار سے آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کے رخسار گل گوں کو زخمی کر دیا اور خود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس

گئیں۔ وہ پھر تلوار کا وار کرنے کے لیے آگے بڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم اس کا حملہ روکنے کے لیے آگے بڑھے تو سامنے ایک گڑھا تھا، اس میں گر پڑے، یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے تھا جو ابو عامر فاسق نے میدان جنگ میں جگہ جگہ کھدوا دیئے تھے تا کہ مسلمان بے خبری میں ان میں گر پڑیں، اس میں گرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کے گھٹنوں پر خراشیں آ گئی تھیں۔

ابن قمعیہ نے تیر مارا تو کہا!

''یہ لو تیر آیا میں قمیہ کا بیٹا ہوں۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''اللہ تمہیں ذلیل کرے۔'' چنانچہ کچھ دیر کے بعد ایک جنگلی مینڈھے نے عبداللہ بن قمعیہ پر حملہ کیا اور اپنے تیز سینگوں سے اسے چھلنی کر کے پہاڑ کی بلندی سے اپنے سر سے دھکا مارا۔ یہ لڑھکتا لڑھکتا نیچے گر گیا۔ اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہو گیا اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

(سبل الہدی، جلد 4، صفحہ 295)

جب کفار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور آپ کو نقصان پہنچایا تو خبر مشہور ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ مسلمانوں پر سراسیمگی چھا گئی۔ دنیا اندھیر ہو گئی۔ زندگی بوجھ بن گئی۔ لیکن حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی نظر پڑ گئی دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کی چشمانِ مبارک کی چمک خود سے جھانک رہی ہے، تو حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے پکارا!

''مسلمانو! مبارک ہو مبارک! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم زندہ ہیں۔ ادھر آؤ آپ یہاں ہیں، تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔''

جب مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کی موجودگی کی اطلاع ملی تو سب پروانہ وار دوڑے چلے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پہرے میں گھاٹی کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبداللہ،

زبیر بن العوام اور چند دوسرے جاں نثار (رضی اللہ عنہم) تھے۔

اسی اثناء میں ابی بن خلف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ آ گے آیا اور پوچھا!

''محمد (صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم) کہاں ہے۔؟ اگر آج وہ بچ گیا تو میں نہ بچ سکوں گا۔''

مسلمانوں نے اجازت طلب کی!

''حضور! اذن ہو تو اس گستاخ کا سر کاٹ کر قدموں میں رکھ دیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے فرمایا!

''نہیں اسے آنے دو۔''

جب وہ بالکل قریب آ گیا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے نیزہ لیا اور اس کی گردن پر چبھو کر دیا یہی معمولی زخم اس کی موت کا سبب بن گیا۔

(القصص القرآن، صفحہ 431)

جب کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم پر حملہ کیا تو اس حشر ساماں لمحات میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو سپر بنا دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُنگلیاں کٹ گئیں اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے جانثاری کا مظاہرہ کیا۔ اس کڑے وقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گروہ میں سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کے دشمنوں کے واروں کا جواب دیتے رہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبانی:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''غزوۂ اُحد میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم ایک پتھر کی وجہ سے زخمی ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔ ابن قمیہ جو کہ کا ماہر شمشیر زن تھا سرکار صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم تک پہنچ گیا۔ یہ ایک آسان بلا کوشش ضرب کا معاملہ تھا لیکن یکا یک خون کے جوش مارنے سے ابن قمیہ جو ٹھنڈے خون اور جذبات سے عاری تھا، نفرت میں پھنس کر رہ گیا، اس نے اپنی تلوار

ضرورت سے زیادہ بلند کر لی اور جلدی خود نیچے آ گیا۔ صحیح نشانہ لگانے کی تمام شہرت کے باوجود ناکام رہا۔ میں نے خود کو پوری قوت کے ساتھ ابن قمیہ پر پھینکا۔ میری تلوار اور میرا جسم زمین سے رگڑ ا گیا پھر ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ ہم کل بارہ آدمی تھے اور ہماری تلواریں خار پشت کانٹوں کی طرح اٹھی ہوئی تھیں۔"

(سیدنا بلال، صفحہ 210)(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 176)

شکست یا آزمائش:

میدانِ اُحد میں اسلام اور کفر کے درمیان جنگ کی چکی ٹھہر گئی تھی۔ مسلمانوں کو شکست کا سامنا تھا، ستر شہید ہو گئے تھے حالانکہ وہ ایک دفعہ فتح حاصل کر چکے تھے لیکن اللہ کا فیصلہ یہی تھا اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَىْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِىَ اللّٰهُ مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ؇"

(القرآن المجید پارہ سورت آل عمران آیت نمبر 152 تا 154)

"اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جبکہ تم اسکے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اسکے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے ؇ جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا اور معافی اس لیے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اس کا رنج نہ کرو اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ؇ پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی، اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے، جاہلیت کے سے گمان، کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے، تم فرما دو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے، اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے، تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے، جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لیے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے سے کھولدے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے ؇"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہ مسلمانوں کی شکست اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی۔

جنگ ختم ہو چکی تھی ابوسفیان بن حرب واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ مسلمانوں پر نظر پڑی بلند آواز سے کہنے لگے۔

لڑائی کا پانسہ پلٹتا رہتا ہے۔آج ایک کو فتح تو کل دوسرے کو حاصل ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے فرمایا!

اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اٹھو اور اسے جواب دو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

''اللہ سب سے بلند اور سب سے زیادہ شان کا مالک ہے، اس کے برابر کوئی نہیں ہمارے مقتول جنت کے مستحق ہیں جبکہ تمہارے جہنم کا ایندھن بن گئے۔''

حضرت ابوسفیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی بات سن کر پریشان ہو گئے اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے فرمایا!

''عمر! جاؤ دیکھو کیا کہتا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے۔ابوسفیان نے پوچھا!

''اے عمر! تمہارا بھلا ہو، کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم) کو قتل کر دیا۔؟''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

''خدا نہ کرے بلکہ وہ آپ کی اس بات کو سن رہے ہیں۔''

ابوسفیان چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے پیچھے بھیجا اور حکم دیا کہ انہیں دیکھتے رہنا اگر وہ گھوڑے چھوڑ کر اونٹوں پر سوار ہو جاتے ہیں تو گویا وہ مکہ کی طرف جا رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہیں تو یقینی طور پر مدینہ طیبہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔اگر انہوں نے یہ حماقت کی تو ہم اسی وقت اُن کے مقابلے کے لیے جائیں گے اور انہیں بتا دیں گے کہ مدینہ پر حملہ کرنا مذاق نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے مگر کافر اونٹوں پر سوار مکہ کی طرف جا رہے تھے۔اس جنگ میں بہت سارے مسلم شہداء کا مثلہ (یعنی ان کے مختلف اعضاء کو کاٹ دیا گیا) کیا گیا۔قریشی عورتوں نے مسلمان شہداء کے ناک کان کاٹ کر گلے کے ہار بنائے تھے۔

ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبالیا تھا لیکن جب نہ نگل سکی تو اسے تھوک دیا۔حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم کے حکم سے انہیں ان کی چادر میں کفن دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔پھر دوسرے شہداء کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں لایا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم نے ان پر بہتر نمازیں پڑھیں اور انہیں دفن کرنے کا حکم دیا۔

شہدا کی تجہیز وتکفین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم دشمن کے تعاقب میں تشریف لے گئے۔جھنڈا ابھی تک بندھا ہوا تھا اور اسے کھولنے کا حکم نہیں ملا تھا۔آپ نے ''حمراء الاسد'' تک ان کا تعاقب کیا جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم دشمن کو خوفزدہ کرنا چاہتے تھے اور اسے یقین دلانا چاہتے تھے کہ خدائی طاقت کبھی بھی مغلوب نہیں ہوتی۔

جب ابوسفیان اور اس کے لشکر کو خبر ہوئی کہ مسلمان ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ دم دبا کر مکہ مکرمہ بھاگ گئے۔قدم قدم پر انہیں یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں مسلمان پہنچ نہ جائیں۔(القصص القرآن،صفحہ 434)

حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ان کو برا بھلا کہنا منافقت کی نشانی ہے۔

✿ ✿ ✿

غزوۂ ذی ام

یہ غزوہ 3ھ میں واقع ہوا۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ہمراہ تھے۔راستے میں دشمنوں میں سے جبار نامی ایک شخص ملا۔سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے اس کو مسلمان کر کے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اس سے مفسدین کا سراغ لگانے میں مدد لے سکیں۔چنانچہ وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر ایک پہاڑی پر لے آیا جہاں مفسد چھپے ہوئے تھے لیکن وہ مفسدین اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال،صفحہ 174)(مدارج النبوۃ،از شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

✿ ✿ ✿

غزوۂ خندق

(یعنی احزاب)

5ھ میں غزوۂ خندق وقوع پذیر ہوا۔ اس میں قریش کے لشکر کو یہود بنو نضیر، بنو ذبیان اور دیگر قبائلِ عرب کے جیوش کا عملی تعاون حاصل تھا۔ سرزمین عرب پر پہلی بار اتنا بڑا لشکر جمع ہوا۔ اُن قبائل کے لشکروں کے اجتماع کے باعث اسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے اس حصہ میں جہاں پہاڑ یا باغات یا قدرتی طور پر دفاع کا بندوبست نہ تھا۔ خندق کھودی، یہ خندق تین میل لمبی تھی، خندق کی چوڑائی پندرہ فٹ تھی اور وہ گہری بھی پندرہ فٹ ہی تھی۔ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مل کر اسے چھ دن میں مکمل کیا۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خندق کی کھدائی میں شرکت فرمائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے غزوات کی طرح اس غزوہ میں بھی پیش پیش رہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے آرام کے لیے اہتمام فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے کھانے پینے اور حفاظت کے لیے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی انتظام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا ہر طریقے سے خیال رکھا اور آپ کو خندق کی کھدائی وغیرہ کی خبریں بھی دیتے رہے، بلکہ ہر پل کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تک پہنچاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے اس کے بارے میں حکم لے کر آتے اور وہ حکم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک پہنچاتے۔

✿ ✿ ✿

غزوۂ بنی قریظہ

جب غزوۂ خندق سے مخالفین اسلام ذلیل وخوار ہو کر لوٹے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت کے مطابق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر تشریف لائے اور غسل کے بعد نماز ظہر ادا فرمائی اس کے بعد خوشبو طلب فرمائی کہ ایک چمکدار سفید عمامے والا اونٹ سوار آیا اور اس نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالٰی آپ ﷺ کو فتح دے! آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ ملائکہ نے ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے۔ جلد اٹھیے اور اپنے ہتھیار پہنیے اور بنی قریظہ کی طرف توجہ فرمائیے۔ خدا کی قسم میں جا کر ان کے قلعہ کو اس طرح کوٹتا اور توڑتا ہوں جیسے انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وسلم نے اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو طلب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ میں اعلان فرمادیا!

" اے اللہ تعالٰی کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ ہر سننے والے فرمانبردار کو دوسری نماز بنی قریظہ میں گزارنی چاہیے۔"

اس غزوہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بھائی خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی نیزہ بدست ساتھ تھے۔ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ جب مسلمان مجاہدین بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وقت کی رعایت کرتے ہوئے عصر کی نماز ادا فرمائی اور بعض نے بنی قریظہ میں جا کر ادا فرمائی۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وسلم کو علم ہوا تو دونوں میں سے کسی پر بھی ملامت یا ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 176)

اس غزوہ میں بنو قریظہ کے چار سو مرد قتل ہوئے اور بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا گیا۔

(سیدنا بلال، 222)

غزوۂ خیبر

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعۂ قموص کو فتح فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قلعہ کے حاکم کی بیٹی صفیہ اور ان کے ایک اور کمسن رشتہ دار کو حاضر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگرانی میں خیمہ گاہ کی طرف بھیج دیا۔

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن دونوں کو لے کر خیبر کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو چھوٹی لڑکی اس منظر کو دیکھ کر بے تحاشہ روئی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل پر سخت رنج ہوا اور جس وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفیہ کو خیمہ میں پہنچا کر واپس تشریف لائے تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم نے اپنے دل سے رحم نکال دیا ہے۔؟ کیا تمہیں اس کم سن بچی پر ترس نہ آیا۔؟ تم اس کو مقتولین کی طرف سے کیوں لے کر گئے۔؟"

اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! میں چاہتا تھا کہ صفیہ کو وہ حالت دکھا دوں جو اس کو شاق تھی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے اس بار معاف فرما دیں آئندہ ایسا نہ ہوگا۔"

اس سے جہاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "دشمن احمد پہ شدت کیجئے" کا علم ہوا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی بچیوں پر زافت، عطوفت اور شفقت کا بھی پتہ چل گیا کہ وہ کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تو اپنے بیگانوں کے لیے کتنے شفیق و کریم و رحیم ہیں۔

✿ ✿ ✿

لیلۃ التعریس

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے لمحات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ بسر ہوئے۔ان میں بہت سارے واقعات درپیش آئے جن میں سے ایک قصہ لیلۃ التعریس کا بھی ہے۔تعریس رات کے آخری حصہ میں مسافر کے سونے کے لیے سواری سے اُترنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں!

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غزوۂ خیبر کی واپسی میں ایک رات سفر میں نیند کا غلبہ ہوا تو حضور ﷺ نے آخر شب میں خواب و استراحت کے لیے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا!

"کہ ہم سو جائیں تو ہمارے لیے رات کو نگہبانی کرنا اور جاگتے رہنا"

جب صبح ہو جائے۔ہمیں بیدار کر دینا تاکہ صبح کی نماز ہاتھ سے نہ جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تہجد سونے سے پہلے ادا فرمائی تھی۔یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہوا کہ اس نے مہلت نہ دی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب بیداری کے لیے آمادہ ہوئے اور نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنی نمازیں پڑھیں جتنی خدا نے ان کو توفیق دی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو نیند سے بیدار کرنے کا یہ بارِ گراں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن پر پڑا۔جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کجاوے سے ٹیک لگائی اور طلوعِ فجر کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ بوجھل ہونے لگی اور بے اختیار نیند آ گئی۔حالانکہ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

ایک روایت کے مطابق اپنی دستار کھول کر اس سے احتباء کیا۔چنانچہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ ہی کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔اس

کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے اور نماز کے فوت ہو جانے سے حق تعالیٰ کے جلال سے اور اس کی تجلی سے ڈرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور حضرات بھی بیدار ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی اور فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ کیا ہوا تم کیوں سو گئے تھے۔؟"

اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"میں کیا عرض کروں مجھے بھی اس نے آ گھیرا تھا جس نے آپ کو گھیرا تھا۔ اس قوت بیداری کے باوجود جو آپ کو حاصل ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا!

"بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس شیطان آیا حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے۔ شیطان نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور انہیں اس طرح تھپک تھپک کر سلا دیا جس طرح بچے کو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سو گئے۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے ان کے سو جانے کی کیفیت دریافت فرمائی تو انہوں نے ویسا ہی عرض کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا۔ (یہ سن کر) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

"اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْحَقُّ"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا!

"اپنے اونٹوں کو یہاں سے اٹھا کر لے چلو۔"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنے اونٹوں کو اٹھایا اور وہاں سے چل دیے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الاذان، الفصل الثانی) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 398) (سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 36)

وہابیوں، دیوبندیوں اور مودودیوں کے اس واقعہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل پر اکثر یہ اعتراض ہوتے ہیں۔

اعتراض: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا کہ میری نماز قضاء ہو جائے گی تو سرے سے ہی نہ سوتے؟

جواب: لاعلمی کی تہمت تو خیر خانہ ساز ہے کیونکہ مشکوٰۃ شریف میں دونوں روایات موجود ہیں۔ دوسری میں حضور صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وسلم نے آرام فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جملہ حالات دیکھے اور پھر من وعن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتا دیئے جیسا کہ اوپر گزرا اور پھر اسی معجزہ اور خبر غیبی کی تصدیق حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا!

"اشھدانک رسول اللہ والحق"

اور یہ معجزہ دیکھنے کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا معمول تھا کہ وہ اسی طرح کے الفاظ پڑھا کرتے تھے۔

اگر اسی کا نام لاعلمی ہے تو پھر علم اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ شرم وحیاء کی آنکھ اور حق شناس عقل نصیب ہو تو یہاں علم غیب کا اتنا زبردست ثبوت ہے کہ معمولی سی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وسلم نے نہ صرف حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کوائف بتائے بلکہ وہ ابلیس اور اس کی کاروائی (جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا وہ) بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دی۔ اس سے زیادہ علم غیب اور کون سا ہوگا؟

ان راوایات پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات "مرآۃ المناجیح"، جلد 1، صفحہ نمبر 398 تا 402 میں مذکور ہیں۔

✿ ✿ ✿

بنو نضیر

عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو زمانہ جاہلیت کے مشہور بہادر اور اسلام کے بعد بطل جلیل کی حیثیت سے سامنے آئے تھے)۔ سے کسی نے کہا!

"اے عمرو! کہاں سے آرہے ہو؟ تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ کوئی خاص بات ہے، لگتا ہے کہ تم سے کوئی بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے، تمہارے دل میں ضرور کوئی طوفان ہے۔"

عمرو یہ سنتے ہی ٹھہر گئے اور مخاطب سے فرمایا!

"تو نے میرے دل کی بات پالی ہے اور مجھے سمجھنے میں بالکل غلطی نہیں کی۔ میں مدینہ طیبہ کی طرف آرہا تھا کہ راستے میں بنی عامر کے دو آدمیوں سے آمنا سامنا ہو گیا۔ میں نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان کے خون سے زمین رنگین کر دی۔ میں ان سے بئر معونہ کے شہداء کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور مسلمانوں کے دلوں میں انتقام کی بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے درپے تھا۔ کیونکہ جب سے یہ واقعہ پیش آیا تھا تو مسلمان سخت پریشان تھے۔

مخاطب نے کہا!

"افسوس! یہ تم نے کیا کر دیا۔؟ تم تو بہت بڑی غلطی کر بیٹھے ہو۔ عمرو! تم سمجھ رہے ہو کہ بنی عامر کے لوگوں کو قتل کر کے تم نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے لیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم نے بہت برا کیا، تم نے انتقام لے کر حرام گھوڑے کی سواری کی ہے، تو نے تو مسلمانوں کو پھنسا دیا ہے اور انہیں "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" کے مصداق کر چھوڑا ہے۔

جن دو عامریوں کو تو نے قتل کیا ہے اور جسے انتقام سمجھ رہا ہے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ وہ دونوں مسلمانوں کی پناہ میں تھے۔ آؤ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں، وہیں صحیح صورت حال معلوم ہوگی۔"

عمرو پریشان ہو گئے کہ ان سے خطا ہو گئی ہے۔ دو آدمیوں کا انتقاماً قتل جب کہ ان سے معاہدہ ہو چکا تھا۔ بہت سٹپٹائے نہ جانے اس کی سزا کیا ملے گی۔؟ دھڑکا سا لگا ہوا تھا۔ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، پریشان تھے کہ دیکھیں کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے۔

عرض کی!

"حضور! بنی عامر کے دو آدمی مدینہ طیبہ کے راستے میں مل گئے، میں نے انہیں قتل کر دیا۔ میں سمجھا کہ شاید بئر معونہ کے شہداء کا انتقام لے رہا ہوں۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے چہرہ اقدس کا رنگ تبدیل ہو گیا اور آنکھوں کے سامنے غم واندوہ کے بادل چھا گئے اور فرمایا مجھے ان دونوں کی دیت دینا ہوگی۔

مگر ان بوریہ نشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ظاہری طور پر) اتنی دولت کہاں کہ دو آدمیوں کی بیک وقت دیت ادا کریں۔ لیکن کریں تو کیا کریں، دیت تو فوراً دینا تھی۔ اسے ٹالا نہیں جا سکتا تھا اور نہ ہی اسے مؤخر کیا جا سکتا تھا۔ آپ نے سوچا ہم بنی نضیر کے پاس جائیں گے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے حلیف ہیں اور ان کے ساتھ ایک معاہدہ ہو چکا ہے۔ میثاق مدینہ کی روشنی میں یہ طے پایا تھا کہ باہم جنگ نہیں ہوگی وہ باہم ایک دوسرے کو تکلیف نہیں دیں گے۔ بنی عامر سے معاہدہ ہو چکا تھا لہٰذا دیت کے راستے میں کوئی خاص رکاوٹ تو نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انہیں ساتھ لے کر مدینہ طیبہ سے باہر اس جگہ تشریف لے گئے جہاں بنو نضیر کی رہائش تھی۔

حی بن اخطب بنی نضیر کا سردار کھڑا ہوا اور بولا!

"یہ محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم) بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) بھی تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے بڑی کرم نوازی کی ہمیں شرف زیارت بخشا۔ دوستو! یہ ہمارے پاس کسی خاص کام سے آئے ہیں ذرا آؤ کہ دیکھیں وہ کس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں۔"

بنو نضیر ہشاش بشاش مسلمانوں سے ملے، بڑی تعظیم وتکریم سے پیش آئے مگر ان کے دلوں میں چور تھا اور غصے کی وجہ سے ان کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں۔

حی بن اخطب نے کہا!

"خوش آمدید! اے محمد (ﷺ)! اہلاً وسہلاً۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

"ایک مسلمان بنی عامر کے دو آدمی قتل کر بیٹھا ہے۔ وہ انہیں غلطی سے دشمن سمجھ بیٹھا اور انہیں قتل کر دیا مگر وہ دونوں ہمارے حلیف تھے اور ہمارا ان سے معاہدہ ہو چکا تھا۔ میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ دیت کی ادئیگی میں ہماری مدد کریں۔"

حی نے کہا!

"محمد (ﷺ)! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ کیوں نہیں ہم آپ کی یہ خواہش پوری کریں گے۔ لیکن آپ ذرا اس مکان میں آرام کریں اور ہمیں مال جمع کرنے کے لیے کچھ وقت چاہیے۔ آپ انتظار فرمایئے ہم فوراً دیت کی رقم لے کر حاضر ہوتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دیوار کے سائے میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ بنو نضیر اکٹھے ہو کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور حضور اکرم ﷺ کے قتل کی سازش کرنے لگے۔ ہر شخص اپنی رائے دینے لگا۔ ایک شخص اپنے دوسرے ہم قوموں کو ابھانے لگا۔ کہنے لگا ہم محمد (ﷺ) کو قتل کیوں نہیں کر سکتے جبکہ وہ ہمارے گھر آیا بیٹھا ہے۔

انہوں نے سوچا کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نہیں جانا چاہیے۔ یہ موقعہ محمد (ﷺ) نے خود ہی مہیا کیا ہے۔ اس نے خود کو ہمارے سپرد کر دیا ہے۔ اب تو اس کا مددگار بھی کوئی نہیں۔ کوئی نہیں جو اسے ہمارے ہاتھ سے بچا سکے۔ یہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں محض چند افراد ہی تو ہیں۔ ان میں جرأت کہاں کہ بنو نضیر کے بہادروں کا مقابلہ کر سکیں اور پھر یہ تو خالی ہاتھ بھی ہیں۔

کہنے لگے!

"اگر تم اسے قتل کر دو گے تو آرام و سکون کی زندگی بسر کرو گے اور صرف مدینہ میں نہیں بلکہ پورے عرب میں لوگ راحت و سکون محسوس کریں گے۔ اس فتنے سے اور اس مصیبت سے سب کی جان چھوٹ جائے گی۔ اگر آج تم نے یہ موقعہ ضائع کر دیا تو پھر کبھی اس پر غالب نہیں آسکو گے۔ تم میں سے کون اسے قتل کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے؟ کون اسے نیست و نابود کرنے کی حامی بھرتا ہے؟"

عمرو بن جحاش نے کہا!

''میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔چھوڑو! میں اسے قتل کردوں گا اور تمہارے غیض و غضب کو ٹھنڈا کردوں گا۔''

یہ ایک بھاری پتھر تیار کرنے لگا کہ حضور اکرم ﷺ کے سر اقدس پر پھینک کر آپ ﷺ کو شہید کردے۔ دیوار پر چڑھ گیا اور پتھر گرانے کے لیے تیار کیا لیکن دیکھا تو حضور اکرم ﷺ دیوار کے سائے سے ہٹ چکے تھے۔اس کا سب مکر و فریب نا کام رہا۔حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں بتایا!

''بنی نضیر نے غداری کی ہے اور عہد توڑ دیا ہے۔انہوں نے مجھے قتل کرنے اور تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کی بری نیتوں سے مجھے خبردار نہ فرماتا تو وہ مجھے دکھ پہنچانے میں کامیاب ہوجاتے۔آج کے بعد مسلمانوں پر اس عہد کی پاسداری ضروری نہیں۔ وہ آزاد ہیں اور ان سے جنگ کرنے میں کوئی پابندی عائد نہیں رہی۔ ان کے عہد و پیاں سب باطل ہیں۔''

حضور اکرم ﷺ نے محمد بن سلمہ کو بھیجا اور حکم دیا!

''بنو نضیر اپنے گھروں سے نکل جائیں اور جلاوطنی اختیار کریں ورنہ فوراً ان پر حملہ کردیا جائے گا اور انہیں قتل کر کے نیست و نابود کردیا جائے گا۔''

محمد بن سلمہ بنو نضیر کے پاس گئے اور انہیں اعلان کر کے رسول کریم ﷺ کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا!

''اے بنو نضیر! ہم نے تمہارے مکر و غداری کو بھانپ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو تمہارے ارادوں کی اطلاع دے دی ہے۔ہم نے تمہارے ساتھ کیے گئے عہد و پیاں کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن تم نے خود معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔اب تم اس علاقہ میں نہیں رہ سکتے۔اب اگر کسی شخص نے تمہیں نقصان پہنچایا یا تمہارا کوئی آدمی کسی مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوگیا تو اس کی ذمہ داری اہل اسلام قبول نہیں کریں گے۔اپنی جانوں کو بچاتے ہوئے

یہاں سے نکل جاؤ!۔ بنی قینقاع کی مثال تمہارے سامنے ہے جو تمہارے ہم مذہب اور ہم قوم ہیں۔ ان سے سبق سیکھو۔"

بنونضیر کو اپنا انجام صاف نظر آ رہا تھا وہ جانتے تھے کہ اب یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔ وہ اس اعلان پر ضرور دھیان دیتے، ضرور اس بات پر توجہ مبذول کرتے اور جلاوطن ہو جاتے لیکن عبداللہ بن ابی ان کے پاؤں کی بیڑی بن گیا اس نے کہا!

"تم اپنے گھروں سے مت نکلو! اور کسی صورت جلاوطنی اختیار نہ کرو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہارا ساتھ دیں گے۔"

حضور اکرم ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی کہ بنونضیر عناد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں تو آپ جنگ کے لیے تیار ہو گئے، آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ بنونضیر سے جنگ ہو گی۔

رات کے وقت مسلمانوں نے بنونضیر کے گھروں کا محاصرہ کر لیا، وہ قلعہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ نہ تو انہوں نے آپ ﷺ کے لیے قلعہ کا دروازہ کھولا اور نہ ہی صلح کا ہاتھ بڑھایا لیکن جب نظر ٹھکانے پڑی کہ مسلمان باغات کاٹ رہے ہیں اور غارت گری کر رہے ہیں تو ان کے ہوش ٹھکانے آ گئے اور ہمتیں جواب دے گئیں، وہ التجا کرنے لگے کہ انہیں جلاوطن کر دیجیے لیکن قتل نہ کیجیے۔ وہ اپنے ساتھ صرف اتنا سامان لے کر جائیں گے جتنا ان کے اونٹ اٹھا سکیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کی بات مان لی اور ان کی غداری اور مکر و فریب سے درگزر فرمائی۔ بنی نضیر اپنے گھروں کو چھوڑ کر جلاوطن ہو گئے۔ (قصص القرآن، صفحہ 436 تا 440)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ میں حضور ﷺ کے ساتھ موجود تھے اور آپ نے ہی اذان و اقامت کہنے کے فرائض سرانجام دیئے اور کفار کے درختوں کو کاٹا اور ان پر غصہ ہوئے۔

٭٭٭

غزوۂ تبوک

غزوہ تبوک میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالبجارین (یہ ان کا لقب ہے) بھی شریک تھے۔ انکا واقعہ تفصیل کے ساتھ گزرا۔ یہاں ضرورت کے پیش نظر مختصر قصہ بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجارین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا فرمایئے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"کسی درخت کی چھال لاؤ۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ درخت کی چھال لے کر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان کے بازوں پر باندھ کر فرمایا!

"اے خدا! اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں۔"

انہوں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ! میرا مقصد تو شہادت ہے۔"

فرمایا!

"جب تم راہ خدا میں جہاد کی نیت سے نکل آئے اور تمہیں بخار آجائے اور تم اس بخار کی وجہ سے دنیا سے چلے جاؤ تو تم شہید ہو گے۔"

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے۔ اس مقام میں انہیں بخار آیا اور وفات پائی۔ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں!

"رات کا وقت تھا جب کہ انہیں دفن کے لیے لے گئے۔"

میں نے دیکھا کہ حضرت بلال موذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک چراغ ہاتھ میں لیے

ہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے اندر تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو قبر میں اتار رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

''اپنے بھائی کو عزت سے لاؤ۔''

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے اُن کی لحد میں خشت خام چنیں پھر دُعا مانگی۔

''اے اللہ! یہ میری خدمت میں دن رات رہے میں اس سے راضی ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''کاش کہ میں اس صاحب لحد کی جگہ ہوتا۔''(مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 590)

چھ اونٹ:

لشکرِ تبوک کی روانگی کے وقت سواری کے جانوروں کی زبردست کمی تھی اور وسائل کی بھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو جہاد میں شرکت کے لیے بے تاب تھے بڑے مایوس ہوئے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے سواری کی دستیابی کے لیے درخواست کی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں!

''میرے ساتھی اور دوسرے ہمعصروں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے لیے سواری حاصل کرلوں۔ پس میں بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری عطا فرمائیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا میں ان کے لیے سواری کا انتظام نہیں کر

سکتا۔"

میں (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غمگین واپس لوٹا اور مجھے خوف لاحق ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سواری طلب کرنے سے دل گیری نہ ہوں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میرے ساتھ ناراض نہ ہو چکے ہوں۔ پھر میں نے اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے مطلع کیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دیتے ہوئے سنا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ رہے تھے۔

"عبداللہ بن قیس! (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام) کہاں ہیں؟"

میں نے جواب دیا!

"میں اس جگہ ہوں۔"

انہوں نے کہا!

"تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا ہے۔ حاضر ہو جاؤ۔"

پس میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"یہ چھ اُونٹ لے لو اور اپنے ساتھیوں کو دے دو۔ یہ سعد سے خریدے ہیں۔"

میں نے وہ چھ اونٹ اپنے ساتھیوں کو دے دیے۔

غزوۂ تبوک اور کھانے میں برکت:

بنی سعد بن ہذیم کے ایک شخص کا کہنا ہے کہ "میں غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ساتویں تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا!

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسے

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اَفْلَحَ وَجْهُکَ"

"تو نے فلاح پائی"

اس کے بعد فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اس کے لیے کھانا لاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چمڑے کا دسترخواب بچھادیا اور قدرے خرما روغن ملائے اس دسترخوان پر رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"کھاؤ۔"

ہم نے اس قدر کھایا کہ سیر ہو گئے۔

میں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں تنہا اس طعام کو کھاتا تو میرا پیٹ نہ بھرتا، کیا بات ہے کہ اب ہم تمام کا پیٹ بھر گیا ہے۔؟"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اَلْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ وَّالْمُؤْمِنُ یَاْکُلُ فِیْ مِعَاءٍ"

"کافر سات حصے کھاتا ہے اور مومن ایک حصہ۔"

اگلے روز بوقت چاشت میں پھر گیا تا کہ میں کوئی ایسی چیز دیکھوں جو میرے یقین کی زیادتی کا سبب بنے۔ میں نے دیکھا کہ دس اشخاص سرکار دو عالم نور مجسم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے پاس بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمیں کھانا دو۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مٹھی کھجوریں تھیلے میں سے باہر نکالیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اَخْرِجْ وَلَاتَخْفَ مِنْ ذِیْ الْعَرْشِ اَقْلَالًا"

"(کھجوریں اور) نکال اور عرش والے سے کمی کی امید نہ رکھ۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھیلہ لاکر تمام کھجوریں دسترخوان پر ڈال دیں۔

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں پر دست مبارک رکھ کر فرمایا!

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

"اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کھجوریں کھائیں۔ مجھے کھجوروں کی بڑی رغبت تھی۔ میں نے اس قدر کھائیں کہ کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور جب میں نے دسترخوان کی طرف دیکھا تو اس پر اسی مقدار میں کھجوریں موجود تھی، گویا کہ ان میں سے ایک کھجور بھی نہیں کھائی گئی۔ تین روز تک اسی طرح میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کا مشاہدہ کرتا رہا۔

(مدارج النبوۃ ،علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو معجزہ دکھایا:

حضرت سرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔؟" حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"حضور! آپ کے رب کی قسم! ہم تو اپنے توشہ دان خالی کیے بیٹھے ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اچھی طرح دیکھو اور اپنے توشہ دان جھاڑو شاید کچھ نکل آئے۔"

سب نے اپنے توشہ دان جھاڑے تو کل سات کھجوریں برآمد ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک تھال پر رکھا۔

"ثم وضع یدہ علی التمرات وقال کلوابسم اللہ فاکلناثلاثۃ"

النفس فاعصیت اربعا وخمسین تمرقاعدھاعداونواھافی ید
الاخریٰ وصاحبای یصنعان کذالک فشبعنا ورفعنا ایدینا
فاذاالتمرات السبع کماھی فقال یابلال ارفع ھافانہ لایاکل
منھااحدالانھل منھاشبع فلماکان من الغددعی
بلالابالتمرات فوضع یدہ علیھن ثم قال کلوابسم اللہ
فاکلناحتیٰ شبعنا انا العشرفرفعناایدیناواذاالتمرات کما
ھی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم
لولاانی استحیی من ربی لاکلنامن ھذہ التمرات حتیٰ نرد
المدینۃعن اخرنااعطا من غلامافولیٰ وھویلوکھن "

(رواہ ابونعیم، ابن عساکر، خصائص کبریٰ جلد 1 صفحہ 274)

"پھران پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! ہم تینوں نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے دست مبارک کے نیچے سے ایک ایک اٹھا کر کھانا شروع کیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا۔ جب میں نے پیٹ بھر کر کھا لیا تو ان کو گنا تو وہ چون تھیں۔ اسی طرح ان دو شخصوں نے بھی سیری سے کھائیں۔ جب ہم نے سیر ہو کر ہاتھ اٹھالیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا دست مبارک اٹھالیا تو ساتوں کھجوریں اسی طرح موجود تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا! اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کو سنبھال کر رکھو! اور ان میں سے کوئی نہ کھائے پھر کام آئیں گیں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو نہ کھایا، جب دوسرے دن کھانے کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی سات کھجوریں لانے کا حکم دیا۔ آپ نے

پھر اسی طرح ان پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ کھاؤ! اب ہم دس آدمی تھے۔ سب سیر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا دست مبارک اٹھایا تو کھجوریں بدستور سات پوری تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اگر مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء نہ ہوتی تو واپسی مدینہ پہنچنے تک ان ہی سات کھجوروں سے کھاتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے وہ سات کھجوریں ایک لڑکے کو عطا فرمادیں وہ انہیں کھا کر جا تا رہا۔

جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو فقر وفاقہ کا طعنہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مختار کل ہوتے تو انہیں فقر وفاقہ کا سامنا کیوں ہوتا، اس حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا فقر اختیاری تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو یہ اختیار حاصل تھا کہ ان ساتھ کھجوروں میں جتنی چاہتے برکت فرماتے مگر خدا تبارک وتعالیٰ سے حیاء کی وجہ سے ان کھجوروں کو خرچ فرمادیا اور اسی فقر اور بے سروسامانی کو ترجیح دی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان سات کھجوروں کی کوئی خصوصیت نہ تھی جن کھجوروں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیتے ان میں ہی برکت ہو جاتی۔ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو اختیارات عطا فرمائے تھے اور جب چاہتے ان کو کام میں لاتے۔

درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے درمیان جو راز و نیاز اور خصوصیات ہیں ان میں ممکن نہیں کہ عقل راہ پا سکے۔ مثال درج ذیل واقعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں لشکر اسلام کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ توشہ دان میں چند کھجوریں ہیں۔ فرمایا لے کر آؤ! میں نے حاضر کر دیں، جو کل اکیس تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔

"ثم قال ادع عشر فدعوت عشرا فاکلوا حتیٰ شبعوا ثم کذالک حتیٰ اکل الجیش کله وبقی من تمر المزود قال ابا

هريرة فاذا اردت ان تاخذ منه شيئا فادخل يدك فيه ولا تكفئه فما كلت منه حيا قالنبي صلى الله عليه وعلىٰ اله وصحبه و سلم و ابى بكر وعمر وعثمان فلما قتل عثمان انتهب مافى بيتى فانتهب المزود الا اخبركم كم اكلت منه اكثر من مائتى وسق و اخذت منه خمسين وسقا فى سبيل الله "

(رواہ البیہقی وابونعیم خصائص کبریٰ جلد 2 صفحہ 51)

" پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے بلایا وہ آئے اور سیری سے کھا کر چلے گئے۔ پھر دس شخصوں کے بلانے کا حکم دیا وہ بھی کھا کر چلے گئے، اسی طرح دس آدمی آتے اور سیری سے کھا کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھائیں اور جو باقی رہ گئیں فرمایا!'' اے ابو ہریرہ! ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت تک ان ہی کھجوروں سے کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا۔ تخمیناً پچاس وسق تو فی سبیل اللہ دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم جس کو چاہیں عطا کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ وامانوالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیارات سے نوازا ہے۔

✿ ✿ ✿

فتحِ مکہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کا ذکر تفصلاً پہلے گزرا جس میں ذکر کیا گیا کہ مکہ کیسے فتح ہوا، اہل اسلام کی کتنی تعداد تھی، اسلام نے کیسے فتح پائی اور مسلمانوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا یقین کامل تھا۔

فتح مکہ کے دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور وہ بھی خانہ کعبہ کے چھت پر چڑھ کر اس وقت جب لوگوں نے اذان سنی تو کافروں کے پاؤں تلے زمین غائب سی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ فتح مکہ میں بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کئی کارنامے انجام دیئے۔

✿ ✿ ✿

حضور ﷺ کی علالت اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ

اس دن بھی ایسے ہی چل رہے تھے لیکن....:

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسب معمول سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے مگر ان کی حرکات وسکنات میں روزمرہ جیسی چستی نہیں تھی۔ سردرد کی شکایت فرمارہے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میں ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھوں اور دیکھوں کہیں انہیں بخار تو نہیں۔؟

میں نے عرض کیا! پیشانی گرم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں لیکن انہوں نے میرے ساتھ مسجد جانے پر اصرار فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگے تو نقاہت محسوس کر رہے تھے۔ میرا بازو تھام لیا۔ میں انہیں اپنے ساتھ لگا کر چلنے لگا۔ چلتے چلتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اچانک رُک گئے اور فرمانے لگے۔

بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں یاد ہے جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی اس دن بھی ہم ایسے ہی چل رہے تھے لیکن اس دن میں نے تمہیں سہارا دیا ہوا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر مسکرائے، میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا! بائیس سال پہلے کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

نہیں بلال (ایسے لگتا ہے جیسے) کل کی بات ہے۔

(حضرت بلال مصنف (انگریز مورخ) ایچ۔کے۔ایل۔کریگ) (سیدنا بلال صفحہ 259)

بیماری کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف.....:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا وصال قریب آیا۔ سارا دن بخار تیز ہوتا رہا۔ دوسرے دن صبح اور بھی زیادہ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی بستر سے اٹھے اور اپنی آواز کی نقاہت

اور ہاتھوں کی لرزش کے باوجود امامت فرمائی۔ تیسرے اور چوتھے روز بھی صورت حال ایسی ہی رہی۔ پانچویں دن جب میں نے صبح دروازے پر دستک دی تو دروازہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھولا۔ چہرے پر بہت پریشانی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے ایک بالٹی دی اور ٹھنڈا پانی لانے کے لیے کہا۔ میں بالٹی لیتے ہی دوڑ پڑا۔ ایک کنواں، دوسرا کنواں، تیسرا، چوتھا چھوڑتا ہوا میں اس کنویں پر پہنچا جس کا پانی مدینے میں سب سے ٹھنڈا تھا۔ بالٹی رسی سے باندھ کر جلدی سے کنویں میں ڈالی تو کنویں کی تہہ میں ایک چھپاکا ہوا۔ مجھے وہ آواز آج بھی یاد ہے۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اس پانی کی ٹھنڈک فوراً ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی حدت ختم کر دے گی۔ پانی لے کر جلدی سے واپس آیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے کیا۔ میرے پاس اتنا ہی وقت تھا کیوں کہ دن چڑھنے سے پہلے مجھے اپنے فرض سے سبکدوش ہونا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے کانوں میں اذان کی آواز نہ پڑی تو وہ اپنی بیماری کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کریں گے۔

(سیدنا بلال صفحہ 259 بحوالہ اسماء، مؤذن الرسول)

شاید اس کنویں کے پانی میں ایسی تاثیر ہو جس.....:

اذان پڑھ کر میں نے پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے پر دستک دی۔ چہرے کی پریشانی کچھ کم تھی۔ میرے دل کو بھی ذرا اطمینان ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے تمہارے لیے پیغام دیا ہے کہ آج سے بہتر اذان تم نے کبھی نہیں دی۔

دو دن تک آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر غشی کے دورے پڑتے رہے۔ کبھی ہوش بھی آجاتا تو میں دوڑ پڑتا۔ میرا ہر قدم ان کی بیماری دور کر رہا تھا، یہ میں نہیں جانتا تھا کہ ہر قدم پر منزل دور ہوتی جارہی ہے۔ میں ہر دفعہ ایک نئے کنویں سے پانی لاتا اس خیال سے کہ اگر ایک کنویں کے پانی سے بیماری دور نہیں ہوئی تو شاید دوسرے کنویں کے پانی میں ایسی تاثیر ہو جس سے افاقہ ہو جائے۔ اس طرح ایک ایک کر کے میں نے مدینے کے سات کنوؤں کا پانی لا کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ پانی سات الگ الگ برتنوں میں رکھ لیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باری باری ان میں کپڑا بھگو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر پر رکھتیں تا کہ بخار کی حدت کم ہو۔(داعی السماء، مؤذن الرسول، سیدنا بلال صفحہ 260)

بلال ﷛ کو کہو کہ اعلان کرے:

شدت مرض کے وقت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے سرِانور پر عصابہ باندھا ہوا تھا۔فضل بن عباس نے دست مبارک کو تھام رکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اسی حالت میں حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں مجھے ان کو وصیت کرنی ہے۔فرمایا!

''اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! مدینہ کے بازاروں میں گھوم کر ندا کرو۔لوگوں نے جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی تو فوراً گھروں اور دکانوں کے دروازوں کو کھلا چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے بھاگے۔بڑے، چھوٹے، عورت، مرد بھی مسجد میں جمع ہو گئے۔یہاں تک کہ مسجد میں مزید گنجائش نہ رہی۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔

(داعی السماء، مؤذن الرسول، سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 188)

بلال ﷛ اطلاع دیتے:

مروی ہے کہ ایامِ مرض میں جب بھی نماز کا وقت آتا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت جماعت کی حسب معمول اطلاع دیتے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم باہر تشریف لاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔مرض کے آخر میں اس کی شدت اور صعوبت کی بناء پر حجرۂ مبارکہ سے باہر قدم نہیں رکھ سکے،اس لیے لوگوں کے ساتھ نماز کی ادائیگی بھی ممکن نہ رہی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آخری مرض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باجماعت سترہ

نمازیں رہ گئیں۔(سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 189)

ہائے میری ماں مجھے جنتی ہی نہ!:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ انور کے دروازے پر آ کر عرض کیا!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

لیکن آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک بہت ناساز تھا۔نقاہت طاری تھی اور بیماری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار بے ہوش ہو رہے تھے۔حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حکم پہنچا دیں کہ وہ جماعت کروائیں۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے لوٹے اور سر پر ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے

"واغوثاہ باالقطاع رجاہ والکسار ظہرا"

اگر میری ماں مجھے نہ جنتی تو کیا ہوتا؟ اگر جنا تو اس (نبی کریم ﷺ کی یہ بیماری والی حالت) سے پہلے مر جاتا تو کیا ہوتا۔؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے،انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پہنچایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رقیق القلب ہونے کی وجہ سے ضبط کی کوشش کے باوجود اضطراب کی سی کیفیت طاری تھی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ہی اس کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی اور اسی حالت میں سترہ نمازیں گزریں۔(داعی السماء،مؤذن الرسول وغیرہ)

بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑے....:

ایک روایت میں ہے کہ ایام مرض میں سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان

گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئے اور عرض کیا!

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

پس سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر ہاتھ مارتے ہوئے اور فریاد بلند کرتے ہوئے باہر آئے۔ان کی فریاد امید ٹوٹ جانے اور کمر شکست ہوجانے کی وجہ سے تھی۔(وہ فرمار ہے تھے)" کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر پیدا ہوا ہی تھا تو کاش! مر جاتا اس دن سے پہلے ہی اور پیغمبر خدا سے یہ حال نہ دیکھتا۔"

پس سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی!

اے ابوبکر! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھائیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی دیکھا تو بڑے اندوہ گمگین ہوئے، یہاں تک کہ بے ہوش ہوکر منہ کے بل پڑے۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین رونے لگے اور فریاد کرنے لگے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے گوش مبارک میں آواز پڑی تو فرمایا!

اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! یہ رونے اور فریاد کرنے کی آواز کیسی ہے۔؟

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا!

یہ آواز مسلمانوں کی ہے، وہ روتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مسجد میں دکھائی نہیں دیتے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اوران پر سہارا لیتے ہوئے باہر مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی اور فرمایا!

''اے مسلمانوں کی جماعت اتم اللہ کی پناہ اور اس کی حفاظت ونصرت اور تائید میں ہو۔ تمہاری حفاظت اطاعت اور تقویٰ میں اللہ ہی میرا خلیفہ ہے۔ تحقیق میں دنیا چھوڑ رہا ہوں۔''

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 277)

عورتو! تم یوسف کی مصاحب ہو:

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے عرض کیا جیسا کہ ان کا معمول تھا کہ اذان دیکر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے تھے اور نماز کے لیے عرض کرتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسجد میں جمع ہونے کا پتہ دیا کرتے تھے۔ اس بار بھی حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔''

سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے گذارش کی کہ میرے ابا جان رقیق القلب ہیں، وہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن کی تلاوت نہیں سنا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اگر عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم فرمادیں تو یہ کام ہوسکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم سے عرض کریں کہ ابوبکر بڑے رقیق القلب ہونے کی بنا پر لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

اے عورتو! تم یوسف علیہ السلام کی مصاحب ہو۔

''ابوبکر سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔''

ہر نبی وفات سے پہلے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے امت میں سے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی سوائے ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق اور ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔

ہوا یوں کہ سفر تبوک کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم رفع حاجت کے لیے چلے گئے تھے۔ امامت نماز کا وقت نکلا جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو وضو کرنے میں دیر ہو گئی تھی اور نماز کا وقت نکلا جا رہا تھا، چنانچہ لوگوں نے نماز قضا ہو جانے کے خوف سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لیے کہا۔ ابھی انہوں نے ایک رکعت ہی پڑھائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دینی چاہی مگر اس دن بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارے سے روک دیا اور ان کی امامت میں نماز ادا کی سب کے (نماز کو ختم کرنے کے لیے) السلام علیکم کہنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے اپنی ایک رکعت ادا کی نماز ادا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا!

"آپ لوگوں نے اچھا کیا کہ ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ لی، ہر نبی کو اپنی موت سے پہلے کم از کم ایک نماز اپنے کسی متقی پیروکار کی امامت میں ادا کرنا ہوتی ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض کا آٹھواں دن تھا۔ اس دن مسجد نبوی میں گزشتہ واقعہ دہرایا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سال پہلے والے الفاظ یاد آ گئے۔ خصوصاً حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میرا دل بیٹھ گیا، ہر ایک کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔"

اس رات جب تاریکی گہری ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے جنت البقیع جانے کا ارادہ فرمایا۔ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ گئے تاکہ ضعف کی وجہ سے کہیں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو کوئی تکلیف درپیش نہ ہو مگر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے قدم مضبوطی سے پڑ رہے تھے۔ چلتے چلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں تک پہنچ گئے اور بلند آواز میں

فرمانے لگے۔

''اے قبر کے رہنے والو! تمہیں سلام! خوشی مناؤ کہ تم زندہ لوگوں سے بہتر ہو۔ وہ صبح جو تمہیں جگاتی ہے اس صبح سے بہتر ہے جو زندہ لوگوں کو جگاتی ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم جنت البقیع سے واپس گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے دریافت فرمایا کہ گھر میں کتنی رقم ہے۔؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کیا کہ سات دینار۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

''انہیں بھی خیرات کردو۔ میں پیسوں کا مالک ہونے کی حالت میں اللہ تعالٰی سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا۔''

(حضرت بلال، صفحہ 257 مصنف (انگریز مورخ)

(H.K.L.Crage

پہلو میں بیٹھا دو!:

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم نے مرض میں تخفیف محسوس فرمائی۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز کی امامت فرما رہے تھے کہ انہوں نے محسوس کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو وہ پیچھے ہٹنے لگے مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم نے اشارہ سے حکم فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور پیچھے نہ ہٹو۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پہلو میں بیٹھا دو! انہوں نے ایسا ہی کیا چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پہلو میں تشریف فرما ہو کر نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم کو دیکھ کر صدیق اکبر اور دوسرے نمازی رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کے ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 190)

پیر کے روز.....:

پیر کے روز مزاج شریف نے آخری سنبھالا لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ پردہ اٹھا کر اپنے محبوب ساتھیوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو دیکھا اور تبسم فرمایا۔ اس کے بعد بے چینی بڑھتی گئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ فرمانے کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ انور میرے زانو پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر کچھ دیر غشی طاری رہی پھر آفاقہ ہوا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی، حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے مسواک پر نظر ڈالی (میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے مسواک فرمانی ہے) تو میں نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا!

"اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی"

یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں رہنا پسند نہیں فرماتے اور مجھے اس وقت سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک کا خیال تک نہ آیا کہ نبی اس وقت تک وفات نہیں پاتا جب تک اس کو جنت میں اسکا مقام دکھا نہ دیا جائے لیکن یہ ضرور یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ آخری الفاظ ہیں۔

✿ ✿ ✿

حضور ﷺ کی وفاتِ ظاہری اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ

یہ سب کچھ بلال رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوکھٹ پر سر جھکائے کھڑے تھے۔ یہ جو کچھ ہو رہا تھا دیکھ رہے تھے۔ عاشق زار کے دل کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا سلام لے کر آئے، ملک الموت درود و سلام کی سوغات لیے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ چکے تھے، اب کوچ کی تیاری تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حضور جا رہے تھے اور پھر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمالیا۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رفیق الاعلیٰ سے جا ملے۔

آسمانوں پر "صل علی محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم" کا شور مچا تھا۔ زمین میں کہرام برپا تھا۔ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نانا جان صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے قدمین شریفین سے لپٹے خوب بوسے لے رہے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بے آب ماہی کی طرح تڑپ رہے تھے۔ حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی بے چینی دیکھی نہ جاتی تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سینے سے لپٹا کر رو رہی تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب کی آنکھوں سے دریائے اشک رواں تھا۔ وہ آنچل میں منہ چھپائے رو رہی تھیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رو رو کر برا حال تھا۔ آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو انہوں نے بارہا سینے سے لگایا تھا۔ بچپن میں دیکھ بھال کی سعادت حاصل کی تھی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غم سے دل پھٹا جا رہا تھا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کو تسلی دے رہے تھے، جن کا غم دیکھا نہ جاتا تھا لیکن اس وقت کوئی تسلی کارہرگز ثابت نہ رہی تھی۔ تسلیاں دینے والوں کے دل بھی غم کے مارے رو رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکتہ طاری تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے اشکوں کی سبیل رواں تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی دیوار سے لگے رو رہے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصویرِ غم بنے ہوئے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے آہیں نکل رہی تھیں۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روتے ہوئے فریاد کر رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہی تصویرِ غم بنے کھڑے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بن رہی تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار و قطار رو رہے تھے اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غم کو برداشت ہی نہ کر سکے، ان کا کلیجہ پھٹ گیا اور اسی صدمہ سے انتقال فرما گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وارفتگی کا عجب عالم تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس خبر نے ان سب کی روح کو ہلا اور تڑپا کر رکھ دیا ہے۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 191.192)

حالتِ بلال (رضی اللہ عنہ):

مؤذنُ الرسول ﷺ اور خازنُ وخادمِ خاص حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بس حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ شدتِ غم سے کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔ بے قرار ہو کر کبھی حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں داخل ہوتے اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی بلائیں لیتے اور اپنے دل کو یہ کہتے ہوئے تسلی دیتے۔

''میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر محوِ خواب ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں بیدار ہو جائیں گے اور غلام کو یاد فرمائیں گے۔ ہاں! ہاں!! ابھی پکاریں گے۔''

اذان نہ پڑھی:

سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے سامنے چپ چاپ بیٹھے روتے رہے۔ ان میں پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپائے تصویرِ غم بنے ہوئے تھے۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہ ہوئی تھی کہ اذان کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت بلال

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا کہ اذان دیں گے لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے بعد کبھی اذان نہ دوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس دل نگار میں اب اتنی قوت باقی نہیں رہی کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا اسم مبارک بلند آواز سے لے سکے۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہ نکلا اور زار و قطار رونے لگے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتا ہوا دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی رونے لگے۔ کافی دیر تک یہی صورت حال رہی پھر حضرت محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی چھت پر چڑھ کر اذان دی اور اس کے بعد وہی اذان دیتے رہے۔

ہائے نبی ﷺ!:

پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، چادر مبارک ہٹائی چہرۂ انور کی بلائیں لیں، عرق مبارک کا بوسہ لیا اور عرض کیا!

"ہائے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم)"

اس کے بعد سر جھکا لیا پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا!

"ہائے خلیل صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ واللہ آپ ﷺ پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی۔ وہ موت جو آپ ﷺ کے لیے مقدر تھی اس کا مزہ چکھ چکے۔ اب اس کے بعد پھر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہ آئے گی۔"

پھر چادر مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو ڈھانپ کر حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باہر تشریف لائے۔ مجمع غم پر نظر ڈالی، دل سے اٹھتی ہوئی آہوں کو روکا، دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پایا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، سر چکرا رہا تھا، کچھ یقین نہ آ رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک سے تلوار چھوٹ گئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اس دوران تحریک اسلامی کے امیر کا انتخاب عمل میں

آیا۔ یہ تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کے یارِ غار، رفیقِ خاص، مشیر و معاون اور بزرگ ترین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے تھے۔

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارک کے مقدس فریضہ کو اپنے ہاتھوں سرانجام دینے کے انتظامات شروع فرمائے۔ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو مختلف فرائض سونپے۔ آخری آرامگاہ کے لیے جگہ کے تعین کے بارے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار ﷺ کا ارشاد مبارک یاد دلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا!

"نبی جس مقام پر وفات پاتا ہے وہیں دفن بھی ہوتا ہے۔"

چنانچہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں لحد منور کھودی گئی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغلی قبر تیار فرمائی۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پردہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جسم مبارک کو سینے سے لگا کر رکھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور ان کے دونوں صاحبزادے حضرت قثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم اطہر کی کروٹیں بدلیں۔ حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لائے اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر سے پانی ڈالتے۔ غسل مبارک کے بعد سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم تین سوتی کپڑوں جو سحول کے بنے ہوئے تھے کفن دیئے گئے۔ لوگ باری باری آتے اور درود وسلام پڑھتے اور دوسروں کے لیے جگہ خالی کرتے جاتے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم نے پیر کے روز پردہ فرمایا تھا۔ منگل اور بدھ کی درمیانی شب نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کے جسد اطہر کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ کے سپرد کر دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرہانے سے لے کر قدمین شریفین تک پانی

چھڑکتے جاتے اور آنکھوں سے گرتے ہوئے موتی زمین میں جذب ہو رہے تھے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 193)

غم! غم!! غم!!!:

غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، آقائے دوجہاں، والیِ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارک سے فارغ ہو کر لوٹے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بڑے حسرت بھرے لہجے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا!

"کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کو دفن کر آئے۔؟"

انہوں نے عرض کیا!

"ہاں"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا!

"ہائے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کو منوں بھر وزنی مٹی کے نیچے دبا دیا۔"

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بابا جان رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کی قبرِ انور پر تشریف لے گئیں، روئیں اور ایک مشت خاک قبرِ مبارک سے لیکر آنکھوں سے لگائی اور یہ شعر پڑھے:

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا

"جو شخص حضورِ پُر نور شافعِ روزِ النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کی خاک سونگھتا ہے، پھر اسے اور کیا چاہیے۔ اب اس کو چاہیے کہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔ مجھ پر جو مصیبتیں پڑیں، اگر وہ دنوں پر نازل ہوتیں تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 193)

❁ ❁ ❁

اذان برقبرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو آغوشِ لحد میں آسودہ کیا گیا تو مٹی ہموار کر کے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے اس پر پانی چھڑکا اور پھر دل غمگین کے ساتھ اپنی اس دور کی آخری اذان پڑھی جو نہی "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا تکرار کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین لرز اٹھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شدت کیفیت میں ایسے ڈوبے کہ نڈھال ہو کر گر پڑے۔(ابن سعد، جلد 1، صفحہ 167)

غمگین...:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح بہت بڑا اثر ہوا۔ آپ اکثر غمگین اور افسردہ رہتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے۔

"لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا ہے تو مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) کا پتہ بتاؤ۔"

✿ ✿ ✿

خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

اذان:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک دن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت زور دیکر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی کی چھت پر چڑھایا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ دونوں نے سہارا دیا، ابھی "اللہ اکبر" کے الفاظ ہی کہے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور الفاظ کا دور و بست بھول گیا۔

کبھی کوئی لفظ نکلتا اور کبھی کوئی۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا نام آتے ہی ان پر رقت طاری ہوگئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رُک گئے، دوبارہ شروع سے اذان دینے لگے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا نام آتے ہی رک گئے۔ چار دفعہ اذان شروع کی اور چاروں مرتبہ ایسا ہی ہوا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لفظِ "محمد" صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اکثر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو دیکھ کر ادا کرتے تھے۔ وہ سامنے ہوتے تھے یا پاس ہوتے تھے تو آپ ان کی طرف اشارہ کر کے ان کی رسالت کی شہادت دیا کرتے تھے۔ اس دن آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا۔ زبان ساتھ دے رہی تھی نہ ذہن۔ آخر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان پر ترس کھا کر نیچے اُتارا۔ (سیدنا بلال، صفحہ 277)

اذانِ بلال رضی اللہ عنہ بردورِ صدیق اکبر:

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کا ذکر "الاستعاب" میں ہے:

"ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی۔" (سیدنا بلال، صفحہ 282)

(مدارج النبوۃ، جلد2، صفحہ 1004)(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 56)

یارِ غار اور بلال رضی اللہ عنہ:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوب مدح وثنا کیا کرتے تھے۔ان کی اسلام میں تکالیف برداشت کرنے کو سراہتے۔ان کی تعریف میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے۔

هَنِيْأً زَادَكَ الرَّحْمٰنُ خَيْرًا فَقَدْ اَدْرَكَ ثَادَكَ يَا بِلَالُ

"تمہیں مبارک ہو!! اللہ مہربان تم کو خیر عطا فرمائے۔ بے شک تو نے خیر کو پالیا اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)!"

(داعی السماء، سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 208)

کیا آپ نے مجھے خدا کے لیے آزاد کیا تھا یا......؟:

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم کی رحلت کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا!

اے خلیفۃ الرسول ﷺ! کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خدا کے لیے آزاد کیا تھا یا اس لیے کہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہوں۔؟

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا!

"میں نے تمہیں محض اللہ کے لیے آزاد کیا تھا۔"

(الصحیح البخاری شریف، حدیث نمبر 3472)

یہ واقعہ بخاری شریف اور مظاہر حق میں بھی موجود ہے۔ اسکی عربی عبادت کچھ یوں ہے۔

"وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ اَنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ

اِنَّمَا اشْتَرَیْتَنِی لِنَفْسِکَ فَامْسِکْنِی وَاِنْ کُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَیْتَنِی لِلّٰہِ فَدَعْنِی وَعَمِلَ اللّٰہِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ"

(مظاہرِ حق شرح مشکوٰۃ، جلد 5، صفحہ 867)

اسکے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی کہ مجھے جہاد پر جانے دیجئے تا کہ اپنی بقایا زندگی اس بہتر عمل میں گزاروں جسے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کا سب سے بہتر کام قرار دیا ہے، لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا کا واسطہ دے کر ان سے کہا کہ "مجھے اس عالم میں اپنی رفاقت سے محروم نہ کرو۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بات تو مان گئے لیکن ساتھ یہ شرط رکھ دی کہ اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اذان نہیں دونگا۔

یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"تمہیں اس بات کا اختیار ہے۔ (کہ اذان پڑھیں یا نہ پڑھیں۔)"

(سیدنا بلال، صفحہ 281)

جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہوں:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کی ظاہری رفاقت کے نہ ہونے کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھوئے کھوئے سے رہنے لگے۔ ان کی نظریں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں لگی رہتی تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے تو سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے چین ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے نہ پا کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ دنیا میں تنہا رہ گئے ہوں اور زندگی میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہو۔

عبداللہ بن محمد، حضرت عمر اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

"اے خلیفۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

"مومنین کے لیے سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔"

میرا ارادہ ہے کہ اب میں تادم زیست جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہوں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، حرمت اور اپنے حقوق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے، میرے قواء کمزور ہو گئے ہیں اور میری وفات قریب ہے، اس وقت تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات مان لی اور مدینہ منورہ میں ہی ٹھہر گئے۔ (سیدنا بلال، صفحہ 280)(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 208)

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حقِ خلافت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہو چکے اور اہل مدینہ نے اطمینان کا سانس لیا تو ایک رات اہل مدینہ نے ایک مجلس منعقد کی اور اپنی آراء سے اہل مجلس کو خوب گرمایا۔ مجلس میں دو دانشوروں کے درمیان کچھ یوں گفتگو ہوئی:

پہلا دانشور:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب اور عظیم انسان ہیں، اس میں کسی کو شک نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خلافت کا حق دار ایک اور بزرگ تھا اور وہ ہیں حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لیے کہ اسلام کی خاطر ابتداء میں جتنی سختیاں انہوں نے جھیلی ہیں اس کی مثال نہیں۔

دوسرا دانشور:

کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدائے اسلام میں قریش کی سختیوں اور سخت ماروں سے کوئی حصہ نہیں پایا؟ سب کو معلوم ہے کہ جونہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا اظہار کیا تو تمام کفار و مشرکین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا مارا برا حال کر کے چھوڑا۔

پہلا دانشور:

بجا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف ایک بار یہ مار پڑی لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو عرصہ تک لحہ لحہ اس جیسی مار کا نشانہ بنتے رہے علاوہ ازیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برادری تھی جس سے مشرکین کو دوبارہ حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ برادری تھی نہ کوئی اور حامی بلکہ آپ اپنے دشمن کے زرخرید غلام تھے۔ وہ انہیں شہید بھی کر دیتا تو اس سے کون تھا کوئی پوچھنے والا؟ بلکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمت پر قربان کہ دشمن کے گھر میں ہی اسلام کا اعلان کر دیا اور اسی پر ڈٹ گئے۔ اس کے بعد جتنی مار پڑتی اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام پر یقین میں اضافہ ہوتا رہا۔ پیچھے ہٹنے کا تصور

تک نہ دیا حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہر مار میت کا پیغام ہوئی۔

دوسرا دانشور:

ایسی سختیوں کی تخصیص صرف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کیوں۔؟ جب کہ ان کی طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اس معاملے میں کچھ کم نہ تھے۔ جیسے سیدنا عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور کمال بڑھ کر ہے جو صرف انہی کا حصہ ہے، وہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ساتھ تنہا ہجرت کرنا اور یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں کہ دشمنوں کے نرغے سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا لے جانا۔ خدانخواستہ اس وقت کفار اگر کہیں ان دونوں بزرگوں کو پالیتے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جان کو ٹکڑے ٹکڑے کرانا قبول کرتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو آنچ تک نہ آنے دیتے۔

علاوہ ازیں دیگر بیشمار فضائل جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوئے نہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ کسی اور کو، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بھی نصیب نہ ہوئے۔ جیسے

1: اللہ تعالیٰ کا انہیں اپنے حبیب کریم ﷺ کے لیے ہجرت کے لیے منتخب فرمانا۔
2: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں اہل اسلام کی امامت فرمانا۔
3: تمام مسلمانوں کا بالاتفاق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتخب فرمانا۔
4: خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں بندگان خدا میں سے کسی کو خلیل بناتا تو وہ صرف اور صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

پہلا دانشور:

بسروچشم لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خزانچی مقرر فرمانا کتنا بڑا مرتبہ

ہے۔؟

دوسرا دانشور:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضیلت کی شہادت بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے دی مثلاً حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اسی لیے سب نے متفق ہوکر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی ہے۔

پہلا دانشور:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "سیدنا" کہہ کر پکارتے ہیں یہ فضیلت کچھ کم ہے کیا۔؟

دوسرا دانشور:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت ہی نصیب نہ ہوتی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرہونِ منت ہیں۔؟

وہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ گئے:

محفل جمی ہوئی تھی اور یہ مناظرہ زوروں پر تھا کہ اچانک سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور پوچھا کیا گفتگو ہو رہی تھی۔؟

بعض نے کہا!

"یَذْکُرُوْنَ فَضْلَکَ وَمَاقَسَمَ اللّٰہُ لَکَ مِنْ خَیْرٍ"

"آپ کی بزرگی بیان ہو رہی تھی اور جو مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بخشا اس کا ذکر ہو رہا تھا۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

"اِنَّمَا اَنَا حَبْشِیٌّ کُنْتُ بِالْاَمْسِ عَبْدًا"

"میں تو ایک حبشی ہوں اور چند سال پہلے میں ایک غلام تھا۔"

ایک آدمی نے جرأت کر کے کہہ ہی دیا کہ

اِنَّ ناساھنا یُفَضِّلُوْنَکَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ

"یہاں چند آدمی ایسے بھی ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دے رہے ہیں۔"

یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا!

"کَیْفَ یُفَضِّلُوْنَنِیْ عَلَیْهِ وَاَنَا حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِهٖ"

"مجھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت کیسے دے رہے ہو حالانکہ میں ان کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔"

(داعی السماء، عربی صفحہ 79)

گو بات وہی حق اور مبنی بر جواب ہے جو دوسرے دانشور کی ہے اور جس کا بہترین فیصلہ خود سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کا تصور کتنا بلند تھا۔

☼ ☼ ☼

خلافتِ عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بہت بڑی خواہش تھی کہ وہ جہاد میں شرکت کریں۔ ویسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں اُداس، اُداس رہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں گوارہ نہ کیا اور انہوں نے سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ وہ انہیں چھوڑ کر کہیں نہ جائیں۔

اہل فارس سے سلطنت مدینہ کی جنگ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کے آغاز میں شروع ہو چکی تھی اور اس محاذ، جنگ کے کمانڈر سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جو ایرانیوں کے خلاف پیش قدمی کر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے آخری ایام میں چار لشکر ترتیب دے کر شام کی طرف روانہ کئے جا چکے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق پر مامور کیا۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اردن، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حمص اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فلسطین کی تسخیر پر مقرر فرمایا۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے اور چار سال تک شام کے معرکوں میں معروف رہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں کسی بھی لشکر میں شامل نہیں ہوئے بلکہ جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو یہ واقعات پیش آئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ دورِ عمرِ فاروق میں:

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مدارج النبوۃ، جلد 2 میں لکھتے ہیں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان سے اجازت

طلب کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"کیا چیز تمہیں میرے پاس رہنے اور اذان کہنے سے روکتی ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا!

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے لیے اذان کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اذان کہی ہے کیونکہ وہ والی نعمت تھے، اب میں افضلُ العباوات جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! راہ خدا میں جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں ہے۔"

(مدارج النبوۃ، جلد 2)

سینۂ بلال رضی اللہ عنہ میں چنگاڑیاں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو جوش جہاد کی دبی ہوئی چنگاریاں سینۂ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پھر بھڑک اٹھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرکت کی اجازت چاہی۔ انہوں نے بھی خلیفہ اول کی طرح ان کو روکنا چاہا لیکن اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ بیحد اصرار کے بعد اجازت حاصل کی اور شام کی مہم میں شریک ہو گئے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 208)

جنگ قیساریہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لے کر جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے مدینہ شریف سے نکلے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں جا کر شامل ہو گئے۔ چار سال تک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے معرکوں میں مصروف رہے اور

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر نے ہی قیساریہ پر بھی حملہ کیا تھا۔

قیساریہ بحرۂ روم کے ساحل پر شام کی ایک اہم بندرگاہ تھی۔تمام شام فتح ہو چکا تھا لیکن یہ شہر ابھی تک رومیوں کے قبضہ میں تھا۔یہاں سے رومی بڑی آسانی سے فوجی کاروائی کر کے شام میں فتنہ وفساد برپا کر سکتے تھے چنانچہ قیساریہ کی عسکری اہمیت کے پیش نظر 17ھ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا محاصرہ کر لیا مگر وہ شہر فتح نہ کر سکے۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔جنگ قیساریہ میں جب قسطنطین نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے عارضی صلح کرنی چاہی تو اپنا قاصد اسلامی لشکر کے پاس بھیجا۔رومی قاصد نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارا شہزادہ بڑا رحم دل ہے۔وہ خون ریزی کو ناپسند کرتا ہے لہٰذا آپ کسی صاحب الرائے اور فصیح و بلیغ شخص کو بھیجیں جو معززین عرب سے ہو۔تاکہ وہ شرائط صلح طے کرے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ تم میں سے کون اس کام کے لیے آمادہ ہے۔یہ سن کر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا!

"اے عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)!میں اس کے پاس جاتا ہوں۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)!ایک تو وفات سرکار دوعالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حواس پر بہت گہرا اثر کیا ہے۔دوسرے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل عرب سے نہیں ہیں اور نہ اہل عرب کی سی فصاحت و بلاغت آپ کی زبان میں ہے اور تیسرے مجھے اندیشہ ہے کہ مغرور شہزادہ کہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کرنے سے انکار نہ کر دے۔ اس لیے مجھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھیجنے میں تامل ہے۔گو ہماری نظروں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انتہائی قدر و منزلت ہے لیکن وہ نصرانی شہزادہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و مقام سے ناآشنا ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

اے عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں خدا کی قسم! دیکر کہتا ہوں ضرور مجھے ہی بھیجو۔ میں "انشاء اللہ" اس کام کو بطریقۂ احسن سرانجام دوں گا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا!

"آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بہت بڑی قسم دلائی ہے۔ اب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں روک سکتا۔ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے جائیں اور شہزادے سے مل کر اسلام کی خوبیاں اور محاسن اس پر واضح فرمائیں۔"

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رخصت ہو کر قاصد کے پاس آئے اور فرمایا!

"امیر لشکر نے مجھے آپ کے شہزادے سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا ہے۔"

قاصد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا اور کہنے لگا!

"کہ عرب امیر کے پاس کوئی اور معزز آدمی نہیں رہا جو ایک حبشی کو سفارت پر بھیج رہا ہے؟ ہمارا شہزادہ تو تم سے بات نہیں کرے گا۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"اے رومی! اگرچہ میں حبشی ہوں لیکن اہل اسلام میری بڑی عزت کرتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن ہوں اور تمہارے شہزادے سے گفتگو کرنے سے قاصر نہیں ہوں۔"

رومی قاصد بولا!

"اچھا! میں تم کو لیے چلتا ہوں مگر شہزادے کے سامنے پیش کرنے سے پہلے میں اس سے تمہارے آنے کی اطلاع کروں گا۔ اگر شہزادے نے اجازت دی تو میں تمہیں پیش کروں گا ورنہ نہیں۔"

رومی قاصد سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر رومیوں کے کیمپ

میں آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر کھڑا کر کے رومی شہزادے کو اطلاع دی کہ عرب امیر نے آپ سے گفتگو کرنے کے لیے ایک حبشی غلام کو مامور کیا ہے۔

''شہزادے کو علم نہیں تھا کہ اسلام میں حقیقی بزرگی اور فضیلت کیا چیز ہے۔اس نے ایک حبشی سے ملنے میں اپنی اور سب کی بے عزتی محسوس کی۔وہ سخت برافروختہ ہو کر کہنے لگا! عرب سردار نے ہمیں اس قدر حقیر سمجھا ہے کہ ایک حبشی کو گفتگو کرنے کے لیے بھیجا ہے۔جاؤ اس کو واپس کر دو اور کہہ دو کہ شہزادہ آپ سے گفتگو کرنا اپنی بے عزتی تصور کرتا ہے، اگر عربی سردار کو ہم سے بات کرنا منظور ہے تو وہ خود آئے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہزادے کے اس متکبرانہ کلام سے سخت دل برداشتہ ہو کر اسلامی کیمپ میں تشریف لائے اور تمام ماجرا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 186.187.188)(سیدنا بلال، صفحہ 287.288.289)

حضرت عمر فاروق ﷺ اور عزتِ بلال و صہیب ﷺ:

ایک دفعہ ابوسفیان بن حرب، سہیل بن عمرو اور دیگر اعیان قریش فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے لیے آئے اور اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ملاقات کے لیے آئے تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش سے پہلے ان دو بزرگوں یعنی سیدنا بلال و صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر ان کا حال احوال پوچھا۔ان کے بعد ابوسفیان و اعیان قریش کو بلایا۔اس روش پر ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آج جیسا رسوا کن دن ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ غلاموں کو بلایا جا رہا ہے اور ہم دروازے پر کھڑے ہیں۔ان میں حضرت سہیل اعدل بھی تھے۔فرمایا!

''بھائیو! تمہاری ناراضگی بجا ہے لیکن نہ صرف اب بلکہ قیامت میں بھی ایسا ہی ہوگا، اس لیے کہ جب اسلام کی دعوت کا اعلان ہوا تو غلاموں نے سبقت کی اور تم پیچھے رہ گئے۔اب دنیا ہو یا آخرت تم پیچھے رہ جاؤ اور وہ آگے، تو یہ ان کا حق ہے۔(داعی السماء، صفحہ 129.130)

فاروقِ اعظم کا بلال رضی اللہ عنہ کو سردار کہنا:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا اَعْتَقَ سَیِّدَنَا یَعْنِیْ بِلَالًا

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، فصل مناقب بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر، حدیث نمبر 3471)(مشکوۃ شریف، کتاب الفتن، باب جامع المناقب، صفحہ نمبر 580)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ انہوں نے ہمارے سردار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد فرمایا۔"

(سیدنا بلال، صفحہ 284، بحوالہ مشکوۃ شریف)(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 209)

ایک دن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بازار سے گزر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یوں خطاب فرمایا!

"یَاسَیِّدِیْ بِلَالٌ"

"اے میرے سردار بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)" (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 209)

بلال بن رباح اور خالد بن ولید (رضی اللہ عنہما):

اسلام کے نامور سپہ سالار کی معزولی کا واقعہ 17 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شجاعانہ اور جان فروشانہ کارناموں کے ساتھ بعض معاملات میں لاپرواہی کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ وہ کبھی فوجی مہمات کے مصارف کا حساب و کتاب دربارِ خلافت میں نہیں بھیجتے تھے۔

خلیفۂ اول سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم طبیعت کے انسان تھے۔ وہ انکی چھوٹی موٹی باتوں سے چشم پوشی فرماتے تھے۔ دوسرے اس نازک وقت میں اسلام کو حضرت

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کی سخت ضرورت تھی۔ بدیں وجہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات کے پیش نظر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چشم پوشی سے کام لیا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روش اسی زمانہ سے پسند نہ تھی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تب بھی اپنی روش نہ بدلی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تاکید کی کہ وہ آئندہ سے ان کی اجازت کے بغیر ایک بکری بھی کسی کو نہ دیں گے اور فوجی مہمات کے مصارف کا باقاعدہ حساب وکتاب دربار خلافت میں بھیجا کریں گے۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ”میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایسا کرتا چلا آرہا ہوں، اب اس کے خلاف نہیں کرسکتا۔“ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”آپ سپہ سالار اسی صورت میں رہ سکتے ہیں کہ فوجی مہمات کے مصارف کا حساب وکتاب باضابطہ بھیجتے رہیں۔“

لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا نہ کیا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو معزول نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت کر دیا۔ بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعث بن قیس نامی شاعر کو دس ہزار کی گراں قدر رقم دی ہے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ ”حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے پوچھا جائے کہ اشعث کو اتنی بڑی رقم کہاں سے دی۔ اگر یہ رقم اپنی جیب سے دی ہے تو اسراف کیا ہے اور اگر بیت المال سے دی ہے تو خیانت کی ہے۔ دونوں حالتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔

چنانچہ تعمیل حکم میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور مجمع عام میں ان سے پوچھا کہ یہ رقم کہاں سے خرچ کی ہے اپنی جیب سے یا بیت المال سے۔؟

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے۔ اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور خالد کا عمامہ کھول کر اس سے ان کو باندھ دیا اور ٹوپی اتار دی اور پوچھا!

"بتاؤ! تم نے وہ رقم اپنے مال سے دی تھی یا مسلمانوں کے اموال سے۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا! "اپنے مال سے" یہ سن کر سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمامہ کھولا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر باندھ کر کہا!

نَسْمَعُ وَنُطِيعُ مَوْلَاتَنَا وَنُفَخِّمُ وَنَخْدِمُ مَوَالِيَنَا

"(خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! برا نہ ماننا) ہم اپنے افسروں کو مانتے بھی ہیں اور ان کی اطاعت بھی کرتے ہیں۔ اپنے موالی کی عزت افزائی بھی کرتے ہیں اور ان کی توقیر بھی۔"

(دائی السماء، صفحہ 133) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 202) (تاریخ ابن خلدون، جلد 1، صفحہ 352.353) (سیدنا بلال، 292) (طبری، جلد 1، صفحہ 81)

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیور اور حساس طبیعت کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا کہ ایک جلیل القدر سپہ سالار صحابی کی دستار سرعام اتاری جائے یا پھر ان کو سرعام باندھا جائے لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو یہ سکھانے کے لیے ایسا کیا کہ اپنے پیشواء اور حاکم کی کامل وفاداری کرنا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا لگاؤ اور پیار و محبت تھی کہ کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ "سب سے بہتر عمل کونسا ہے۔؟" تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لانا۔ جہاد کرنا اور حج بیت اللہ۔" (الصحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1124)

اذانِ بلال رضی اللہ عنہ بردورۂ فاروق اعظم:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 16 ہجری میں شام کا سفر کیا تو دوسرے فوجی افسروں کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مقام جابیہ میں ان کو خوش آمدید کہا اور بیت المقدس کے سفر میں ساتھ رہے۔

اسی زمانہ میں ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کی فرمائش کی تو کہنے لگے۔ ''میں عہد کر چکا تھا کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا تاہم آج آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش پوری کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ ایسے پُرسوز لحن میں توحید کا پرجلال نغمہ سنایا کہ تمام مجمع بے تاب ہوگیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس حد تک روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وارفتگی طاری ہوگئی۔

(سیر الصحابہ، جلد 2، صفحہ 211، بحوالہ تاریخ طبری واسد الغابہ) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 208)

بیت المقدس میں اذانِ بلال رضی اللہ عنہ:

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت چار مرتبہ شام کا سفر فرمایا۔

آخری مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاعون کی وباء کے خاتمے کے بعد شام میں تشریف لے گئے کیوں کہ اس موذی مرض سے پچیس ہزار مجاہدین لقمۂ موت بن چکے تھے۔ جن میں یزید بن ابی سفیان، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور دیگر اہم کمانڈر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی شامل تھے۔ ان اعلیٰ مناصب کو پُر کرنا تھا اور طاعون میں ہلاک ہونے والے مجاہدین کے بیوی بچوں کے وظائف مقرر کرنا اور انتظامی امور کی بحالی جیسے اہم کام کی انجام دہی کے لیے بندوبست کرنا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفتوحہ علاقوں کا دورہ فرمایا۔ ہلاک ہونے والے افسران کی جگہ نئے افسر تعینات کیے، دمشق کا حاکم حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ کیونکہ حاکم دمشق یزید بن ابی سفیان طاعون کی بیماری سے وفات پا چکے تھے۔

اس وقت تمام ملک شام فتح ہو گیا تھا اور صرف بیت المقدس باقی رہ گیا تھا جو اسلام کا سابقہ قلعہ وقبلہ اور عیسائیوں کا مرکز دین تھا تو اسلامی محاصرہ کے بعد وہاں کے باشندوں نے سپہ سالار اعظم امینُ الامت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ خلیفۂ اسلام یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں۔ اپنے دست مبارک سے معاہدۂ صلح مرتب فرمائیں تو ہم شہر کو ان کے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ اہلیان بیت المقدس کی درخواست کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے۔ اہل شہر کے لیے معاہدۂ صلح تحریر فرمایا۔ شہر مسلمانوں کے سپرد ہو گیا۔ ان مہمات سے فارغ ہونے کے بعد ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا!

"مسلمانو! خدا نے تم سے اپنا وعدہ ایفا فرما دیا، دشمنوں پر تمہیں فتح عطا فرمائی، ملکوں کا وارث بنا دیا، تمہاری قوت زمین پر مضبوط کر دی، لہٰذا اپنے اس پروردگار کا بدلہ تمہارے پاس شکر کے سوا کچھ نہ ہونا چاہیے۔

خبردار! خبردار! دیکھو گناہوں میں مبتلا نہ ہونا، گناہوں کی آلودگی خدا کی نعمت کی ناشکری ہے۔ جب کوئی قوم خدا کی ناشکری کرتی ہے اور اس سے تائب نہیں ہوتی تو خدا اسکو عزت واقبال سے محروم کر دیتا ہے اور اس پر دشمنوں کو مسلط فرما دیتا ہے۔"

اس مجمع میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے عہد سے شوق جہاد میں شام چلے آئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ خاص عقیدت ومحبت تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا!

"بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، کیا تم ہمارے

لیے اذان نہ دوں گے؟"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا تھا کہ اسی وقت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دینی چھوڑ دی تھی لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرمائش کا رد نہ کر سکے۔

جواب دیتے ہوئے فرمایا!

امیر المومنین (عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! بخدا میں عہد کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے کہنے سے اذان نہ دوں گا لیکن میں آج آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تعمیل کے لیے اذان دوں گا کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی ایک نماز کے اذان کے لیے فرما رہے ہیں۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کا نکلنا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جذبات میں قیامت برپا ہو گئی۔ انہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آ گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کا ہر فقرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دل و جگر کے ٹکڑے کئے جاتا تھا لیکن جس وقت ان کی زبان مبارک سے ان کے لہجہ خاص میں "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ" نکلا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں آہ و پکار اور گریہ و بکا کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہہ رہے تھے اور لوگ زار و قطار رو رہے تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور ان کی طبیعت کسی طرح سے ہی قابو نہیں آتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہزار بار مشکل سے انہیں صبر دلایا۔

(مدارج النبوۃ، صفحہ 947) (اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 17) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 56) (سیدنا بلال، صفحہ 295) (تاریخ ابن خلدون، جلد 1، صفحہ 341) (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی، صفحہ 160)

مجاہدین پرندوں کا گوشت اور میدے کی روٹی...:

جب بیت المقدس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تقریر مکمل فرمائی تو اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کرتے ہوئے کہا!

"مجاہدین یہاں آکر پرندوں کا گوشت اور میدے کی روٹی کھانے لگ گئے ہیں، جبکہ عام آدمی کو روٹی اور کھجوریں بڑی مشکل سے میسر ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستفسرانہ نظر سے دیکھا تو انہیں بتایا گیا کہ یہاں پرندے کا گوشت اور میدے کی روٹی کھجوروں اور عام روٹی کی نسبت سستی ملتی ہے اس لیے وہ ایسا کیا کرتے ہیں تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر اس کی ممانعت نہ فرمائی۔

(تاریخ ملت از مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، جلد 1، صفحہ 278)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبہ مبارک بھیج کر حکم فرمایا کہ امت کے لیے دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ پُر ملال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں تلاش بسیار کے باوجود حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ نہ ملا۔ بنا بریں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک اور پیغام ان تک نہ پہنچ سکا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں کچھ معلوم ہوا تو فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل کے لیے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو پتہ نہ چلا، اسی انتظار میں تھے کہ ایک شخص نے بتایا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت بعد ادائے نمازِ مغرب "ابدلان" کی روش پر جاتے ہیں۔

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے اشتیاق کے ساتھ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے، فوراً اس طرف کو گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے لفظ "ھو" نکلا جسے سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وجد طاری ہو گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو کر زمین پر آ رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ملی تو انہیں لے آئے ہوش میں آئے پوچھا کہ "آپ کو کیا ہوا؟"

انہوں نے ساری کیفیت سنائی اور فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ ہی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن سے ملنے ہم یہاں آئے ہیں۔

محکم دلائل و [illegible] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] اس طرف

جانے کو فرمایا اور سلام بھیجا، فرمایا!

"اویس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بتایئے گا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملنا چاہتے ہیں۔

جب آپ نے پیغام پہنچایا تو اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ملاقات کا وقت ملا جس کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔

اس طرح اس ملاقات کے ذریعے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال عاشق حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے کے اور ان سے گفتگو کرنے کا موقع بھی ملا۔

بیشک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلفاء راشدین اور حضور مؤذن الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل سہی، لیکن کبھی مفضول میں ایسا قیمتی جوہر موجود ہوتا ہے جس کے افضل لوگ اس جوہر کے لیے ترستے ہیں۔ اس کی مثال سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جن کی ملاقات کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جلیل الشان یاروں کو بھیجا۔

☼ ☼ ☼

شام کو وطن بنانا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر کے ساتھ شام کی سمت روانہ ہو گئے۔ چار سال جہاد فرمایا۔ اس وقت تک شام فتح ہو چکا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پیغام بھیجا کہ مجھے یہیں مستقل سکونت کی اجازت دی جائے اور میرے اسلامی بھائی ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مدینہ منورہ سے میرے پاس بھیج دیا جائے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حضرت ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دمشق جانے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر سے رخصت ہوئے اور دمشق کے قصبہ ''خولان'' میں جا کر مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ یہیں انہیں کچھ زرعی زمین بھی مل گئی اور دونوں بھائی کھیتی باڑی میں دلچسپی لینے لگے۔ پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ کی رقم بھی انہیں برابر ملتی رہی۔

انہی دنوں حضرت ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندان بھی ''خولان'' میں آ کر آباد ہوا۔

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دیدارِ مصطفیٰ کریم ﷺ

خواب میں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ:

1: حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ظاہری وصال ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی دیگر عشاق کی طرح بڑا اثر ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو دیکھا ہے تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کا پتہ بتا دو۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی غم ہجر میں مدینے کو چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ دیگر روایات کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے اصرار پر مدینہ شریف ہی میں رہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حلب تشریف لے گئے۔

ایک عرصہ کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا۔؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خواب دیکھ کر

"لَبَّیْکَ یَاسَیِّدِیْ"

"اے میرے آقا ﷺ! میں حاضر ہوں۔"

کہتے اُٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ پہنچے، پہلے سیدھے مسجد نبوی شریف پہنچے اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو نہ دیکھا تو حجروں میں تلاش فرمایا۔ جب وہاں بھی نہ ملے تو مزار پرانوار پر حاضر ہوئے اور رو رو کر عرض کیا!

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم حلب سے غلام کو یہ فرما کر بلایا کہ ہم سے مل

جاؤ اور جب بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زیارت کے لیے حاضر ہوا ہے تو آپ پردہ میں چھپ گئے۔؟

یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے خود ہو کر قبر انور کے پاس گر گئے۔ کافی دیر میں جب کچھ طبیعت سنبھلی تو لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر اٹھا کر لے آئے۔ اس دوران بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینہ شریف میں آمد کی خبر سارے شہر میں پھیل چکی تھی۔ بے شمار لوگ اکٹھے ہو گئے اور مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم سے اذان سنانے کی درخواست کرنے لگے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے۔

"دوستو! یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی ظاہری زندگی میں اذان دیتا تھا تو جس وقت "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کہتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کو سامنے آنکھوں سے دیکھ لیتا تھا۔ اب بتاؤ کہ کیسے دیکھوں گا۔؟ مجھے اس خدمت سے معاف رکھو۔"

لیکن ہر چند لوگوں نے اصرار کیا مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ معذرت ہی کرتے رہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی یہ رائے ہوئی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا کہنا نہیں مانیں گے کسی کو بھیج کر حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا جائے۔ اگر شہزادے اذان کی فرمائش کریں گے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور مان جائیں گے۔ چنانچہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

"اے چچا جان! آج ہمیں بھی وہی اذان سنا دو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کو سنایا کرتے تھے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین کو گود میں اٹھا کر فرمایا!

"تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے نواسے ہو لے چلو جہاں کہو گے اذان کہہ دوں گا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ

پکڑ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد کی چھت پر کھڑا کر دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہنا شروع کی۔

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ"

مدینہ منورہ میں یہ وقت عجب غم کدہ اور صدمہ کا وقت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو وصال فرمائے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا، آج عرصہ بعد اذان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر مدینہ منورہ کے بازار گلی کوچوں سے لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ ہر ایک گھر سے نکل آیا۔ پردہ والی عورتیں روتی رہیں۔

بچے ماؤں سے پوچھتے تھے کہ تم بتاؤ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تو آگئے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم مدینہ کب تشریف لائیں گے۔؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" منہ سے نکالا اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو آنکھوں سے نہ دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے غم ہجر میں بے ہوش ہو کر گر گئے اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آکر اُٹھے اور روتے ہوئے ملک شام چلے گئے۔ (الکوکب المضی، صفحہ 18.17) (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 227)

(سیر الصحابہ، جلد 2، صفحہ 212) (وفاالوفا، جلد 2، صفحہ 1356) (مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 948)

2: سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں معروف رہتے تھے۔ ان کی زبان پر ذکر الٰہی جاری تھا۔ خدا کا ذکر قرآن کی تلاوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم پر درود وسلام ان کا شب و روز کا مشغلہ تھا۔ گو وہ مدینہ منورہ سے دور تھے لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی یاد ان کے دل میں سمائی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی محبت رگ رگ میں بسی ہوئی تھی۔ سراپائے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نگاہوں کے سامنے رہتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی محبت، عنایات، الطاف وکرم، بخشش وعطا کو یاد کر کے ہمیشہ روتے رہتے۔ ایک روز جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ

وسلم کے فراق میں آنسو بہاتے ہوئے سوئے تھے تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا!

"کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو۔؟"

اسی نیند سے بیدار ہو گئے اور بے اختیار رونے لگے۔ان کے رونے کی آواز سن کر ان کی زوجہ محترمہ گھبرا گئیں اور پوچھا!

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اتنی رات گئے نیند سے بیدار ہو کر کیوں رو رہے ہیں؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

میرے آقا صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم تشریف لائے تھے اور غلام کو یاد فرما رہے تھے۔اے کاش! مجھے پَر لگ جاتے اور میں پرواز کرتا ہوا دیار حبیب صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں پہنچ جاتا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی!

"رات کا کچھ حصہ باقی ہے تھوڑی دیر آرام کیجئے، صبح ہوتے ہی چلے جایئے گا۔خدا آپ کا حامی و ناصر ہے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات کا باقی حصہ کروٹیں بدلتے ہوئے گزارا اور نماز فجر کے بعد شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

دیار حبیب قریب آرہا تھا۔روضہ مبارک نظر آرہا تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے اختیار روضۂ اطہر کی طرف جا نکلے۔وہاں کی مٹی سونگھی۔خاک شفا چہرۂ انور پر ملی اور بے اختیار رونے لگے اور ہدیہ درود و سلام پیش کیا۔

چہرہ کو مزار انور پر ملنا:

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فَاَتَی قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ یَبْکِیْ عِنْدَهٗ وَیُمَرِّغُ وَجْهَهٗ عَلَیْهِ" (وفاالوفاء، جلد4، صفحہ 1356)

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کی قبر انور پرلائے اسکے قریب روتے تھے اور اپنا چہرۂ انور قبر انور پر ملتے تھے۔"

آمد بلال رضی اللہ عنہ کا شہرہ:

مدینہ شریف میں شور بلند ہوا۔

"بلال آگئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگئے....! بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)!! شام سے آگئے....!"

اس آواز کو سننا تھا کہ لوگ دوڑے چلے آئے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر اہل مدینہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے چلے آئے۔ سب مصافحہ کر رہے تھے اور انہیں دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سینے سے لگا کر پیار کیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ ہر ایک کے دل کی تمنا تھی کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے گھر میں مہمان رہیں لیکن وہ تو رسول ہاشمی کی دعوت پر آئے تھے۔ خاندان نبوت کے مہمان تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی اور اصرار کر کے اپنے گھر لے گئے۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا!

"اے ہمارے نانا جان کے عاشق زار! حبیب خاص! محبوب رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم! ہم توحید کا کلمہ اور رسالت کا ترانہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زبان سے سننا چاہتے ہیں ہماری خواہش پوری کیجئے اور ہمارے دلوں کو شاد کیجئے۔"

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغموم روح کانپ اٹھی، گو وہ اس بات کا عہد کر چکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد اذان نہیں دیں گے لیکن سرداران جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فرمائش کو رد بھی نہ کر سکے اور اہل مدینہ کو اذان بلالی ایک بار پھر سننے کا شرف حاصل ہوا۔

اگلے روز صبح وضو فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں تشریف لے گئے۔ مغنی توحید نے مضراب توحید کو چھیڑا۔ گلشن اسلام کی بلبل نے خوشنوا نغمہ اپنے ہونٹوں پر سجایا۔ نغمہ فضا میں بلند ہوا، گیت کی آواز سنائی دی۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نغمہ توحید سنا رہے تھے۔ ان کی روح خدا کی حمد کے گیت گا رہی تھی۔ ان پر جذب وشوق، وارفتگی، شگفتگی کی کیفیت طاری تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سے دلوں کی دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ روحیں بے قرار ہو گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بے اختیار نغمہ توحید و رسالت سننے چلے آئے۔ امہات المومنین کے آنچل آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ جب عاشق رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا نعرہ بلند کیا تو ضبط کے بند ٹوٹ گئے۔ آنسوؤں کے دھارے بہہ نکلے۔ دلوں میں دبی چیخیں نکلیں۔ زمانہ رسالت کی یاد تازہ ہو گئی اور دلوں کو بے چین و بے قرار کر گئی۔ مرد روتے ہوئے مسجد کی جانب چل پڑے۔ عورتیں پردہ میں زار و قطار رو رہی تھیں۔

بچے ماؤں کی گود میں مچلنے لگے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دل کو تھامے نماز کے لیے تشریف لائے۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت کہی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔

ملکِ شام کو واپسی:

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند روز مدینہ منورہ شریف میں قیام فرمایا۔ مسجد نبوی میں نمازیں ادا فرمائیں۔ شہدائے اُحد کے ملاقات کے لیے اُحد کے گنج شہداں گئے۔ اپنے رفقاء کو سلام کیا۔ جنت البقیع تشریف لے گئے اور وہاں کے خوش نصیب مکینوں کو ہدیہ سلام پیش فرمایا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ کے لئے دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم سے رُخصت ہو رہے تھے۔ آخری مرتبہ روضۂ نبوی پر حاضری دی۔ بارگاہِ نبوت میں ہدیہ سلام پیش کیا۔ اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لپٹا کر پیار کیا۔ انھیں دعائیں دیں اور ان سے دعائیں لیں۔ اپنے ساتھی اور رفقاء سے باری باری گلے ملے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت طلب کی اور شام روانہ ہو گئے۔

(سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 230،231،232،233،234)(وفا الوفاء، جلد 4، صفحہ 1357)

3: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جگر میں عشق کے سوز و گداز کا وہ دردناک منظر تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ جب جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری دُنیا سے پردہ فرمالیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے شوق کی دُنیا اُجڑ گئی۔ ہمیشہ کے لئے زندگی کی اُمنگوں کا خاتمہ ہو گیا۔ دیوانہ وار مدینے کی گلیوں میں راستہ چلنے والوں سے اپنے محبوب کا پتہ پوچھتے پھرتے۔ عہدِ رسالت کے بیتے ہوئے دن یاد آجاتے تو آنکھوں سے خونِ حسرت ٹپکنے لگتا۔ کبھی کبھی ان کی رقت انگیز آہ و فغاں سے اہلِ مدینہ کے دل ہل جاتے، بالآخر ہجر و فراق کا صدمہ تاب وضبط سے باہر ہو گیا۔ ایک دن سوگوار اُٹھے اور ملک شام کی طرف چلے گئے اور حلب میں سکونت اختیار کر لی۔

ایک دن ذرا سی آنکھ لگی تھی کہ قسمتِ بیدار نے انھیں آواز دی۔ پلٹ کر دیکھا تو طلعتِ زیبائے رسول سے سارا گھر منور تھا۔ چہرۂ انور سے تجلیات کی کرن پھوٹ رہی تھی۔

(رسول اللہ ﷺ نے) ارشاد فرمایا!

"بلال! تم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ کیا تمہارے دل میں کبھی ہماری ملاقات کا شوق

پیدا نہیں ہوتا۔؟"

خواب سے اُٹھے تو ان پر ایک عجیب رقت انگیز کیفیت طاری تھی۔ آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر "لبیک یا سیدی" کا نعرہ تھا۔ اسی وقت اُفتاں و خیزاں مدینے کی طرف چل پڑے۔ جذبۂ شوق کے اضطراب میں شب و روز چلتے رہے۔

مدینہ جب قریب آ گیا تو دل کا حال قابو سے باہر ہو گیا۔ پہاڑوں، صحراؤں اور وادیوں سے پیچھے دور کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ ایک ایک کر کے حافظے میں تازہ ہونے لگیں۔ چند قدم اور کچھ آگے بڑھے تو سامنے مدینہ چمک رہا تھا۔ اچانک سیلاب کا بند ٹوٹ گیا۔ شدتِ غم سے کلیجہ پھٹنے لگا۔ بے ساختہ منہ سے ایک چیخ نکلی اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔

کچھ دیر کے بعد سکون ہوا تو اُٹھے۔ دیوانہ وار، زار و قطار روتے ہوئے مدینے میں داخل ہوئے، انہیں دیکھتے ہی اہل مدینہ میں ایک شورِ ماتم بلند ہوا۔ چاروں طرف سے جانثاروں میں بھیڑ لگ گئی۔

پھر وہ عالم احاطۂ تحریر سے باہر ہے، جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کے روضے پر حاضر ہوئے، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ غم سے سینہ دھکنے لگا۔ تربتِ انور کے سامنے پہنچتے ہی ضبط کا پیمانہ چھلک اُٹھا۔ چیخ مار کر زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔

اسی عالم میں لوگ انہیں اُٹھا کر لے گئے۔ کافی دیر کے بعد ہوش آیا تو کئی دن "یا محمد" کا نعرہ بلند کرتے رہے۔ جب تک مدینے میں رہے عشق و محبت کی دُنیا اتھل پتھل ہوتی رہی۔ ایک دن لوگوں نے اذان کے لئے اصرار کیا تو آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

فرمایا!

"وہ زمانہ پلٹا لاؤ جب میرے سرکار مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور میں شہادت کی اُنگلیوں سے ان کی طرف اشارہ کرتا تھا۔"

جواب سن کر جب لوگ مایوس ہو گئے تو شہزادۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی سرکار میں حاضر ہوئے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ شہزادۂ رسول کی بات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کبھی

نہیں ٹالیں گے۔ بالآخر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اصرار پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کے لئے تیار ہو گئے۔

جس وقت مینار پر کھڑے ہو کر انہوں نے

"اللہ اکبر"

کہا تو سارے مدینے میں ایک کہرام مچ گیا۔ لوگوں کے دل ہل گئے۔ آہ وفغاں سے ہر گھر میں قیامت کا منظر برپا ہو گیا۔ پردہ نشین عورتیں جذبۂ بے خودی میں گھروں سے باہر نکل آئیں۔ کمسن بچے اپنے والدین سے پوچھنے لگے کہ!

"حضرت بلال رضی اللہ عنہ تو آ گئے۔ ہمارے آقا کب تک تشریف لائیں گے؟"

اذان دیتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب کلمۂ شہادت پر پہنچے تو حالت غیر ہو گئی۔ حسب عادت اُنگلیوں کا اشارہ کرنے کے لئے نگاہ صحنِ مسجد کی طرف اُٹھ گئی۔

حضرت بلال کی یہ پہلی اذان تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سامنے نہیں تھا۔ ایک عاشقِ دلگیر اس دردناک حالت کی تاب نہ لا سکا۔ فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔

پھر مدینے میں ایک شورِ محشر برپا ہوا۔ پھر عشق کی دبی ہوئی چنگاری جاگ اُٹھی۔ پھر ہجر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم سینوں میں تازہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد بہت دنوں تک اہل مدینہ کی پلکیں بھیگی رہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب تک مدینے میں رہے دل کا زخم رستا رہا۔ غم، فراق نہیں ضبط ہو سکا تو کچھ دنوں کے بعد پھر ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

آہ! کتنی رقت انگیز کہانی ہے ایک حبشی نژاد غلام کی۔ جس کے تن کی سیاہی غلافِ کعبہ میں جذب ہو گئی اور جس کے دل کا نور عرش کی قندیل نے مستعار لیا۔ جو اپنے نسب کے اعتبار سے غلام تھا۔ لیکن حسب ملتِ اسلام کا آقا کہلایا۔

اے خوشا نصیب! کہ عشقِ رسالت کے فیضان نے ایک غبارِ مشت کو کائنات کے دل

کی دھڑکن بنا دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

(زلف وزنجیر، حصہ دوم، صفحہ 78 تا 81، مصنف علامہ محمد ارشد القادری، ناشر پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور)

انتباہ!:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ مزارات کی زیارت کے لیے سفر جائز ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ زیارت والا عمل خلافت راشدہ میں فرمایا اور یہ زیارت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس وقت حالت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ رہے تھے۔ زیارتِ روضۂ انور کے لیے سفر کو شرک کہنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اس مقصد کے لیے کس نے سفر فرمایا۔ یقیناً حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مقصد کے لیے سفر فرمایا۔

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ذوکلاع حمیری

حمیر قبیلہ کے رئیس "ذوکلاع حمیری" رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو یمن وطائف کے چند اضلاع کے حاکم تھے۔ انہوں جب اسلام قبول کیا تو خلافت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع میں مدینہ شریف حاضر ہوکر سلام کے بعد عرض کی۔

"اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! پاؤں پھیلایئے تاکہ میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاؤں دابوں، مٹھیاں بھروں اس لیے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے سچے عاشق ہیں۔"

اسلام سے پہلے...:

اسلام سے پہلے حضرت ذوکلاع حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت، عظمت اور احترام کا حال یہ تھا کہ آپ کی قوم جو کہ تقریباً ایک لاکھ افراد پر مشتمل تھی آپ کو سجدہ کرتی تھی جیسا کہ دورِ جہالت کا طریقۂ تعظیم تھا۔ (سیرت سیدنا حضرت بلال، صفحہ 210)

حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی عاجزی:

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے سامنے مردانہ وار مصائب والآم برداشت کرنے کی داستان ستائش کے انداز میں بیان فرماتے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زبانی اپنی تعریف سن کر شرمندہ ہوجایا کرتے اور فرمایا کرتے۔

"اے بھائیو! میں تو ایک حبشی ہوں جو کل تک معمولی غلام تھا۔"

(سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 213) (سیدنا بلال صفحہ 324) (سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 202)

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور روایت حدیث

آپ سے روایت کرنے والے بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، خلفاء راشدین میں سے شیخین اور عبداللہ بن عمر و کعب بن عجرہ، براء بن عاذب اور مدینہ و شام کے اکابر تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت شامل ہے۔ جنہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 1006)

یہ معمولی اعزاز نہیں کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق و سیدنا حضرت عمر فاروق و سیدنا حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے عظیم الشان خلفاء نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت براء بن حاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ مدینہ منورہ اور شام کے بڑے بڑے جلیل القدر تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی احادیث کی روایت کی ہے۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی احادیث کا تعلق زیادہ تر نماز اور روزہ سے ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سلسلے میں بے حد محتاط تھے۔ بدیں وجہ اس عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم نے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلے میں کم احادیث نقل فرمائیں حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں گزرا تھا۔ (سیدنا بلال، صفحہ 328)

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث کے حوالہ جات:

اپنی طاقت کے مطابق فقیر نے چند ایک کتابوں سے کوشش کر کے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ احادیث تلاش کی ہیں۔ ان حوالہ جات کے علاوہ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سی احادیث روایت ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی گئی روایات فقیر نے نو کتابوں سے اکٹھی کی ہیں۔ وہ نو کتابیں درج ذیل ہیں:

1: "الصحیح البخاری شریف"
2: "الصحیح المسلم شریف"
3: "السنن الترمذی"
4: "السنن النسائی"
5: "السنن ابوداؤد"
6: "السنن ابن ماجہ"
7: "المسند احمد"
8: "الموطا امام مالک"
9: "السنن دارمی"

ان سب کتابوں سے ترتیب وار حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔

✿ ✿ ✿

(1) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الصحیح البخاری" میں روایت کی ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) الصحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ اتخذوا من مقام ابراہیم مصلی، حدیث نمبر 382۔

(2) الصحیح البخاری، کتاب الحج، باب الابواب والغلق للکعبۃ والمساجد، حدیث نمبر 448۔

(3) الصحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ، حدیث نمبر 474۔

(4) الصحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ، حدیث نمبر 475۔

(5) الصحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ، حدیث نمبر 476۔

(6) الصحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب ماجاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ ویذکر ذلک الخ، حدیث نمبر 1101۔

(7) الصحیح البخاری، کتاب الحج، باب اغلاق البیت ویصلی فی ای نواحی البیت شاء، حدیث نمبر 1495۔

(8) الصحیح البخاری، کتاب الحج، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، حدیث نمبر 1496۔

(9) الصحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الردف علی الحمار، حدیث نمبر 2766۔

(10) الصحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر، حدیث نمبر 3472۔

(11) الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، حدیث نمبر 4049۔

(12) الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ اسامۃ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی مرضہ الذی توفی فیہ، حدیث نمبر 4110۔

راقم الحروف کو تلاش بسیار اور پوری بخاری شریف کی ورق گردانی کے بعد "الصحیح البخاری شریف" میں سے صرف یہی احادیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

○ ○ ○

(2) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) الصحیح المسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ والصلاۃ فیہا والدعاء فی نواحیہا کلہا، حدیث نمبر 2358،

(2) الصحیح المسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ والصلاۃ فیہا والدعاء فی نواحیہا کلہا، حدیث نمبر 2359،

(3) الصحیح المسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ والصلاۃ فیہا والدعاء فی نواحیہا کلہا، حدیث نمبر 2360،

(4) الصحیح المسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ والصلاۃ فیہا والدعاء فی نواحیہا کلہا، حدیث نمبر 2361،

(5) الصحیح المسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ والصلاۃ فیہا والدعاء فی نواحیہا کلہا، حدیث نمبر 2362،

(6) الصحیح المسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ والصلاۃ فیہا والدعاء فی نواحیہا کلہا، حدیث نمبر 2363،

راقم الحروف کو تلاش بسیار کے بعد "الصحیح المسلم" شریف میں سے صرف یہی احادیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

✿ ✿ ✿

(3) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) السنن الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی المسح علی العمامۃ، حدیث نمبر 94۔

(2) السنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، حدیث نمبر 182۔

(3) السنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الارشارۃ فی الصلاۃ، حدیث نمبر 336۔

(4) السنن الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی الصلاۃ فی الکعبۃ، حدیث نمبر 800۔

(5) السنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی الدعا النبی ﷺ، حدیث نمبر 3472۔

راقم کو تلاش بسیار کے بعد السنن الترمذی شریف میں سے صرف یہی احادیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

○ ○ ○

(4) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) السنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب المسح علی العمامۃ، حدیث نمبر 103

(2) السنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب المسح علی العمامۃ، حدیث نمبر 104

(3) السنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب المسح علی العمامۃ، حدیث نمبر 105

(4) السنن النسائی، کتاب الصلاۃ، باب المسح علی الخفین، حدیث نمبر 119

(5) السنن النسائی، کتاب الاذان، باب آخر الاذان، حدیث نمبر 644

(6) السنن النسائی، کتاب المساجد، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، حدیث نمبر 685

(7) السنن النسائی، کتاب القبلۃ، باب مقدار ذٰلک، حدیث نمبر 741

(8) السنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب دخول البیت، حدیث نمبر 2856

(9) السنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب دخول البیت، حدیث نمبر 2857

(10) السنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب موضع الصلاۃ فی البیت، حدیث نمبر 2858

(11) السنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب موضع الصلاۃ فی البیت، حدیث نمبر 2859

راقم کو تلاش بسیار نسائی شریف کی ورق گردانی کے بعد السنن النسائی شریف میں سے صرف یہی احادیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

۞ ۞ ۞

(5) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، حدیث نمبر 131

(2) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی الاذان قبل دخول الوقت، حدیث نمبر 449

(3) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التامین وراء الامام، حدیث نمبر 802

(4) سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفئ، باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین، حدیث نمبر 2656

راقم الحروف کو تلاش بسیار کے بعد سنن ابی داؤد شریف میں سے صرف یہی احادیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

☼ ☼ ☼

(6) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ وسننہا، باب ماجاء فی المسح علی العمامۃ، حدیث نمبر 554

(2) سنن ابن ماجہ، کتاب الاذان والسنۃ فیہ، باب السنۃ فی الاذان، حدیث نمبر 707

(3) سنن ابن ماجہ، کتاب الاذان والسنۃ فیہ، باب السنۃ فی الاذان، حدیث نمبر 708

(4) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الوقوف بجمع، حدیث نمبر 3015

(5) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب دخول الکعبۃ، حدیث نمبر 3054

راقم کو تلاش بسیار کے بعد سنن ابن ماجہ شریف میں سے صرف یہی احادیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

✿ ✿ ✿

(7) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسند امام احمد میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) مسند امام احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، حدیث نمبر 4657
(2) مسند امام احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، حدیث نمبر 4929
(3) مسند امام احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، حدیث نمبر 5657
(4) مسند امام احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، حدیث نمبر 5747
(5) مسند امام احمد، کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ، حدیث نمبر 5951
(6) مسند امام احمد، کتاب مسند الشامیین، حدیث نمبر 16870
(7) مسند امام احمد، کتاب مسند الکوفیین، حدیث نمبر 18266
(8) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22059
(9) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22760
(10) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22769
(11) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22794
(12) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22758
(13) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22759
(14) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22760
(15) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22761
(16) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22762
(17) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22763
(18) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22764

(19) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22765
(20) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22766
(21) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22767
(22) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22768
(23) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22769
(24) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22770
(25) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22771
(26) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22772
(27) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22773
(28) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22774
(29) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22775
(30) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22776
(31) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22777
(32) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22778
(33) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22779
(34) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22780
(35) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22781
(36) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22782
(37) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22783
(38) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22784
(39) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22785
(40) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22786

(41) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22787

(42) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22789

(43) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22790

(44) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22791

(45) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22792

(46) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22793

(47) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22794

(48) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22795

(49) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22796

(50) مسند امام احمد، کتاب باقی مسند الانصار، حدیث نمبر 22797

راقم کو تلاش بسیار کے بعد مسند امام احمد میں سے صرف یہی احادیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

✿ ✿ ✿

(8) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب الصلوٰۃ فی البیت، حدیث نمبر 793

فقیر کو تلاش بسیار کے بعد مؤطا امام مالک میں سے صرف یہی حدیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

٭ ٭ ٭

(9) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

حوالہ جات درج ذیل ہیں:

(1) سنن دارمی، کتاب الصلاۃ، باب التثویب فی اذان الفجر، حدیث نمبر 1166

(2) سنن دارمی، کتاب الصلاۃ، باب الاستدارۃ فی الاذان، حدیث نمبر 1172

(3) سنن دارمی، کتاب الصلاۃ، باب الاستدارۃ فی الاذان، حدیث نمبر 1173

(4) سنن دارمی، کتاب المناسک، باب فی فسخ الحج، حدیث نمبر 1781

(5) سنن دارمی، کتاب البیوع، باب فی بیع الطعام مثلاً بمثل، حدیث نمبر 2463

راقم کو تلاش بسیار کے بعد سنن دارمی میں سے صرف یہی احادیث ملی جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیں۔

☆ اس طرح نو کتابوں میں جو روایات حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کی گئی ہیں اور جو راقم نے کوشش کر کے تلاش کی ہیں ان کی تعداد ننانوے (99) ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کتب میں بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت شدہ احادیث ہیں۔ جن کو اکٹھا کرنے سے راقم عاجز ہے۔ شاید ان (9) کتابوں میں بھی کچھ ایسی احادیث ہوں جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہوں لیکن میں ان کے نمبر، حوالہ جات وغیرہ لکھنا بھول گیا ہوں، اس لئے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ ان (9) کتابوں کی ساری احادیث کو اکٹھا کر لیا ہے بلکہ اعتراف عجز کرتا ہوں۔

٭ ٭ ٭

ہم کل محبوبوں سے ملیں گے محمد اور انکے اصحاب سے...!

سکرات الموت کی گھڑی ایک کٹھن مرحلہ ہوتی ہے لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس وقت بھی) فرحان و خندان اور خوش و خرم تھے۔ مروی ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکرات الموت طاری ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں اور کہتی تھیں۔

"واحزناہ"

"ہائے غم و حزن (میری جان لیے جا رہا ہے۔)"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

وافــرحتــاہ وافــرحتــاہ　　غدا نلقی الاحبة محمدا و صحبه

"(غم نہیں) خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ ہم کل محبوبوں سے ملیں گے۔
محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم) اور ان کے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے۔" (سیرت سیدنا حضرت بلال صفحہ 198، بحوالہ دار الی السماء)

نوٹ: یہ شعر کہنے کے اگلے روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

☆ ☆ ☆

وصالِ بلال رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 18ھ کو وفات پائی اور بعض لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 20ھ کو ہوئی۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کے بارے میں بھی اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ آپ نے تریسٹھ (63) برس عمر پائی اور بعض کہتے ہیں کہ ستر (70) برس۔

وہ بات جمع غفیر نے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تریسٹھ (63) برس عمر پائی اور 18ھ کو وفات پائی اور دمشق کے قبرستان بابِ صغیر میں دفن کیے گئے۔

(مدارج النبوۃ، جلد 2)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نزع کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی رو رہی تھی اور غم غم پکار رہی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ خوشی ہی خوشی ہے کیونکہ کل ہم اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ملیں گے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی فرماتی ہیں کہ جب حضرت بلال بستر پر لیٹتے تو فرماتے۔

"الٰہی! میرے گناہوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں میں مجھے معذور سمجھ۔"

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا افسوس!:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر ملی تو آپ روتے روتے نڈھال ہو گئے اور فرمایا!

"آہ! اے بلال ہمارے سردار! بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو بھی داغِ مفارقت دے گیا۔؟ ایک اور روایت میں ہے کہ جب وصال بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا!

"آج ہمارا سردار فوت ہو گیا۔"

مزار شریف

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار دمشق میں واقع قبرستان "باب صغیر" میں ہے۔

قبرانور پر بہترین گنبد ہے اور قبرانور ایک کمرے کے اندر موجود ہے، جس کے اندر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبرانور ہے، جو لمبائی سے حساب سے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی قبرانور سے کافی چھوٹی ہے۔ مزار مبارک کی چاردیواری کے بالکل ساتھ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار مبارک ہے جبکہ اسی قبرستان میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے مزارات ہیں۔

پُرسکون ماحول:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک آج بھی مشہور اور مرجع خلائق ہے۔ مزار پرانوار پر خاموشی اور پرسکون ماحول ہے۔ آج بھی عشاق عشق کا سبق پڑھنے بارگاہ بلالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر ہوتے ہیں اور آنسوؤں کا نذرانہ اور فاتحہ کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

برکاتِ مزار:

کتاب الزیارات برائے شام میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبرانور "استجابۃ الدعوات" (دُعا قبول ہونے) کا مرکز ہے۔

سیدنا محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

میں نے مزار بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کو بارہا آتے جاتے دیکھا ہے۔ (جبل قاسیون درحال اربعون)

خواب:

سید الاولیاء حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری آف لاہور شریف رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار شام میں حضرت بلال مؤذن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ

وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے سو رہا تھا کہ اپنے آپ کو مکۃ المکرمہ میں پایا۔ اسی خواب میں میں نے دیکھا کہ سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور ایک بزرگ معمر کو اپنے پہلو میں اس طرح رکھا ہے جیسے بچوں کو شفقت سے اٹھایا جاتا ہے۔

میں فرط محبت سے دوڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے پائے اقدس کو چومنے لگا اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ معمر بزرگ حضور پر نور شافع روز النشور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے اتنے محبوب کیوں ہیں۔؟ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میرے تعجب کو نور نبوت سے بھانپ گئے اور مجھے فرمانے لگے۔

"یہ تیرا اور تیرے شہر کے لوگوں کا امام ہے۔ یعنی ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مزار بلال سے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے وسیلے سے زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم بھی ہوتی ہے اور اس خواب سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کا بھی پتہ چلا۔

کرامتِ مزار:

سن 1965 میں ہندوستان اور پاکستان کی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم اور اولیاء وآئمہ کی غیبی امداد کے عجیب وغریب کرشمے سنے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مجاور نے کہا کہ جس دن رات کو پاکستان پر حملہ ہوا اس دن گنبد سے "حَیَّ عَلَی الْجِهَادِ" (آؤ جہاد کی طرف) کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

(قومی دلیر، گوجرانوالہ، 8 نومبر، 1965، بحوالہ پروفیسر نیر واسطی، سیاح ممالک اسلامیہ)

٭ ٭ ٭

شامی ابدالوں کی بارگاہِ بلالی میں حاضری

حسن نظامی نے لکھا ہے کہ جولائی 1911 کا ذکر ہے کہ راقم فقیر دمشق کے دارالسرور ہوٹل میں بیٹھا اپنے حجازی اخبار نویس سے باتیں کر رہا تھا وہ اخبار نویس جنھوں نے مکہ معظمہ میں ''اعجاز'' نامی اخبار جاری کیا تھا۔

اثنائے گفتگو میں حجازی دوست نے کہا!

جناب! اخبار نویسی نئے دور کا ہتھیار ہے، ہم اس پر جتنا چاہیں فخر کریں، کیونکہ اس کے ذریعہ ہم ان دلوں کو فتح کر سکتے ہیں جن کو مفتوح کرنا تلوار، بندوق سے ممکن نہیں، مگر پرانے زمانہ کے ہتھیاروں میں دعا اور عمل کا ہتھیار سب سے بڑھ کر ہے، ابتداء میں مجھ کو ان پر عقیدہ (یقین) نہ تھا۔ مصری کتب کے پڑھنے سے (جو یورپین فلاسفروں کے خیالات کا ترجمہ ہیں) میرے عقائد دگرگوں ہو گئے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک دن میں اپنے ایک خانگی قصہ کے سبب نہایت تشویش اور فکر میں تھا، میرے دل کی بے قراری حد صبر سے بڑھی جاتی تھی، میں صاف صاف کہتا ہوں کہ مجھ کو عشق کا مرض تھا جس نے حواس بے ٹھکانے کر رکھے تھے، میرا مطلوب ناجائز مطلوب نہ تھا، وہ میری بیوی تھی جس سے میں محبت رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ بھی مجھے محبت کرے اور اس اندرونی اشتیاق کی قدر دان ہو جس نے مجھ کو بے اختیار کر رکھا تھا، میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا تھا، آیا وہ مجھ پر قربان تھی یا نہیں، مگر اتنا ضرور جانتا تھا کہ وہ میری طرح اظہار کرنے والی نہ تھی۔ اس کی خودداری اور سنجیدگی نے مجھ کو شک میں ڈال رکھا تھا۔ دل کہتا تھا یہ عورت تجھ کو خاطر میں نہیں لاتی۔

عشق جنون کی ایک شاخ ہے، میرا دماغ طرح طرح کے تخیلات قائم کرتا اور خواہ مخواہ کی وہمی شکلیں بنا کر میری بیکلی (بے قراری) کا سبب بنتا۔ آخر ایک دن تو وہمات کی صورت سامنے آ گئی، میں گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک دوسری عورت میری بیوی سے باتیں کر رہی ہے، یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی مگر مجھے شبہ ہوا کہ یہ دوسری عورت ضرور اس کو بہکاتی ہو گی۔

جب وہ چلی گئی تو میں نے اپنی اہلیہ سے سوالات کرنے شروع کیے، اس نیک بخت

بی بی نے کہا!

"بدگمانی چھوڑ دو، شرفاء کے لیے یہ عار ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کریں۔"

اتنا کہنا میرے لیے ستم ہو گیا، مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور کسی اور مرد کے خیال میں رہتی ہے۔

میں نے دیکھا کہ گھر میں ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ مجھ کو اپنے جنون سے ڈر تھا کہ کہیں وہ بڑھ کر کوئی ناشائستہ حرکت نہ کرا دے، اس لیے میں گھر سے نکل کر باہر آ گیا، یہ وہی پریشانی کا دن تھا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ بار بار خیال آتا کہ اس عورت کو طلاق دے دینی چاہیے مگر پھر سوچتا کہ آخر اس کا قصور کیا دیکھا۔؟ اور طلاق دینے کے بعد میں کیونکر زندہ رہ سکتا ہوں۔ اس کشش و پیچ میں تھا کہ میرے سامنے سے ایک شخص کھجوریں اور سرمہ فروخت کرتا ہوا گزرا۔ یہ اجنبی آدمی تھا، بلکہ سینکڑوں آدمی معاش کے لیے اسی قسم کی تجارت کیا کرتے تھے، مگر میرے دل پر اس شخص کی صورت نے بڑا اثر ڈالا اور کھجوریں خریدیں، اثنائے خرید میں دریافت کیا تم کون ہو۔؟ کہاں کے رہنے والے ہو۔؟ کیا نام ہے۔؟ کس جگہ قیام ہے۔؟

کھجور والے نے مسکرا کر کہا:

"مجھ کو ان سوالوں کے جواب کی فرصت نہیں ہے، اگر میری کھجوروں میں گھن یا کچھ خرابی نظر آئی ہے تو تم اس کی بابت مجھ سے کہو، ان سوالات سے کیا حاصل؟..."

میں نے کہا!

"عربی اخلاق کے خلاف ہے اگر تم مجھ کو جواب نہ دو!"

کھجوروں میں تو خرابی نہیں مگر کھجور والے میں نقص ضرور ہے۔

وہ بولا!

"کھجور والے میں نقص ہے، تو سمجھئے کہ بیوی میں نقص نہیں، بیوی والے میں کچھ خرابی ہے۔"

مجھ کو سکتہ ہو گیا یہ اس نے کیا کہا۔؟ اس کو میرے حالات کا کیونکر علم ہو گیا۔؟ ضرور یہ

کوئی ولی اللہ اور صاحب کشف ہے۔

میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے، ان کو کھینچا اور اپنے دل پر رکھ لیا، جو زور زور سے دھڑک رہا تھا، کھجور والے نے مجھ کو گھور کر دیکھا اور ہاتھ چھڑا لیے۔ اس کی صورت ہیبت ناک ہو گئی تھی، آنکھوں سے شعلے نکلتے معلوم ہوتے تھے۔

غضبناک دیکھ کر میں نے عاجزی سے کہا!

"بزرگ انسان! معاف کریں اپنے بس میں نہیں ہوں، میرے ہوش کو عشق کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔"

یہ سن کر وہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور بولا!

"تیرا وہم غلط ہے، وہ پارسا ہے، تجھ پر فدا ہے، مگر منہ سے نہیں کہتی۔"

"بِرَاْسِ سَیِّدِی بِلَال رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

"میرے سردار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کی قسم!"

تیری بیوی عام عورت نہیں ہے، مردان غیب میں سے ہے، میں نے اس کو دونوں ابدالوں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا ہے۔

"دو ابدال" اور "پرواز" کے الفاظ نے مجھ کو پھر متعجب کیا، مگر دریافت کی مجال نہیں تھی، حیرت سے منہ تکنے لگا، بزرگ نے خود ہی فرمایا!

"کیا تم نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم میں نہیں پڑھا کہ ابدال خدا تعالیٰ کی ایک مقبول جماعت ہے، جن کا قیام مونا شام کے ملک میں رہتا ہے۔ ابدالوں کو خدا نے بڑی بڑی طاقتیں دی ہیں، وہ آن کی آن میں لاکھوں کوس اڑ سکتے ہیں، ان کو کشف الغیب کا کمال عطا ہوتا ہے۔ تمہاری بیوی کا باپ بھی ابدال تھا، عورت کو یہ رتبہ نہیں مل سکتا اور باپ کی موت کے بعد یہ جانشین ہوتی ہے، تاہم اس کی روح میں یہ لطافت موجود ہے کہ ابدالوں کے سی پرواز کر سکتی ہے۔"

اتنا کہہ کر کھجوروں والے بزرگ نہایت تیزی و پھرتی سے چل دیے اور میں بت بنا

کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ اسی استعجاب اور حیرانی میں گھر آ گیا، دیکھا بیوی مسکرا رہی ہے، اب میں اس سے ڈرنے لگا تھا، میں نے پیار کی نظر سے نہیں خوف و ادب کی نگاہ سے اس کو دیکھا اور کہا تمہارے مسکرانے کا کیا سبب ہے۔؟

وہ بولی!

"انسان اگر اڑ سکتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ قوائے وہمی نے پرواز کی۔"

میں نے کہا!

"میں کچھ سمجھا نہیں؟ صاف صاف کہو۔"

کہنے لگی!

"کھجور والے نے جو کچھ کہا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا کہ آدمی پرواز کر سکتا ہے مطلب یہ ہے، کہ اس کی بعض طاقتیں پرواز کرتی ہیں، میں خوش ہوں کہ تمہارے وہم اور رشک و شبہ نے کھجور والے کی باتوں سے پرواز کی اور اب تم نے مجھ کو بالکل مبہوت کر دیا، پریشان تھا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا پیش آ رہا ہے۔؟

لیکن میں نے کہا!

"یَاحَبِیْبَہ بِرَأْسِ سَیِّدِی بِلَالِ" رضی اللہ تعالٰی عنہ

آگے کا لفظ زبان سے نہ نکلا تھا۔ صرف بلال تک کہنے پایا تھا کہ بیوی نظروں سے غائب ہو گئی۔ اب تو مارے خوف کے میری بُری حالت تھی، سہم کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں، تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی تو بیوی سامنے بیٹھی تھی مگر وہ بھی چپ تھی اور میں بھی خاموش تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈرتے ڈرتے میں نے اس تماشہ کی حقیقت دریافت کی اس نے کہا! "یہ راز تم کو دمشق میں سیدی بلال (رضی اللہ عنہ) سے معلوم ہوگا۔ وہاں جاؤ، وہ سیدی بلال صحابی رسول صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم کے مزار پر جمعہ کے دن ملیں گے، چمڑے کی ٹوپی اُن کے سر پر ہوگی اور پوستین پہنے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو تو سلام کرنا اور خاموش سامنے بیٹھ جانا کچھ دریافت کریں تو مختصر جواب دینا، اپنی طرف سے دخل در معقولات نہ کرنا۔

یہ ارشاد ہو کہ کوئی مراد و مقصد ہے۔؟ تو (جواباً) سلامتی ایمان و محبت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم اور آسائش زندگی مانگنا۔

اہلیہ کے اس بیان و مشورہ سے اور مذکورہ عجیب و غریب مشاہدہ سے سفر دمشق کا شوق دامن گیر ہوا اور میں سیدھا یہاں آیا اور حسب ہدایت جمعہ کے دن سیدی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے مزار پر حاضری دی، وہاں دیکھا کہ دو شخص اسی حلیہ اور لباس کے ہیں جن کا ذکر بیوی نے دیا تھا اور دونوں کی شکلیں بھی قریب قریب یکساں ہیں۔

میں پھر چکرا گیا کہ الٰہی ان میں میرے مقصود کون سے بزرگ ہیں، تاہم میں نے دونوں کو سلام کیا اور ادب کے ساتھ گردن جھکا کر بیٹھ گیا

وہ دونوں اول تو کچھ دیر مجھ کو بغور دیکھتے رہے اس کے بعد ان میں سے ایک صاحب نے کہا پڑھ

"خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ اللَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ
وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی اللَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ"

"اسی نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت حقانی سے پیدا کیا۔ وہی رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور چاند سورج کو مسخر کر دیا ہے۔"

میں نے (ان کے کہنے پر) تیسویں 23 پارہ کی سورت کی یہ آیت پڑھی۔ پڑھنا تھا کہ ان دونوں کے سر غائب ہو گئے۔ میں ڈر کے مارے کانپنے لگا، قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاؤں۔ یکایک دیکھا کہ ان کے سر پھر موجود ہیں، آواز آئی ہم نے تیری بیوی سے شکایت کی کہ اس کمزور دل والے کو کیوں بھیجا۔؟ اب میری بدن میں رعشہ ہو گیا۔ زبان بے قابو تھی ہر چند چاہا کہ کچھ بولوں مگر بولا نہ گیا، آخر وہ خود ہی بولے!

ہم دونوں ابدال ہیں، ہمارا نام بلال ہے، ہم اسرار الٰہی کے نشان ہیں، ہمارے وجود خاکی ہیں لیکن اربع عناصر سے ہمیں کچھ سروکار نہیں۔ خاک، باد، آب و آتش ہمارے زیر فرمان [illegible]

اوسان باختہ تھے۔ بے اختیار منہ سے نکلا!

"عمل حب کا طلب گار ہوں"

یہ سن کر دونوں نے کہا!

"أَسَفٌ أَسَفٌ"

"افسوس!، افسوس!!"

(پھر کہنے لگے) اچھا سورہ اخلاص ایک سو بار پڑھ لیا کر۔

اتنا کہنا تھا کہ غائب ہو گئے۔

بہت دیر تک میرے اوسان درست نہ ہوئے، آخر بہ ہزار وقت وہاں سے اٹھا اور قیام گاہ پر آیا اور اسی دن مکہ معظمہ روانہ ہو گیا گھر پہنچا تو بیوی کو صاحب فراش پایا، سخت بخار میں مبتلا تھی، دو چار روز علاج ہوتا رہا مگر جان بر نہ ہو سکی انتقال ہو گیا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن تین بار دمشق آ چکا ہوں، کوئی جمعہ آستانہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری سے ناغہ نہیں کرتا مگر پھر کبھی ان بزرگوں کی صورت نظر نہ آئی، سورت اخلاص کا ورد جاری ہے، جب کبھی اسکے آزمانے کا موقعہ آیا حب و تسخیر کے لیے تیر بہدف پایا۔ یہ ان ابدالوں کی زبان کا اثر ہے، اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے لیکن گزشتہ زندگی کے عجائبات آنکھوں سے دور نہیں ہو گئے اس دن سے میں نے جانا کہ واقعی دعا و عمل میں بڑی تاثیر ہوتی ہے اگر میں اپنی بیوی کے کہنے پر عمل کرتا اور ابدالوں سے اس کی بتائی ہوئی باتیں مانگتا تو آج کو دین و دُنیا کی دولت سے مالا مال ہو جاتا مگر قسمت میں یہ نہ تھا۔

حجازی دوست کی یہ عجیب و غریب داستان سن کر دوسرے دن جمعہ کو راقم فقیر (حسن نظامی) دوبارہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ دل کہتا تھا کاش میں بھی ان ابدالوں کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں لیکن یہ شرف آسانی سے ملنے والا نہ تھا۔ اس لیے محروم واپس آیا۔ (ماہنامہ "صوفی" ماہ، جولائی 1913)

نوٹ: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات وہ معزز ذات ہے کہ تمام ابدال اس بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں اور پھر ہر جمعہ کے دن۔ اللہ اکبر!

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور انگریز مصنفین

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم، خلفائے راشدین اور وہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جو عظیم الشان سپہ سالار اور جلیل القدر فرمانروا بنے، ان کے حالات کے متعلق متعدد یورپی زبانوں میں کتابیں لکھیں گئی ہیں۔ لیکن وہ صحابی جنھوں نے عام سیاست میں حصہ نہیں لیا اور جنہیں ملکی امور کے لیے کسی عہدہ پر فائز نہیں کیا گیا۔ ان کے متعلق بہت کم مواد ملتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار موخر الذکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چند یورپیوں نے قلم اٹھایا ہے ان میں ایک مشہور ادیب "لفکا ڈیو ہیرن" ﴿Lafcadia Hearn﴾ بھی شامل ہے۔ جس نے انگریزی زبان میں ایک مقالہ آپ کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ اس شخص نے کچھ امریکی نیوز پیپروں میں کام کیا، اس کے بعد کچھ عرصہ "ہنا ملیٹی" میں قیام کر کے مستقل طور پر جاپان میں سکونت پذیر ہو گیا۔

اسی "ہیرن" نے اپنے مقالہ کا آغاز ایک انگریز شاعر "ایڈون آرنلڈ" (Edwin Arnold) کے چند اشعار سے کیا ہے جن میں وہ رب العزت کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

"اگر کوئی دن ایسا بھی آجائے جب یہ دنیا تیرے عبادت گزاروں سے خالی ہو جائے اور روئے زمین کے کسی گوشے سے بھی تیری حمد و ثناء بلند کرنے والوں کی آواز سنائی نہ دے، تب بھی اس کارخانۂ عالم میں ہر سو تیری نشانیاں جلوہ گر رہیں گی اور زمین کا چپہ چپہ تیرے وجود کی گواہی دیتا رہے گا۔ آسمان کے تمام سیارے جو رات دن گردش میں لگے رہتے ہیں اور تمام تارے جن کی ضوفشانی سے عالم بقعۂ نور بنا رہتا ہے، یہ تیرے درویش ہیں جو محفل ذکر میں تیرے عرش تاباں کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں۔"

ان اشعار کے بعد "ہیرن" لکھتا ہے۔

"بلاد اسلامیہ میں سفر کرتے ہوئے اگر کسی مغربی سیاح کو بلند و بالا میناروں والی کسی مسجد کے قرب و جوار میں رات گزارنے کا اتفاق ہو تو وہ صبح سویرے جب ساری فضا پر کامل سکوت چھایا ہوا ہوتا ہے اسے ایک کیف آور اور دلکش آواز سنائی دے گی، جس کا ایک ایک لفظ اپنے ترنم

کے ساتھ اس کے دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے گا اور وہ ندا بلند کرنے والے کے سحر انگیز ترنم سے مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ یہ وہ آواز ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کو خدائے واحد کی عبادت کے لیے بلایا جاتا ہے۔ یہ ندا صرف طلوع آفتاب سے قبل فجر کی سحر آگیں فضا ہی میں بلند نہیں ہوتی بلکہ اگلے روز صبح کے نمودار ہونے تک مزید چار مرتبہ سیاح کے کانوں کو یہ خوشگوار نغمہ سنائی دیتا ہے۔ ایک مرتبہ تابناک دوپہر کے وقت جب ساری فضا سورج کی تند و تیز اور روشن شعاعوں سے منور ہو رہی ہوتی ہے، دوسری مرتبہ غروب آفتاب سے کچھ عرصہ قبل جب سورج کی قرمزی شعاعوں سے مغرب کی فضا جگمگا رہی ہوتی ہے، تیسری مرتبہ غروب آفتاب کے معاً بعد جب شفق کی سرخی سے فضا لالہ زار بنی ہوتی ہے اور آخری مرتبہ اس وقت جب ہر طرف رنگ و نور کا سیلاب بہہ رہا ہوتا ہے اور بجلی کے ہزاروں رنگ برنگے قمقموں کی روشنی مسجدوں کے بلند و بالا میناروں اور منقش گنبدوں پر پڑ کر ان کے حسن کو دوبالا کر رہی ہوتی ہے۔ رات کے آخری حصے میں اذان کی جو ندا اسے سنائی دے گی اس میں بعض نئے الفاظ بھی شامل ہوں گے، جن کے متعلق اگر وہ اپنے ترجمان سے دریافت کرے گا تو اسے یقیناً وہی جواب ملے گا جو "جیرارڈی نرغال" کے ترجمان نے اسے دیا تھا یعنی شخص کہہ رہا ہے۔

"اے خواب غفلت میں سونے والو! اس حی و قیوم خدا کی عبادت کی خاطر بیدار ہو جاؤ جو کبھی نہیں سوتا۔"

اگر ترجمان کو تاریخ اسلام کے متعلق کچھ بھی واقفیت ہوگی تو وہ سیاح کو بتائے گا کہ یہ آواز سب سے پہلے صحرائے عرب میں ایک حبشی غلام بلال بن رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بلند کی تھی، جسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم کے خادم خاص ہونے کا شرف حاصل تھا اور انہوں نے اس کام کے لیے ہزاروں لوگوں کو چھوڑ کر صرف اسی غلام کو مخصوص کیا تھا۔ یہ غلام دمشق کی خاک میں آرام فرما ہے اور آج بھی اس کا مزار زیارت گاہ خاص و عام اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

"جیرارڈی نرغال" ایک فرانسیسی سیاح ہے، یہ اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ

بلادِ مشرق میں جس وقت میں نے پہلی بار مؤذن کی سریلی اور رسیلی آواز سنی تو مجھ پر وجد اور سرور کی عجیب کیفیت طاری ہوگی۔

اس کے علاوہ ذکر بلال رضی اللہ عنہ میں انگریز مصنفوں میں "ڈاکٹر ایل ایچ کے گریک" سرفہرست ہے انہوں نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر ایک کتاب تالیف کی ہے، جو عجیب و غریب واقعات سے بھری پڑی ہے، بہت لطف اندوز کتاب ہے لیکن اس میں ایک کمی ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے حوالہ جات دینے میں کوتاہی کی ہے۔

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ شعراء کی نظر میں

مولانا روم اور منقبت بلال رضی اللہ عنہ:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بڑے پیارے انداز سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ۔

آں بلال صدق در بانگ نماز — حی راحی خواند از روئے نیاز
تا بگفتند اے پیغمبر ﷺ نیست راست — این خطا اکنوں کہ آغاز بناست
اے نبی والے رسول ﷺ کردگار — یک مؤذن کہ بود فصیح بیار
عیب باشد اول دین وصلاح — لحن خواندن حی علی الفلاح
خشم پیغمبر ﷺ بجو شید و بگفت — یک دو رمزے از عنایات نہفت
کالے خسان نزد خدا ہی بلال — بہتر از صدحی حی و قیل وقال
وا مشور ایند تامن زارتاں — وانگویم زاخرو آغاز تاں
گرندی تودم خوش در دعا — رو دعامی خواہ را خوان صفا

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم ہستی تھے جو اذان دیتے ہوئے لفظِ حَیَّ کی ادائیگی لفظِ ھَیَّ سے کر کے اظہارِ عجز کرتے۔ لیکن منافقوں نے اعتراض کیا کہ "اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم! یہ درست نہیں کہ اسلام کے آغاز ہی میں اتنی بڑی غلطی کی جائے۔ اس لیے اذان کے لیے ایک ایسا فصیح مؤذن مقرر فرمائیں جو لفظوں کی صحیح ادائیگی کی اہلیت رکھتا ہو۔ دین اور نیکی کے کام کے آغاز کے وقت حَـیَّ عَلَـی الْفَلَاح "کو غلط پڑھنا عیب ہے۔ اس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم نے جلال سے فرمایا! اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ھَیَّ سینکڑوں صحیح تلفظ کے "حَیَّ حَیَّ" سے بہتر ہے۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ ورنہ میں تمہارے رازوں کو اول تا آخر بیان کردوں گا۔ اگر تم

کو معلوم ہے کہ تمہاری دعا میں اثر نہیں ہے تو جا کر اہلِ صفا سے دعا کے طالب ہو جاؤ۔ (کیونکہ ان کی دعا میں اثرِ قبولیت موجود ہے۔)''

(مثنوی مولوی معنوی، از مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

کہ چرا تو یاد احمد می کنی | بندۂ بد! منکر دین منی
می زد اندر آفتابش او بخار | او احد میگفت بہر افتخار

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

چوں بدید آں روئے خستہ مصطفیٰ | گفت طبتم فادخلوہا بابہا
چوں بلال ایں را شنید از مصطفیٰ | خرم غشیا فتاد اوبر قفا
تا بدیرے خود و بے ہوش ماند | چوں ہوش آمد ز شادی اشک راند
مصطفیٰ اش درکنار خود کشید | کس چہ داند بخششے کو را رسید
ماہی پژ مرد ہدر ہجر او فتاد | کاروان گم شدہ از بر شاد

''جب خستہ حال حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم پر نظر ڈالی تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا! ''بلال تمہیں جنت میں داخل ہونا مبارک ہو!'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر بے خود ہو کر گر پڑے۔ کافی دیر تک بے ہوش رہے اور جب ہوش آیا تو مسرت کے آنسو بہانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آغوش میں لے لیا۔ کوئی کیا جانے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا کیا نوازشیں فرمائیں۔ بالآخر ماہی بے آب سمندر میں آ ہی گئی اور کاروانِ گم گشتہ کو منزل مل ہی گئی۔'' (مثنوی معنوی از مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

گفت ماو و بندگان کوئے تو | کردمش آزاد من بر روئے تو
تو مرا میدار بندہ و یارغار | ہیچ آزاد ری نخواہم زینہار
کہ مرا از بندگی آزادی است | نے تو بر من محنت و بیداری است
چوں ترا دیدم من اے روح البلاد | مہر ایں خورشید از چشم فتاد

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

جان کمال است ونداے روکمال | مصطفیٰ گویان ارحنا یابلال
اے بلال افراز یانگ سلسلت | زان دمے کاندر و میدم دردلت
اے بلال این گلفتت را جان سپار | خیز و بلبل وارجان می کن ہشیار
زان دمے کادم از و مدہوش گشت | ہوش اہل آسمان بیہوش گشت

''حضرت بلال (ﷺ) کمال کے ہیں اور ان کی آواز بھی کمال کی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں۔اے بلال (ﷺ) اٹھو اور (اذان پڑھ کر) ہمیں راحت پہنچاؤ۔حضرت بلال کو اس لیے فرمایا کہ ان کی جان خدا کے عشق سے بھرپور ہے، اس لیے کہ آوازِ عشق سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم راحت پاتے تھے اور فرماتے تھے۔اے بلال! اپنی آواز اور دمِ دل نواز کو بلند کیجئے اور اٹھئے بلبل کی طرح اس کے گل پر جان قربان کیجئے۔وہ آواز جس سے آدمی بے ہوش ہوئے بلکہ جملہ اہل آسمان مدہوش ہو کر گر پڑے۔''

(یہ تمام اشعار مثنوی شریف از مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ، سے لی گئی ہیں)

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور علامہ اقبال کی شعر گوئی

علامہ اقبال لکھتے ہیں۔

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی لیے تیرے غم کدے کی آبادی — تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے — کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں — ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورت سلماں ادا شناس تیری — شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تیری
تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا — اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا — تیرے لیے تو یہ صحرائے نور تھا گویا
تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید — خنک دے تو تپید و دے نیا سائید
گری وہ برق تیری جاں ناشکیبا پر — کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دست موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گرفتند و بر دل تو زدند — چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی — نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وقت کہ طیبہ مقام تھا اس کا — خوشا وہ دور کہ دید عام تھا اس کا

(اقبال)

لکھا ہے ایک مغربی.....

ایک حق شناس مغربی مورخ کے اقوال جن کو شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے منظور کر کے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ اس نظم میں سکندر رومی اور مؤذن رسول سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو فرق ہے اسکو یوں بیان کرتے ہیں۔

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا

جولان گہ سکندر رومی ایشیا
گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا

تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

دنیا کے اس شہنشہِ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلکِ نیلی فام تھا

آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ داں بھی تو اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلال وہ حبشی زادہ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلال
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوش چرخ پیر

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(اقبال)

✿ ✿ ✿

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آغا صادق

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مشک و عنبر کی آبرو کیا ہے؟ آب حیواں کی جستجو کیا ہے؟
کیوں حرم کو غلاف پہناؤں؟ سنگ اسود کی کیوں قسم کھاؤں؟
دل بلاؤں سے پائمال ہو کیوں؟ آرزوئے شب وصال ہو کیوں؟
دل میں لیلیٰ سا بنا نہیں سکتی مجھ کو مجنوں بنا نہیں سکتی
خال مشکیں پہ کیوں مٹا جاؤں؟ دام گیسو میں کس لیے آؤں؟
ذکر پاک بلال کیوں نہ کروں؟ راہ اُلفت میں کیوں قدم نہ دھروں؟
شوق کا جب وفور ہوتا ہے ظلمتوں میں بھی نور ہوتا ہے
بارشیں مجھ پہ ہیں نگاہوں کی چاک اُٹھیں قسمتیں گناہوں کی
کیوں نہ آنکھوں میں نور آ جائے؟ کیوں نہ دل میں سرور آ جائے؟
کشور حسن و عشق کی حد ہوں عاشق عاشق محمد (ﷺ) ہوں
وہ بہار حدیقۂ نبوی و فروغ چراغ مصطفوی
نسخۂ عشق کا پہلا باب ساز وحدت پہ لرزش مضراب
چاک تھا جس کا بے نیاز رفو ماسوا سوز جس کا نعرہ ''ھو''
خیل باطل کے وہ ستم سہتا جوش حق میں اَحداَحد کہتا
راز توحید کا امیں تھا جو خاتم عشق کا نگیں تھا جو
جس کو مشت ے الست کہیں حرف رنداں میں مے پرست کہیں
چاشنی خوردہ زلال وصال بندۂ پاکباز ہاں وہ بلال
رنگ اس کا تھا گر سیاہ تو کیا؟ تھا وہ اک فرد ملت بیضا
اس کے دل میں تھا نور ایمانی سجدہ افروز اس کی پیشانی
حجت حق کا اک گواہ تھا وہ زمزمۂ سنج لاالہ تھا وہ

اس کا نغمہ تھا ان اکرمکم — امتیازات لاالہ میں گم
گورے کالے کی کچھ تمیز نہیں — رنگ اور نسل کوئی چیز نہیں
مشرق و مغرب و جنوب و شمال — چھا گیا سب کے دل پہ ایک خیال
کثرتیں مٹ کے رہ گئی وحدت — مل کے قومیں بنی ملت
کوئی رومی یہاں نہ ہے شامی — صبغۃ اللہ رنگ اسلامی

(آغا صادق)

٭ ٭ ٭

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور شبلی نعمانی

شبلی نعمانی دیوبندی لکھتا ہے۔

بارگاہ نبوی کے جو مؤذن تھے بلال
کرچکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کے

ہوں غلام ابن غلام اور حبشی زادہ
یہ بھی سن لو کہ میرے پاس نہیں دولت وزر

ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے عذر؟

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر

عہد فاروقی میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات
یہ کہا حضرت فاروق نے بادیدہ تر

اٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا
اٹھ گیا آج نقیب چشم پیغمبر

اس مساوات پہ ہے معشر اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کے قلم اکبر

(شبلی نعمانی)

✿ ✿ ✿

شمع توحید کے پروانوں میں تھے ایک بلال رضی اللہ عنہ

چرخ بطحٰی پہ موجودہ مہر رسالت نکلا — آ کے فاران کی چوٹی پہ ہوا جلوہ فگن
کفر الحاد کی ظلمت ہوئی اک دم کافور — جگمگانے لگے انوار سے دشت اور دمن
نور ایمان سے منور ہوئے اکثر اشخاص — اور اسلام پہ قربان کیا دین کہن
شمع توحید کے پروانوں میں تھے ایک بلال — تھے وہاں جن کی نہ ماں باپ نہ بھائی بہن
خدمت شاہ دو عالم میں کہا یہ آ کر — جان و دل آپ پہ ہو میرا فدا شاہ زمن
ان کے آقا کو جو معلوم ہوا یہ قصہ — پڑ گئے جوش غضب سے وہیں ابرو پہ شکن
حکم بھیجا کہ ابھی لاؤ بلا کر اس کو — تا کہ معلوم ہو سچ ہے یا غلط ہے یہ سخن
آ کے بتلایا کہ کچھ جھوٹ نہیں ہے اس میں — نور توحید مرے سینہ میں ہے جلوہ فگن
سن کے یہ بات غضبناک ہوا وہ ملعون — گھر سے منگوائے ستمگار نے زنجیر و رسن
دست و پا باندھ کے اور پشت کو عریاں کر کے — اپنے خادم کو دیا حکم کہ ہاں! درہ بزن
خون تھا پشت سے جاری تو زبان پر کلمہ — الاماں کہنے لگا دیکھ کے یہ چرخ کہن
کر کے یوں وقف ستم ان کو جفا جو نے کہا — جان کا اپنی کیوں اس طرح ہوا ہے دشمن؟
زندگی تیری ہے انکار نبی پر موقوف — ورنہ خنجر ہے میرا اور تیری گردن
مرحبا باد بریں ہمت مردانہ بلال! — تھا جبیں پر ترے بل اور نہ ابرو پہ شکن
ہنس کر فرمایا نہیں خوف مجھے مرنے کا — موت اس طور سے آ جائے تو ہے امر حسن
تازیانہ کی تیرے مجھ کو نہیں ہے پرواہ — بے حقیقت ہے مرے آگے ترے طوق و رسن
اب تو ممکن نہیں اسلام سے پھر جاؤں میں — کاٹ لے میری زباں چاہے اڑا دے گردن
میرا رہبر ہے مرا گیسوؤں والا آقا — جس کے جلوہ سے لگی دل کو مرے حق کی لگن
جب ابوبکر کو معلوم ہوا یہ قصہ — پہلے سمجھایا ستمگار کو بآئین حسن
جب نہ باز آیا وہ بدبخت تو قیمت دیکر — دست و پا کھول دیے کاٹ کے زنجیر و رسن
اپنی ہستی کو محمد پہ فدا کر عاصم — تا کہ مل جائے تجھے جنت ماویٰ کا چمن

سقفِ کعبہ کے مؤذن جاں نثارِ دین بلال رضی اللہ عنہ

سقف کعبہ کے مؤذن جاں نثار دین بلال — سقف کعبہ کے مؤذن جاں نثار دین بلال
گلشن اسلام کے سرمایۂ تزئین بلال — فخر ہے تجھ کو غلامی پر شہ کونین کی
ناز فرما تجھ پہ حق کا جذبۂ تحسین بلال — غم کے ہنگاموں میں لب پر مسکراہٹ رہی
اللہ اللہ تیری شان جرأت و تمکین بلال — ہوگئی تیری وفاداری کے ذکر پاک سے
ہمت و ایثار کی روداد سب رنگین بلال — ہجر سلطان امم میں غمزدوں کے واسطے
تیرا بن گیا ہے باعث تسکین بلال — ہاتھ جب اٹھے ترے پیش خدا بہر دعا
خود لب رحمت پہ جھوما نغمۂ آمین بلال — جس سے تا محشر رہے گی نظم ملت کی بقا
تُو مرتب کر گیا وہ عشق کا آئین بلال — جو تیرے نام مبارک کا وسیلہ ڈھونڈ لے
ہو نہیں سکتا ہے دل اس کا کبھی غمگین بلال — ہے ترا ہم رنگ کعبہ کا غلاف محترم
عارض پرنور ہے تیرا سحر آگیں بلال — بے گھری پر جس کی نازاں قصر رضواں کی فضا
تو ہے گلزار نبوت کا وہی شاہین بلال — قلب بوبکر و عمر و عثمان و حیدر کی قسم

تو ہے انور کے لیے روح حیات دین بلال

✿ ✿ ✿

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ اس کتاب کو میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے اور اس کو عوام و خواص میں مقبولیت عطا فرمائے اور اس کے صدقے مجھ فقیر اور فقیر کے آباء واجداد بلکہ جمیع مسلمین ومسلمات کی مغفرت فرمائے۔ آمین

طالبِ دُعا!
محمد وسیم اکرم القادری
جمعرات 2 ذوالحجہ 1425ھ بمطابق 15 جنوری 2005ء

ماٰخذ و مراجع

1 کتاب: القرآن المجید
مصنف: منزل من اللہ
ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا دربار روڈ لاہور

2 کتاب: کنزالایمان
مصنف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی
ناشر: تاج کمپنی لاہور

3 کتاب: تفسیر عزیزی
مصنف: سید عبدالعزیز شاہ محدث دہلوی
ناشر: تاجر کتب کلکتہ انڈیا

4 کتاب: مفردات القرآن
مصنف: علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی
ناشر: مکتبۃ المرتضویہ

5 کتاب: تفسیر ابن کثیر
مصنف: علامہ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر
مطبوعہ: لاہور

6 لسان العرب: علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی
ناشر: دار احیاء بیروت

7 کتاب: المنجد
مصنف: سعد حسن، عبدالصمد، سید حسن
مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی 1

8 کتاب: تفسیر کبیر

	مصنف:	امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی
	مطبوعہ:	دار الحیاء بیروت
9	کتاب:	جلالین
	مصنف:	امام جلال الدین سیوطی، امام جلال الدین محلی
	مطبوعہ:	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی 1
10	کتاب:	کمالین
	مصنف:	علامہ سلام اللہ دہلوی
	مطبوعہ	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی 1
11	کتاب:	روح البیان
	مصنف:	علامہ اسماعیل حقی
	مطبوعہ:	بہاولپور
12	کتاب:	تفسیر ضیاء القرآن
	مصنف:	پیر محمد کرم شاہ الازہری
	ناشر:	ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا دربار روڈ لاہور
13	کتاب:	تفسیر تدبیر القرآن
	مصنف:	محمد امین احسن اصلاحی دیوبندی
	ناشر:	دار المعارف عنایت پور ملتان
14	کتاب:	تفسیر معارف القرآن
	مصنف:	مولوی شفیع دیوبندی
	ناشر:	دار المعارف عنایت پور ملتان
15	کتاب:	الصحیح البخاری
	مصنف:	ابو عبد اللہ امام محمد بن اسماعیل بخاری

	ناشر:	قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1
16	کتاب:	الصحیح المسلم
	مصنف:	ابوالحسین امام مسلم بن الحجاج قشیری
	ناشر:	قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1
17	کتاب:	سنن ابن ماجہ
	مصنف:	ابوعبداللہ امام محمد بن یزید ابن ماجہ
	ناشر:	قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1
18	کتاب:	سنن ابوداؤد
	مصنف:	امام ابوداؤد سلمان بن اشعث سجستانی
	ناشر:	قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1
19	کتاب:	سنن السنن النسائی
	مصنف:	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب الالسنن النسائی
	ناشر:	قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1
20	کتاب:	جامع السنن الترمذی
	مصنف:	امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی الالسنن الترمذی
	ناشر:	قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1
21	کتاب:	موطا امام مالک
	مصنف:	امام مالک بن انس
	مطبوعہ:	لاہور
22	کتاب:	موطا امام محمد
	مصنف:	ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی
	ناشر:	قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1

23 کتاب: کتاب الآثار
مصنف: ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی
ناشر: قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1

24 کتاب: مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ المصابیح
مصنف: علامہ نواب قطب الدین
مطبوعہ: کراچی

25 کتاب: زاد المعاد
مصنف: ابن قیم غیر مقلد
ناشر: قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی 1

26 کتاب: تلخیص الحبیر
مصنف: علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری
مطبوعہ: کراچی

27 کتاب: سیرت النبی ﷺ
مصنف: ابن ہشام
مطبوعہ: لاہور

28 کتاب: مدارج النبوۃ
مصنف: شیخ عبدالحق محدث دہلوی دہلوی
ناشر: تاجر کتب کلکتہ انڈیا

29 کتاب: اسد الغابہ
مصنف: حضرت علامہ ابن کثیر صاحب تفسیر ابن کثیر
ناشر: دار احیاء التراث العربی بیروت

30 کتاب: سیر الصحابہ

مصنف:

ناشر:

31 کتاب: البدایہ والنہایہ

مصنف: علامہ عماد الدین ابن کثیر

مطبوعہ: فیصل آباد

32 کتاب: بلال

مصنف: ایچ۔اے۔ایل،گریک

مطبوعہ: سندھ

33 کتاب: طبقات

مصنف ابن سعد

مطبوعہ: کراچی

34 کتاب: نقوش جلد 8 سلسلہ رسول نمبر

ناشر: ادارہ فروغ اردو لاہور

35 کتاب: نقوش قرآن نمبر 4 جلدیں

ناشر: ادارہ فروغ اردو لاہور

36 کتاب: تاریخ اسلام

مصنف: شاہ معین الدین ندوی

مطبوعہ: لاہور

37 کتاب: الخلیل

مصنف: محمد ناصر الدین

مطبوعہ: لاہور

38 کتاب: رسول اللہ کے چالیس جانثار

مصنف: محمد طالب ہاشمی

ناشر:

39 کتاب: تاریخ الخلفاء

مصنف: امام جلال الدین سیوطی

ناشر: شبیر برادرز، پروگریسو بکس اردو بازار لاہور

40 کتاب: سیرت محمدیہ

مصنف: امام احمد بن محمد الخطیب

ناشر: شبیر برادرز اردو بازار لاہور

41 کتاب: الخصائص الکبری

مصنف: امام جلال الدین سیوطی

ناشر: شبیر برادرز اردو بازار لاہور

42 کتاب: رحمۃ للعالمین

مصنف: محمد سلیمان منصور پوری

ناشر: پروگریسو بکس

43 کتاب: محبت واطاعت نبوی ﷺ

مصنف: ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر (مترجم) مفتی محمد خاں قادری

ناشر: حجاز پبلیکیشنز دربار مارکیٹ ستا ہوٹل لاہور

44 کتاب: فضائل مدینہ

مصنف: الدکتور ابو ابراہیم ملا خاطر (مترجم) ادارہ ضیاء المصنفین

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز دربار روڈ لاہور

45 کتاب: قصص القرآن

مترجم: مولانا ظفر اقبال کلیار

ناشر: زاویہ پبلی کیشنز لاہور

46 کتاب: سیرت سیدنا حضرت بلال
مصنف مولانا فیض احمد اویسی
ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

47 کتاب: سیدنا بلال
مصنف: پروفیسر طفیل چوہدری
ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز دربار روڈ لاہور

48 کتاب: غیر مقلدین کو دعوت انصاف
مرتبہ محمد نعیم اللہ خاں قادری
ناشر: فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموکی

49 کتاب: کنز الحقی
مصنف: محمد سلیم شامی
ناشر: آستانہ شامی 244 جی گلشن راوی لاہور

50 کتاب: تاریخ اسلام
مصنف: محمد اکبر شاہ نجیب آبادی
ناشر: الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور

51 کتاب: زلف و زنجیر
مصنف: علامہ ارشد القادری
ناشر پروگریسو بکس اردو بازار لاہور

52 کتاب: کرامات صحابہ
مصنف: علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی (انڈیا)
ناشر: شبیر برادرز اردو بازار لاہور

53 کتاب: فتوح الشام
مصنف: علامہ محمد بن عمر الواقدی
ناشر: دارالمعارف حمایت پور ملتان

54 کتاب: مؤذن الرسول
مطبوعہ: بیروت

55 کتاب: داعی السماء
مطبوعہ: بیروت

56 کتاب: مؤذن رسول
مصنف: علی اصغر چوہدری
مطبوعہ: لاہور

57 کتاب: کلیات اقبال
شاعر: علامہ محمد اقبال
ناشر: کراچی

58 کتاب: مثنوی شریف
مصنف: مولانا روم
ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

59 کتاب: بہار مثنوی
مصنف: مفتی
ناشر: گجرات

60 کتاب: حکایات گنج بخش
مصنف: الحاج بشیر حسین
ناشر: نوری کتب خانہ لاہور

61 کتاب: الفاروق
مصنف: شبلی نعمانی (دیوبندی)
ناشر: اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور

62 کتاب: مشکوۃ المصابیح
مصنف: شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب
ناشر: مجلس اشاعۃ المعارف ملتان

63 کتاب: حضرت بلال
مصنف: ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی
مطبوعہ: لاہور

64 کتاب: الریاض النضرہ
مصنف: ابوالعباس محب الدین طبری (مترجم) قاری محمد طیب
ناشر: مکتبہ نوریہ حسینیہ اقراء سنٹر لاہور

65 کتاب: اصابہ فی تمیز الصحابہ
مصنف: ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی
ناشر: دارالحیاء بیروت

66 کتاب: درالسحابہ فی مناقب القرابۃ والصحابۃ
مصنف: حضرت علامہ محمد بن الشوکانی
ناشر: مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

67 کتاب: صدائے نووی اردو شرح مثنوی
مصنف: علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی
ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

68 کتاب: ذکر اویس

مصنف: علامہ فیض احمد اویسی

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

69 کتاب: سرورِ کونین کی بشریت و نورانیت

مصنف: محمد نعیم اللہ خاں قادری

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز کامونکی

70 کتاب: درود و سلام الصلوۃ والسلام علیک یا رسول کا ثبوت

مصنف: مولانا محمد جعفر ضیاالقادری

ناشر: مکتبہ غوثیہ رضویہ محمود شہید روڈ اسٹیشن لاہور

71 کتاب: نزہۃ المجالس

مصنف (مترجم) علامہ محمد منشا تابش قصوری

ناشر: شبیر برادرز اردو بازار لاہور

72 کتاب: حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین

مصنف: امام محمد بن یوسف اسماعیل نبہانی

ناشر: نوریہ رضویہ پبلیکیشنز گنج بخش روڈ لاہور

:73 کتاب: مثنوی مولانا روم

مصنف: مولانا قاضی سجاد حسین

ناشر: حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور

:74 کتاب: بارہ تقریریں

مصنف: مولانا محمد شریف نوری

ناشر: نوری بک ڈپو لاہور

75 کتاب: عشق رسول کریم ﷺ

مصنف: نواز رومانی

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

76: کتاب: تاریخ مدینہ

مصنف: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی

ناشر: شبیر برادرز اردو بازار لاہور

77 کتاب: خلافتِ صدیق اکبر

مصنف: مولانا محمد ابراہیم چشتی

ناشر: جمال کرم اردو بازار لاہور

78 کتاب: ذکر اویس

مصنف: مولانا فیض احمد اویسی

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

79 کتاب: جامع الکمال فی احوال الابدال

مصنف: مولانا فیض احمد اویسی

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

80: کتاب: سفر نامہ شام و عراق

مصنف: مولانا فیض احمد اویسی

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

81 کتاب: اذان بر قبر

مصنف: مولانا فیض احمد اویسی

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

82 کتاب: الاقساط فی حیلۃ الاسقاط

مصنف: مولانا فیض احمد اویسی

ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

83 کتاب: فضائل مدینہ
مصنف: مولانا فیض احمد اویسی
ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

84 کتاب: تاریخ مدینہ
مصنف: مولانا فیض احمد اویسی
ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

85 کتاب: آثار البلاد واخبار العباد
مصنف: محمد بن زکریا قزوینی
ناشر: مصر

86 کتاب: صفۃ الصفوہ
مصنف: علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی
مطبوعہ: حیدرآباد

87 کتاب: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب
مصنف: ابوعمر یوسف بن عبدالبر اندلسی
ناشر: داراحیاء بیروت

:88 کتاب: خیرو القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت
مصنف: قاضی اطہر مبارکپوری
ناشر: ادارہ اسلامیات لاہور

:89 کتاب: رفع الوسواس
مصنف: مولانا علامہ محمد فیض احمد اویسی
ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور

✿ ✿ ✿

(زیر طبع)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وکمالات، چہرۂ انور، بال مبارک، پیشانی مبارک، آنکھیں مبارک، ہاتھ مبارک، سواری مبارک، لباس مبارک، مسواک مبارک، اخلاق حسنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر عاداتِ مبارکہ پر ایک نایاب کتاب

ہر بات لاجواب ہے
اُس لاجواب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

مترجم
علامہ قاری محمد وسیم اکرمُ القادری

ناشر
مکتبہ سراجِ منیر 40-B اُردو بازار، لاہور
فون: 7234137-7312159

(زیر طبع)

امام شرف الدین دمیاطی کی مشہور و معروف تالیف "المتجر الرابح فی ثواب عمل الصالح" کے باب "صفۃ الجنۃ" اور حسن بن علی بن عبد الحمید کی مشہور کتاب "الجنۃ ونعیمھا" کا سلیس اردو ترجمہ

آئیں! جنت چلیں!!

مترجم
علامہ قاری محمد وسیم اکرم القادری

ناشر
مکتبہ سراج منیر B-40 اردو بازار، لاہور
فون: 7234137-7312159

(زیرِ طبع)

عراق کے نامور و مستند پروفیسر و عالمِ دین "علامہ ولید الاعظمی العراقی"

کی مشہورِ زمانہ کتاب "معجزاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم"

کا سلیس و بامحاورہ ترجمہ

معجزاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

علامہ ولید الاعظمی العراقی

مترجم

علامہ قاری محمد وسیم اکرمُ القادری

ناشر

مکتبہ سراجِ منیر 40-B اُردو بازار، لاہور

فون: 7234137-7312159

(زیرِ طبع)

قاری محمد وسیم اکرمُ القادری، فاضلہ نفیسہ بشیر اور ادیبہ بشیر کی مرتب کردہ یہ کتاب مسلمان عورتوں کو زندگی کے ہر پہلو میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔

عورتوں کے اہم مسائل

اور اُن کا حل

مصنفین

علامہ قاری محمد وسیم اکرمُ القادری

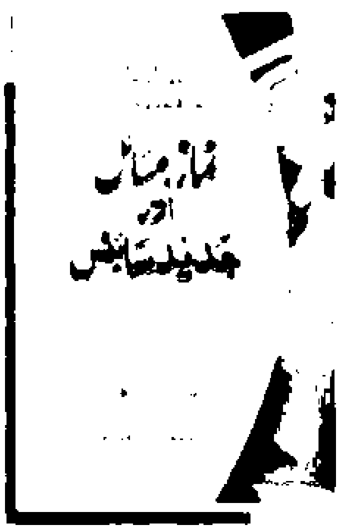
ہمشیرہ قاری محمد وسیم اکرمُ القادری

ناشر

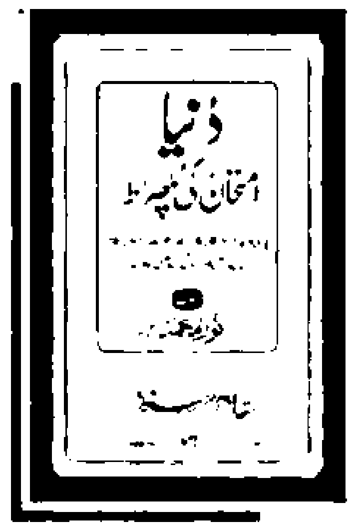
مکتبہ سراجِ منیر 40-B اُردو بازار، لاہور

فون: 7234437-7312159

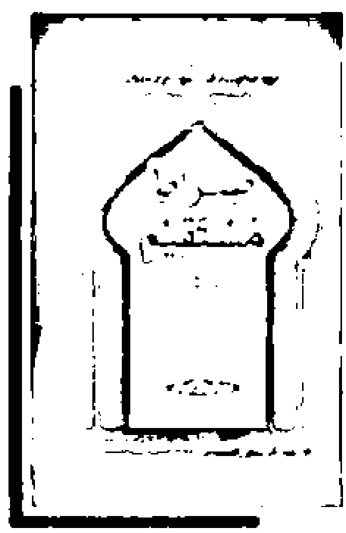
ادارے کی دیگر کتب













297.64
611 م
مکتبہ
مکتبہ سراج منیر
40 روپے
042-7312159